سفینۂ نجات

مولانا جلیل احسن ندویؒ

ترتیب

عبادات

معاشرتی حقوق

شوہروں کے حقوق

پڑوسیوں کا حق

فقراء ومساکین کے حقوق

رفقائے سفر کے حقوق

مسلمان کا حق مسلمان پر

معاملات

زائد پانی کو روکنا

ناجائز وصیت

سودی کاروبار

کھیتی اور باغ بانی

نکاح

مہر

اخلاقیات

غصّہ

جھوٹ

اخلاقی خوبیاں

دعوتِ اسلامی اور اس کے متعلقات

دعوت بلا عمل

دعوت الی اللہ کے کام میں برکت اور قوت بخشنے والے ذرائع

نبیؐ کے ساتھیوں کی زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلام کو تفصیل سے سمجھنے اور اس کی پیروی کا حق ادا کرنے کے لیے رسولِ خدا ﷺ کے فرمودات اور آپ کے اعمال سے، جن کو حدیث کہا جاتا ہے، واقف ہونا ضروری ہے۔ اس کے بغیر خود قرآن کریم کو بھی ٹھیک طور سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ لیکن قرآن کریم ہی کی طرح احادیث بھی چوں کہ عربی زبان میں ہیں، اور عربی جاننے والے بہت تھوڑے افراد ہیں، اس لیے باقی تمام لوگوں کو اس نعمتِ عظمیٰ سے مستفید کرانے کی اس کے سوا اور کوئی شکل نہیں کہ دوسری زبانوں میں ان کا ترجمہ مہیا کردیا جائے۔

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اسی طرح کی ایک مبارک کوشش کا نتیجہ ہے۔ اس کے اندر ۵۵۰ عنوانوں کے تحت ایسی منتخب احادیث کو مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کردیا گیا ہے جو عام زندگی کے تقریباً سبھی گوشوں کا احاطہ کرلیتی ہیں۔

اس مجموعۂ احادیث کو منتخب کرکے مرتب کرنے اور ان کا ترجمہ کرنے والے ہندستان کے مشہور عالم دین مولانا جلیل احسن ندوی ہیں، جو ابھی جلد ہی اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ چکے ہیں۔ مرحوم ایک زبردست عالم دین کی حیثیت سے تو معروف تھے ہی، ایک صاحبِ قلم کی حیثیت سے بھی غیر معروف نہیں تھے۔ وہ عربی کے بھی بلند پایہ ادیب تھے اور ان کی اردو بھی بڑی شگفتہ تھی۔ یہ کتاب اُن کی اِن صلاحیتوں کا ایک نمایاں مظہر ہے۔ حدیثوں کے ترجمے نہ صرف یہ

کہ بالکل صحیح اور معنی خیز ہیں بلکہ سلیس اور رواں بھی ہیں، اور اس لیے موثر بھی ہیں اور عام فہم بھی۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ حسبِ ضرورت مختصر تشریحات بھی درج کر دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کی افادیت کو عام کرے، اور اس کی تالیف کو مرحوم مصنف کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنائے۔ آمین

صدرالدین اصلاحی

۲۶/فروری ۱۹۸۲

نیت کی پاکیزگی اور دُرستی

﴿۱﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِاِمْرِیءٍ مَانَوٰی، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: اعمال کا دار و مدار صرف نیت پر ہے، اور آدمی کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اُس نے نیت کی ہوگی، تو جس نے اللہ و رسول کے لیے ہجرت کی ہوگی۔ اُسی کی ہجرت واقعی ہجرت ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوگی، تو اس کی ہجرت دنیا کے لیے یا عورت کے لیے شمار ہوگی۔

تشریح: یہ حدیث اصلاح و تربیت کے باب کی نہایت اہم حدیث ہے۔ حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال پر ثواب و انعام کا دار و مدار اچھی نیت پر ہے۔ اگر نیت ٹھیک ہے تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں ملے گا۔ کوئی عمل چاہے کتنا ہی اچھا اور اونچا ہو اگر اس کا محرک رضائے الٰہی کے سوا کچھ اور ہے تو آخرت کے بازار میں اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی، وہ وہاں کھوٹا سکہ قرار پائے گا، اس حقیقت کو آپؐ نے ہجرت کی مثال دے کر واضح فرمایا کہ دیکھو ہجرت کتنا بڑا نیکی کا کام ہے لیکن اگر اس کا محرک صحیح نہیں ہے، اگر نیت خدا کی خوشنودی کے سوا اور ہے تو آخرت میں نہ صرف یہ کہ ثواب و انعام سے محرومی اس کے حصہ میں آئے گی بلکہ عجب نہیں کہ الٹا جعل سازی اور فریب کاری کا مقدمہ قائم ہو جائے۔

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ کَذَبْتَ وَ لٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَهٗ وَ قَرَءَ الْقُرْآنَ، فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَ عَلَّمْتُهٗ وَ قَرَأْتُ فِیْکَ الْقُرْآنَ، قَالَ کَذَبْتَ وَ لٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ هُوَ عَالِمٌ، وَ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ، وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ مَاتَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْهَا، قَالَ کَذَبْتَ وَ لٰکِنَّکَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ (مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک ایسے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا جائے گا، جس نے جہاد میں اپنی جان دے دی ہوگی، اسے خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا، پھر خدا اُسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انھیں تسلیم کرے گا۔ تب پوچھے گا کہ تو نے میری نعمتیں پا کر کیا کام کیے، وہ کہے گا میں نے تیری خوش نودی کی خاطر تیرے دین کے دشمنوں سے جنگ کی یہاں تک کہ جان دے دی۔ خدا اس سے کہے گا تو نے خلاف واقعہ بات کہی، تو نے تو صرف اس لیے جنگ کی اور جاں بازی دکھائی کہ لوگ تجھے جری اور بہادر کہیں، سو تجھے دنیا میں اس کا صلہ مل گیا۔ پھر حکم ہوگا اِس مردِ شہید کو منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔ چناں چہ اسے بہ ایں حالت لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا، پھر ایک دوسرا شخص خدا کی عدالت میں پیش ہوگا، جو دین کا عالم و معلم ہوگا، قرآن کا پڑھنے والا ہوگا، خدا اسے اپنی سب نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انھیں تسلیم کرے گا تب اس سے کہے گا، ان نعمتوں کو پا کر کیا عمل کیے؟ وہ کہے گا خدایا میں نے تیری خاطر تیرا دین سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن مجید کو گہرائی کے ساتھ سمجھا۔ خدا کہے گا تو نے جھوٹی بات کہی، تو نے تو

دین اس لیے سیکھا، سکھایا اور قرآن کا گہرا علم اس لیے حاصل کیا کہ لوگ تجھے عالم صاحب اور قرآن کا مفسر کہیں، تو تیری نیت کا پھل تجھے دنیا میں مل چکا، پھر حکم ہوگا اس کو بھی چہرہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دو، چناں چہ اسی طرح گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور تیسرا آدمی وہ ہوگا، جس کو اللہ نے دنیا میں رزق میں کشادگی بخشی تھی اور ہر قسم کی دولت سے نوازا تھا، اس کو حاضر عدالت کیا جائے گا، اسے بھی سب نعمتیں یاد دلائی جائیں گی اور وہ اقرار کرے گا، پھر پوچھا جائے گا کیا کر کے آئے ہو، وہ کہے گا، جن جن مدات میں تو نے خرچ کرنے کا حکم دیا تھا، اُن سب مدوں میں تیری خوش نودی کی خاطر میں نے خرچ کیا، اللہ اسے بھی جھٹلا دے گا، کہے گا تو نے تو اس لیے خرچ کیا تھا کہ لوگ سخی اور فیاض کہیں، سو یہ لقب تجھے مل چکا، پھر خدا کے حکم کے مطابق اسے بھی منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

تشریح: یہ حدیث پہلی حدیث کی اچھی طرح وضاحت کرتی ہے، ہجرت، جہاد، علم دین سیکھنا اور سکھانا اور انفاق یہ سب کتنے اعلیٰ درجے کے کام ہیں، لیکن نیت کی خرابی سے اُس دنیا میں نہ صرف ثواب سے محرومی حصہ میں آئی بلکہ آگ میں جلنا پڑا!

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ ؓ قَالَ، جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَرَأَیْتَ رَجُلاً غَزَا یَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّکْرَ مَالَهٗ؟ قَالَ لَاشَیْءَ لَهٗ، فَاَعَادَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاشَیْءَ لَهٗ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَهٗ خَالِصاً وَ ابْتُغِیَ وَجْهُهٗ (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: ابوامامہؓ فرماتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے دریافت کیا کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے آخرت میں اجر حاصل کرنے کے لیے اور دنیا میں شہرت پانے کے لیے تو کیا اسے ثواب ملے گا؟ آپ نے جواب دیا اُسے آخرت میں کچھ بھی نہ ملے گا، اُس نے اپنا یہ سوال تین مرتبہ دہرایا، آپ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ ایسا شخص آخرت میں کسی اجر اور ثواب کا مستحق نہیں۔ آخر میں آپ نے فرمایا: اللہ وہی عمل قبول کرے گا جو صرف اُسی کے لیے کیا گیا ہوگا اور صرف اسی کی خوش نودی اس عمل کی محرک ہوگی۔

﴿۴﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ؓ قَالَ رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا خَلْفَنَا، مَا سَلَکْنَا شِعْبًا وَلَا وَادِیًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ. (بخاری)

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم سے فارغ ہو کر ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ واپس ہوئے (اثنا ءسفر) میں آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ہمارے پیچھے مدینہ میں ہیں لیکن فی الواقع وہ اس سفر میں ہمارے ساتھ رہے ہیں، ہم لوگ جس گھاٹی میں چلے اور جس وادی کو طے کیا ہر جگہ وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں ان کو عذر نے روک دیا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے کوئی نیکی کا کام کرنے کی نیت کی اور کسی عذر کی بنا پر وہ نہ کر سکا، تو اللہ کے یہاں آخرت میں اس عمل کے اجر وانعام سے وہ محروم نہ رہے گا۔

﴿۵﴾ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ اَتٰی فِرَاشَهٗ وَهُوَ یَنْوِیْ اَنْ یَقُوْمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَغَلَبَتْهُ عَیْنَاهُ حَتّٰی اَصْبَحَ، کُتِبَ لَهٗ مَا نَوٰی، وَکَانَ نَوْمُهٗ صَدَقَةً عَلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ. (نسائی، ابن ماجہ)

ترجمہ: ابوالدرداءؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے بستر پر اس نیت اور ارادہ سے لیٹا کہ وہ نماز تہجد کے لیے اُٹھے گا لیکن اسے گہری نیند آگئی، وہ طلوع فجر کے بعد ہی اٹھ سکا، تو ایسے شخص کے نامۂ اعمال میں اس رات کی نماز تہجد لکھی جائے گی اور یہ نینداس کے لیے اس کے رب کی طرف سے بہ طور انعام ملی۔

﴿۶﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحْسَنَ الصَّلٰوةَ حَیْثُ یَرَاهُ النَّاسُ وَ اَسَاءَ هَا حَیْثُ یَخْلُوْ، فَتِلْکَ اسْتِهَانَةٌ اِسْتَهَانَ بِهَا رَبَّهٗ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی. (المنذری)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کے سامنے تو اچھے طریقے سے نماز پڑھتا ہے (خوب خشوع وخضوع کا مظاہرہ کرتا ہے، رکوع اور سجدہ ٹھیک سے کرتا ہے) اور جب تنہائی میں پڑھتا ہے تو ٹھیک سے نہیں پڑھتا۔ تو ایسا شخص اپنے پروردگار کی توہین کرتا ہے۔

﴿۷﴾ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ قَالَ حِیْنَ بُعِثَ اِلَی الْیَمَنِ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ اَخْلِصْ دِیْنَکَ یَکْفِکَ الْعَمَلُ الْقَلِیْلُ. (مستدرک، ترغیب وترہیب)

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ آپ جس وقت مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے، میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے، تو آپ نے فرمایا: اپنی نیت کو ہر کھوٹ سے پاک رکھو، جو عمل کرو صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کرو۔ تو تھوڑا عمل بھی نجات کے لیے کافی ہوگا۔

ایمانیات

〈۹〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَلُوْنِیْ، فَهَا بُوْهُ اَنْ یَسْئَلُوْهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُکْبَتَیْهِ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ؟ قَالَ لاَ تُشْرِکُ بِاللّٰهِ وَ تُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِی الزَّکٰوةَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ، قَالَ صَدَقْتَ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ، وَ تُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْاٰخِرِ، وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ کُلِّهٖ، قَالَ صَدَقْتَ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِحْسَانُ؟ قَالَ اَنْ تَخْشَی اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ، قَالَ صَدَقْتَ، قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَاُحَدِّثُکَ عَنْ اَشْرَاطِهَا، اِذَا رَأَیْتَ الْمَرْأَةَ تَلِدُ رَبَّهَا فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَ اِذَا رَأَیْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُکْمَ مُلُوْکَ الْاَرْضِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَ اِذَا رَأَیْتَ رِعَاءَ الْبُهْمِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ فَذَاکَ مِنْ اَشْرَاطِهَا (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: تم لوگ مجھ سے دین کی باتیں پوچھو، لیکن لوگوں کے اندر ادب وتعظیم کی وجہ سے ایسی ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ عام طور پر پوچھتے نہیں تھے (اور ہر ایک یہ چاہتا کہ باہر سے کوئی پوچھنے والا آئے اور پوچھے تاکہ وہ بھی آپ کے ارشادات سے مستفید ہوں)۔ چناں چہ ایک آدمی آیا وہ نبی ﷺ کے بالکل قریب بیٹھ گیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کسی کو خدا کا ساجھی نہ بنانا، نماز قائم کرنا، مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اس پر اس نے کہا آپ نے ٹھیک بتایا، پھر اُس نے پوچھا اے اللہ کے رسول ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کو ماننا، اس کی کتابوں کو ماننا، اس کے رسولوں کو ماننا، مرنے کے بعد جی اُٹھنے کو ماننا، اور اس بات کو ماننا کہ جو کچھ اِس دنیا میں ہوتا ہے خدا کے طے کردہ قانون کے تحت ہوتا ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا، اس کے بعد آپ سے تیسری بات پوچھی کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ سے اس طرح ڈرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمھیں

دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا آپ نے ٹھیک جواب دیا، پھر پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا: میں بھی تمھاری طرح اس کے آنے کا وقت نہیں جانتا، البتہ اس کے آنے کے پہلے ظاہر ہونے والی کچھ علامتیں بتا سکتا ہوں۔ جب تم دیکھو عورت اپنے مالک کی ماں بن گئی ہے تو سمجھ لو قیامت قریب ہے، جب تم دیکھو ننگے پیر رہنے والے، ننگے جسم رہنے والے بہرے اور گونگے لوگوں کے ہاتھ میں زمین کا اقتدار آ گیا ہے تو یہ بھی قیامت کی علامات میں سے ہے، جب تم دیکھو مویشیوں کے چرانے والے بلند و بالا عمارتیں بنانے میں باہم مقابلہ کر رہے ہیں تو سمجھ لو قیامت قریب ہے۔

تشریح: ایمان کا اصل مفہوم ہے کسی پر اعتماد کرنا، اس کی بات کو سچ مان کر قبول کرنا، اسے اپنانا، جب آدمی کو کسی بات کی سچائی کا یقین ہوتا ہے، تب ہی اُسے مانتا اور اپناتا ہے۔ ایمان کی اصل روح یہی اعتماد و یقین ہے، آدمی کے مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔

اس حدیث میں بنیادی ایمانیات کا ذکر آیا ہے ان کی الگ الگ مختصر تشریح پیش کی جاتی ہے۔

(۱) ایمان باللہ یعنی اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ہمیشہ سے موجود مانا جائے، اس کو کائنات کا پیدا کرنے والا اور کائنات کا تنہا انتظام چلانے والا تسلیم کیا جائے، مانا جائے کہ ہر طرح کے عیب و نقص سے اور ہر قسم کی کمی سے اس کی ذات پاک ہے، وہ تمام اچھی صفتوں کا مالک اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے اور تسلیم کیا جائے کہ وہی معبود برحق اور قانونِ زندگی دینے والا حاکم اور فرماں روا ہے۔ اس عنوان کے تحت چند احادیث پیش کی جاتی ہیں، جو ایمان باللہ کے مفہوم پر روشنی ڈالتی ہیں:

﴿۱۰﴾ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءُ الزَّکٰوةِ وَ صِیَامُ رَمَضَانَ. (بخاری و مسلم، ابن عباس)

ترجمہ: حضور ﷺ نے (قبیلۂ عبد القیس کی نمائندگی کرنے والے وفد سے) فرمایا: کیا تم جانتے ہو اللہ واحد پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر

جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کی گواہی دے (اور اعلان کرے) کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز ٹھیک سے ادا کرے، زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔

〈۱۱〉 عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ فَلَمَّا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا قَالَ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ. (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جب بھی خطبہ دیا تو اس میں یہ ضرور فرمایا: جس کے اندر امانت نہیں اس کے اندر ایمان نہیں، اور جس کو عہد کا پاس نہیں اس کے پاس دین نہیں۔

تشریح: حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ ایمان کی پختگی سے محروم ہے اور جو شخص کسی بات کو نباہنے کا عہد کرے پھر اسے پورا نہ کرے وہ ''دین داری'' کی نعمت سے محروم ہے، جس کے دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط جمی ہوتی ہیں، وہ تمام حقوق کی ادائی میں امین ہوتا ہے، کسی حق کی ادائی میں خیانت نہیں کرتا، اسی طرح جس آدمی کے اندر ''دین داری'' ہوگی وہ کیے گئے عہد کو مرتے دم تک نباہے گا۔ یاد رہے سب سے بڑا حق اللہ کا ہے، اس کے رسول ﷺ کا ہے اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب (قرآن مجید) کا ہے اور پھر بندوں کے حقوق ہیں! اور سب سے بڑا عہد وہ ہے جو آدمی اپنے خدا سے، اس کے بھیجے ہوئے نبیؐ سے اور نبیؐ کے لائے ہوئے دین سے کرتا ہے! قرآن مجید اور احادیث میں ''امانت'' اور ''عہد'' کے الفاظ اپنے وسیع مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں!

〈۱۲〉 عَنْ عَمْرِوبْنِ عَبَسَةَؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ؟ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ. (مسلم)

ترجمہ: عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان نام ہے صبر اور سماحت کا۔

تشریح: یعنی ایمان یہ ہے کہ آدمی خدا کی راہ اپنے لیے پسند کرے، اور اس راہ میں جو مصیبت پیش آئے اس کو ہنسی خوشی برداشت کرے، اور خدا کے سہارے آگے بڑھتا جائے (یہ صبر ہے) اور سماحت یہ ہے کہ آدمی اپنی کمائی خدا کے محتاج و بے سہارا بندوں پر خرچ کرے اور خرچ کر کے خوشی محسوس کرے، نیز یہ لفظ نرم خوئی اور عالی ظرفی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

〈۱۳〉 عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ اَعْطٰی لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ. (بخاری)

ترجمہ: ابوامامہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے لیے دوستی کی، اور اللہ کے لیے دشمنی کی، اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روکا، اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کیا۔

تشریح: مطلب یہ کہ جب آدمی اپنی تربیت کرتے کرتے اس حال کو پہنچ جائے کہ جس سے جڑے اور جس سے کٹے اللہ ہی کے لیے جڑے اور کٹے اسی طرح اگر کسی کو دے اور کسی کو نہ دے، اس میں خدا کی خوش نودی کے سوا کوئی اور غرض اور محرک نہ ہو، خدا کا دین ہی اس کی محبت اور نفرت کی بنیاد ہو ذاتی غرض اور دنیاوی مفاد سے اس کا ذہن پاک ہو، جب آدمی اس حالت کو پہنچ جائے تب جانو اس کا ایمان مکمل ہوا۔

〈۱۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً. (بخاری و مسلم، عباسؓ)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: ایمان کا مزہ چکھا اُس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب مان کر، اسلام کو اپنا دین اپنا کر اور محمد (ﷺ) کو اپنا رسول تسلیم کر کے قانع اور مطمئن ہوا۔

تشریح: یعنی اللہ کی بندگی میں اپنے آپ کو دے کر، اسلام کو اپنے نظامِ حیات کی حیثیت سے اپنا کر اور اپنے آپ کو حضور ﷺ کی راہ نمائی میں دے کر پوری طرح مطمئن ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ مجھے کسی اور کی بندگی نہیں کرنی ہے، ہر حالت میں اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر چلنا ہے، اور محمد ﷺ کے سوا کسی بھی دوسرے انسان کی راہ نمائی میں زندگی نہیں گزارنی ہے، جس شخص کی کیفیت یہ ہو جائے تو سمجھ لو اِس خوش نصیب مومن نے ایمان کی مٹھاس اور لذت پالی۔

〈۱۵〉 عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قِیْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا؟ قَالَ اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَ فِیْ حَدِیْثِ رِفَاعَةَ الْجُهَنِیِّ عِنْدَ اَحْمَدَ لَا یَمُوْتُ عَبْدٌ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ ثُمَّ یُسَدِّدُ اِلَّا سَلَکَ فِی الْجَنَّةِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ عِنْدَ التِّرْمِذِیِّ مَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ. (مسند احمد)

ترجمہ: زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ''اخلاص'' کے ساتھ لا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا، لوگوں نے پوچھا ''اخلاص'' کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے بتایا اخلاص کے ساتھ کلمۂ طیبہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والا اللہ کی تمام منع کی ہوئی باتوں سے رُک جائے، مسند احمد میں رفاعہ جہنی کی جو روایت آئی ہے اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے ''جو بندہ سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پھر سیدھے راستہ پر چلے (ایمان کے تقاضے پورے کرے، نیکیوں پر عمل کرے اور برے کاموں سے بچے) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ترمذی کی روایت کا ترجمہ یہ ہے ''جو بندہ کلمۂ توحید پڑھے اور پھر بڑے گناہوں سے دور رہے، تو وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: یہ تینوں روایتیں جو اوپر درج ہوئیں ان کا ترجمہ بہ غور پڑھیے، یہ ہم کو بتاتی ہیں کہ محض کلمۂ ایمان پڑھ لینا جنت میں داخلے کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ وہ سب کرنا ہوگا، جن کی اِن حدیثوں میں نشان دہی کی گئی ہے۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ کی نورانی پاکیزہ مخلوق ہیں، وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے، ہر وقت خدا کی بندگی میں لگے رہتے ہیں، وفادار غلام کی طرح مالک کا ہر حکم بجالانے کے لیے اس کے حضور دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ اس کے تحت احادیث درج کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳) رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جتنے رسول خدا کی طرف سے آئے، سب سچے ہیں۔ ان سب رسولوں نے بلا کسی کمی بیشی کے خدا کی باتیں لوگوں تک پہنچائیں، اس سلسلہ کی آخری کڑی نبیؐ ہیں، اب انسانوں کی نجات صرف آپ کی پیروی میں ہے۔ ہم اس عنوان کے تحت کچھ حدیثیں پیش کر رہے ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ حضورؐ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔

〈۱۶〉 عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ، قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِیَ وَ لَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ، ثُمَّ قَالَ یَا بُنَیَّ ذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِیْ،

وَ مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ، وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ. (مسلم)

ترجمہ: انسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے اگر تو اس طرح زندگی گزار سکے کہ تیرے دل میں کسی کی بدخواہی نہ ہو تو ایسی ہی زندگی بسر کر، پھر فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اور یہی میرا طریقہ ہے کہ میرے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہیں، اور جس نے میری سنت (طریقہ، راستہ) سے محبت کی، تو بلاشبہ اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

‹۱۷› عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ جَاءَ ثَلاَثَةُ رَهْطٍ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ ﷺ یَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ ﷺ، فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا کَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَ مَا تَأَخَّرَ، فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّی اللَّیْلَ اَبَدًا، وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا فَلاَ اُفْطِرُ، وَ قَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ اَتَزَوَّجُ اَبَدًا، فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَیْهِمْ، فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِیْنَ قُلْتُمْ کَذَا وَ کَذَا؟ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَ اَتْقَاکُمْ لَهٗ لٰکِنِّیْ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اُصَلِّیْ وَ اَرْقُدُ، وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، تین آدمی حضور ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لیے آپ کی بیویوں کے پاس گئے، جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے آپؐ کی عبادت کی مقدار کو کم جانا، کہنے لگے نبی ﷺ سے ہمارا کیا مقابلہ؟ ان سے نہ تو پہلے گناہ ہوئے نہ بعد میں ہوں گے۔ (اور ہم لوگ معصوم نہیں ہیں، پس ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے) چناں چہ ان میں ایک نے اپنے لیے یہ طے کیا کہ وہ ہمیشہ پوری رات نوافل میں گزارے گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ بلا ناغہ نفلی روزے رکھوں گا اور تیسرے صاحب نے کہا میں زندگی بھر عورتوں سے الگ تھلگ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ (جب آپؐ کو ان کے ان جوگیانہ خیالات کی اطلاع ملی) تو آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا: کیا تم ہی لوگ ہو جنھوں نے اس طرح کا ارادہ کیا ہے؟ دیکھو میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کی نافرمانی سے بچنے والا ہوں لیکن دیکھو میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نوافل بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور دیکھو میں بیویاں بھی رکھتا ہوں سو تمھارے لیے خیریت میرے طریقہ کی پیروی میں ہے اور جس کی نگاہ میں

میری سنت کی وقعت نہیں، جو میری سنت سے بے رُخی برتے وہ میرے گروہ میں سے نہیں، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

〈۱۸〉 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ؟ فَوَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَ اَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، حضورؐ نے ایک کام کیا اور لوگوں کو رخصت کا پہلو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی لیکن کچھ لوگوں نے رخصت کا پہلو اختیار کرنے سے گریز کیا۔ جب آپ کو ان لوگوں کی اس ذہنیت کا علم ہوا، تو آپ نے تقریر کی، حمد وثنا کے بعد فرمایا: کیوں کچھ لوگ اُس کام کے کرنے سے گریز کر رہے ہیں، جس کو میں کرتا ہوں؟ خدا کی قسم میں اِن سب سے زیادہ خدا کے بارے میں علم رکھتا ہوں (کہ اس کی مرضی اور نا مرضی کیا ہے) اور میں ان سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔

〈۱۹〉 عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِيْثَ مِنْ يَهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰى اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا؟ قَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى؟ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَ لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا، مَا وَسِعَهُ اِلَّا اتِّبَاعِيْ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، نبی ﷺ کے پاس حضرت عمرؓ آئے اور کہا ہم کو یہودیوں کی کچھ باتیں بھلی معلوم ہوتی ہیں تو آپ کی کیا رائے ہے کیا ان میں سے کچھ لکھ لیں؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگ بھی گم راہی کے کھڈ میں گرنا چاہتے ہو جیسے یہود ونصاریٰ (اپنی کتاب چھوڑ کر) کھڈ میں گرے؟ میں تمھارے پاس وہ شریعت لایا ہوں جو سورج کی طرح روشن اور آئینہ کی طرح صاف ہے اور اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری پیروی کرنی پڑتی۔

تشریح: یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کرکے ان کا حلیہ بگاڑ ڈالا تھا، لیکن ان میں بگاڑ ہی بگاڑ نہ تھا، کچھ خدا کی سچی باتیں بھی تھیں جنھیں مسلمان سنتے اور پسند کرتے تھے، اگر حضورؐ اجازت دے دیتے تو دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی۔ کون سا مذہب ہے جس میں کچھ سچی اور اچھی باتیں نہیں پائی جاتیں! حضورؐ نے جو جواب حضرت عمرؓ کو دیا اس سے یہ بات کھل کر سامنے

آتی ہے کہ جس کے اپنے گھر میں صاف و شفاف چشمہ موجود ہو حیف ہے اگر وہ جوہڑوں اور گندے حوضوں سے اپنی پیاس بجھائے۔

﴿۲۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا ارادہ اور اس کے نفس کا رجحان میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہیں ہو جاتا۔

تشریح: مطلب یہ کہ رسولؐ پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش، ارادہ اور قلبی رجحانات کو رسولِ خداؐ کے لائے ہوئے دین و شریعت کے تابع کردے، قرآن و سنت کے ہاتھ میں اپنی خواہش کی لگام دے دے۔ اگر کوئی یہ مطالبہ پورا نہ کرے تو وہ سوچے کہ اس کے ایمان کی قدر و قیمت اللہ کی نظر میں کیا ہوسکتی ہے!

﴿۲۱﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح: حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پکا مومن اسی وقت بنتا ہے جب رسول اللہؐ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو جائے والدین اور اولاد یا معاشرہ کے لوگ کسی راستہ پر چلانا چاہیں اور اللہ کے رسول کسی اور راہ پر بلائیں تو مومن کا فرض ہے کہ سب کے مطالبات کو ٹھکرا دے اور اپنے محبوب پیغمبر کی پکار پر لبیک کہے۔

﴿۲۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّکَ، قَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ، فَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ اِنْ کُنْتَ صَادِقًا، فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، لَلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مُنْتَھَاہُ. (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں، ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپؐ سے کہا

''میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا سوچ لو کیا کہتے ہو، اس نے تین بار خدا کی قسم کھا کر کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، تب آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار فراہم کرلو، کیوں کہ مجھ سے محبت کرنے والوں کی طرف تنگ دستی اس سے زیادہ تیز رفتاری سے بڑھتی ہے، جتنی تیز رفتاری سے سیلابی پانی ڈھلوان کی طرف جاتا ہے۔

تشریح: نبی ﷺ کو محبوب بنانے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کا ایک ایک نقشِ قدم اور نشانِ راہ معلوم کیا جائے اور اس پر چلا جائے، آپؐ نے جس راہ میں چوٹیں کھائی ہیں، اس راہ میں چوٹیں کھانے کا دم داعیہ پیدا کیا جائے اور جو شخص اپنے محبوب ﷺ کی راہ پر چلنے کا حوصلہ کرے، اُسے جان لینا چاہیے کہ تنگ دستی اور محتاجی کے تیز رفتار سیلاب کا مقابلہ توکل اور محبت الٰہی ہی کے ہتھیار سے کیا جاسکتا ہے، وہ اچھی طرح اپنے قلب و روح میں اس بات کو جمائے کہ اللہ میرا وکیل ہے، میں بے سہارا نہیں ہوں، اور یہ کہ میں غلام ہوں، میرا کام آقا کی مرضی پوری کرنی ہے اور یہ کہ میں جس کے کام پر لگا ہوا ہوں، وہ عادل اور رحیم ہے، میری محنت ماری نہیں جائے گی، نیز ہر وقت یاد رکھے کہ میں نے کس ہستی کو اپنا محبوب بنایا ہے!

(۴) تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو مانا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب خدا کی طرف سے ہو رہا ہے، یہاں صرف اُسی کا حکم چلتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ وہ تو کچھ اور چاہتا ہو اور دنیا کا کارخانہ کسی اور ڈھب سے چل رہا ہو، ہر خیر و شر اور ہدایت و گم راہی کا ایک قانون ہے، جس کو اُس نے پہلے سے بنا دیا ہے، خدا کے شکر گزار بندوں پر جو مصیبت آتی ہے، جن مشکلات سے وہ دوچار ہوتے ہیں، اور جو آزمایشیں اُن پر آتی ہیں، یہ سب حالات اُن کے رب کے حکم اور پہلے سے طے کیے ہوئے قاعدے ضابطے کے تحت آتے ہیں، اب کچھ حدیثیں سنیے جن سے تقدیر کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

﴿۲۳﴾ عَنْ عَلِيٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ؟ قَالَ اعْمَلُوْا، فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ، وَ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ

الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی، فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَ کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے ہر شخص کی جنت اور دوزخ کا فیصلہ ہو چکا ہے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ پھر ہم کیوں نہ اپنے بارے میں فیصلہ کا سہارا لیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، عمل کرو، کیوں کہ ہر شخص کو اسی کی توفیق ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو خوش نصیب ہے اُسے جنتی کاموں کی توفیق ملتی ہے، اور جو بدنصیب ہے اسے جہنمی کاموں کی توفیق ملتی ہے۔

اس کے بعد حضورؐ نے سورۂ لیل کی دو آیتیں پڑھیں (جو اوپر حدیث میں درج ہوئیں، ان کا ترجمہ یہ ہے،) جس نے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اور پرہیزگاری کی راہ اختیار کی اور بہترین بات کی تصدیق کی (اسلام لایا) تو ہم اس کو اچھی زندگی (جنت) کی توفیق دیں گے اور جس نے خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا اور خدا سے بے پروا رہا اور اچھی زندگی کو جھٹلایا، تو ہم اس کو تکلیف والی زندگی (جہنم) کی توفیق دیں گے (اس کے لیے جہنمی راستہ پر چلنا آسان ہو گیا، اور خراب کام کی وجہ سے جہنم میں جائے گا)۔

تشریح: خدا کے یہاں یہ بات طے ہے کہ آدمی کن اعمال کی وجہ سے دوزخ کا مستحق ہوگا اور کن اعمال کی وجہ سے جنتی ہوگا۔ یہ ''تقدیر'' قرآن مجید اور احادیث میں پوری تفصیل سے بیان کر دی گئی ہے اب یہ آدمی کا کام ہے کہ وہ جہنم کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہے یا جنت کی راہ پر، ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنا اس کی ذمے داری ہے اور اس کی ذمے داری اس لیے ہے کہ خدا نے اس کو ارادہ کی آزادی بخشی ہے اور راستہ کے انتخاب میں آزاد چھوڑا ہے اور دونوں راہیں اسے بتا دی گئی ہیں، رحمانی راستہ بھی اور شیطانی راستہ بھی، یہی آزادی اس کو سزا دلوائے گی اور یہی آزادی اس کو ''دارالسلام'' میں پہنچائے گی۔ لیکن بہت سے کند ذہن اپنی ذمے داری کو خدا کے سر ڈالتے اور اپنے کو ''مجبور'' قرار دیتے ہیں۔

〈۲۴〉 عَنْ اَبِیْ خِزَامَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْهَا وَ دَوَاءً نَتَدَاوٰی بِهٖ وَ تُقَاةً نَتَّقِیْهَا هَلْ یَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَیْئًا؟ قَالَ هِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ. (ترمذی)

ترجمہ: ابوخزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

یہ دعا تعویذ جسے ہم بیماریوں کے ازالے کے لیے استعمال کرتے ہیں، یہ دوائیں جو ہم اپنے مرض کو دور کرنے کے لیے فراہم کرتے ہیں، اور احتیاطی تدبیریں جو ہم اپنے بچاؤ کے لیے اختیار کرتے ہیں، کیا یہ اللہ کی تقدیر کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ نے بتایا یہ سب چیزیں بھی تو اللہ کی تقدیر میں سے ہیں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جس خدا نے ہمارے لیے یہ بیماری لکھی اس خدا نے یہ بھی طے کیا کہ یہ فلاں دوا اور فلاں تدبیر سے دور کی جاسکتی ہے، خدا بیماری کا بھی خالق ہے اور دوا کا بھی، سب کچھ اس کے طے شدہ قاعدے اور ضابطے کے تحت ہے۔

﴿۲۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللّٰهِ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تِجَاهَكَ، اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ، وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ اِلَّا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابن عباس رض کہتے ہیں ایک دن جب کہ میں آپ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا آپؐ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں (غور سے سن) تو خدا کو یاد رکھ تو خدا تجھے یاد رکھے گا تو خدا کو یاد رکھ تو خدا کو تو اپنے سامنے پائے گا، جب تو مانگے تو خدا سے مانگ، جب تو کسی مشکل میں مدد کا طالب ہو، تو خدا سے مدد طلب کر اور یقین کر کہ سب لوگ مل کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں، تو وہ تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے۔ سوائے اُس کے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے (کسی کے پاس دینے کو کچھ ہے ہی نہیں کہ دے گا، سب کچھ تو خدا کا ہے وہ جتنا دینے کا کسی کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اتنا ہی اسے ملتا ہے) اور اگر سب لوگ مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے۔

﴿۲۶﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ، وَ فِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَ اِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَ كَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ مَاشَاءَ فَعَلَ، فَاِنَّ "لَوْ" تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابو ہریرہ رض کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاقت ور مومن بہتر ہے اور خدا کو

زیادہ محبوب ہے بہ نسبت کمزور مومن کے، اور اچھے تو دونوں ہیں اور تو (آخرت میں) نفع دینے والی چیز کا حریص بن، اور اپنی مشکلات میں خدا سے مدد طلب کر، اور ہمت نہ ہار، اور اگر تجھ پر کوئی مصیبت آ جائے تو یوں مت سوچ کہ اگر میں نے فلاں تدبیر کی ہوتی تو مصیبت نہ آتی، بلکہ یوں سوچ کہ اللہ نے مقدر فرمایا، اور جو کچھ اس کی مشیت ہوتی ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس لیے کہ ''اگر'' والا طرزِ فکر شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔

تشریح: اس حدیث کے ابتدائی جملوں کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن وہ ہے جو جسمانی قوت، فکری قوت اور عزم و ارادہ کی قوت میں بڑھا ہوا ہے اور دوسرا مومن اس کے مقابلہ میں کم زور ہے تو اللہ کے نزدیک پہلا مومن زیادہ محبوب ہے، اس لیے کہ دین کا کام اس کے ہاتھوں زیادہ انجام پائے گا۔ بہ نسبت اُس شخص کے جو کم زور ہے، جس کی صحت خراب ہے، اور اس کے فکر و عزم میں ضعف ہے، ظاہر ہے اتنا کام یہ نہیں کر سکتا، البتہ چوں کہ دونوں ایک ہی راہ کے راہی ہیں اس لیے اِس کم زور کو بھی انعام سے محروم نہ کیا جائے گا! اصل میں قوی مومن کو زیادہ سے زیادہ عمل پر ابھارنا مقصود ہے۔ اور آخری جملوں کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی ذہانت، جسمانی قوت اور اپنی تدبیر و صلاحیتِ کار پر غرّہ نہیں کرتا، اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ یوں نہیں سوچتا کہ اگر میں نے فلاں تدبیر کر لی ہوتی تو اُفتاد سے بچ جاتا، بلکہ اس کا طرزِ فکر یہ ہوتا ہے کہ یہ میرے رب کے مقدرات میں سے ہے اور اس کا یہ فیصلہ میرے حق میں بہتر ہوگا، اس نے یہ مصیبت میری تربیت کے لیے بھیجی ہے۔

(۵) اللہ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب

کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً جو ہدایت نامے بھیجے، ان سب کو سچا مانے، اگلی امتوں نے اپنی کتابوں میں ردوبدل کر ڈالا، تب اللہ نے آخر میں نبی ﷺ کے ذریعہ آخری کتاب بھیجی، جو صاف اور واضح ہے، وہ ہر نقص سے پاک اور ہر قسم کے بگاڑ سے محفوظ ہے نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک بلکہ تمام غیر مسلم محققین کے نزدیک بھی! اب اس کتاب کے سوا دنیا میں کوئی اور کتاب نہیں جس کے ذریعے خدا تک پہنچا جا سکتا ہو، اس عنوان کے تحت کچھ احادیث پیش کی جا رہی ہیں، جن سے معلوم ہوگا کہ قرآن کریم پر ایمان لانے کا کیا مفہوم ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔

〈۲۷〉 قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ مَنِ اقْتَدٰی بِكِتَابِ اللّٰهِ لَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي

اَلْاٰخِرَةِ ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلاَ يَضِلُّ وَلاَ يَشْقٰى. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا، وہ نہ تو دنیا میں بے راہ ہوگا نہ آخرت میں ناکام و نامراد۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی (جو سورۂ طٰہٰ میں ہے آیت نمبر۱۲۳) جس کا ترجمہ یہ ہے ''جو شخص میرے ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا وہ نہ تو دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں بدبختی اور نامرادی سے دوچار ہوگا۔''

﴿۲۸﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ: حَلاَلٍ وَ حَرَامٍ وَ مُحْكَمٍ وَ مُتَشَابِهٍ وَ اَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلاَلَ وَ حَرِّمُوْا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بَالْمُحْكَمِ وَ اٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَ اعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن مجید میں پانچ چیزیں بیان ہوئی ہیں: حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس حلال کو حلال سمجھو، حرام کو حرام جانو، محکم (قرآن کا وہ حصہ جس میں قانون بیان کیے گئے ہیں) پر عمل کرو، اور متشابہ (قرآن کا وہ حصہ جس میں آخرت کی باتیں بیان ہوئی ہیں مثلاً جنت، دوزخ، عرش، کرسی وغیرہ) پر ایمان رکھو (اور اس کی کرید میں نہ پڑو) اور امثال (قرآن کا وہ حصہ جس میں قوموں کی تباہی کے عبرت ناک قصے بیان ہوئے ہیں) سے عبرت حاصل کرو۔

﴿۲۹﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوْهَا، وَ حَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْداً فَلاَ تَعْتَدُوْهَا، وَ سَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ نے کچھ باتیں فرض کی ہیں تو ان فرائض کو بجالانا، برباد نہ کرنا، اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کا ارتکاب نہ کرنا اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں، ان کو نہ پھلانگنا، اور کچھ باتوں سے بلا بھولے خاموشی اختیار کی ہے تو ان کی کرید میں نہ پڑنا۔

﴿۳۰﴾ عَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِیُّ ﷺ شَيْئًا، فَقَالَ ذٰلِكَ عِنْدَ اَوَانِ ذِهَابِ الْعِلْمِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَ نَحْنُ نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَ نُقْرِئُهُ اَبْنَائَنَا، وَ يُقْرِئُهُ اَبْنَائُنَا اَبْنَائَهُمْ؟ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ زِيَادُ اِنْ كُنْتُ

لَأُرَاکَ مِنْ اَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ، اَوَ لَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُ وْنَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِّمَّا فِيْهِمَا. (ابن ماجہ)

ترجمہ: زیاد بن لبیدؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بات کہی (غالبًا امت پر آنے والے فتنوں کا ذکر کیا) اور فرمایا: ایسا اُس وقت ہوگا جب ''علم'' اُٹھ جائے گا، اس پر میں نے کہا اے اللہ کے رسول علم کیوں کر اُٹھ جائے گا جب کہ ہم لوگ قرآن پڑھ رہے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھا رہے ہیں اور ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھاتی رہے گی؟ حضوؐر نے فرمایا خوب اے زیاد! میں تمھیں مدینہ کے دینی بصیرت رکھنے والوں میں سمجھتا تھا! کیا ایسا نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل کی صرف ''تلاوت'' کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے۔

تشریح: ''علم'' سے مراد وہ علم ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے آتا ہے، یہ حدیث بتاتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ اپنی اولاد کو انبیائی علم سکھانے پڑھانے کا اہتمام کرتے تھے، وہ نبی کی اُمت کے اس طبقہ کی طرح نہ تھے جو ناظرہ قرآن تک پڑھائے بغیر عیسائی مشینری اسکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کرتے ہیں۔

〈۳۱〉 عَنْ اَبِىْ شُرَيْحِ نِ الْخُزَاعِيِّ ؓ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَلَيْسَ تَشْهَدُوْنَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَ طَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ، فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ، فَاِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا وَلَنْ تَهْلِكُوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا. (الترغیب للمنذری)

ترجمہ: ابوشریح خزاعیؓ نے فرمایا ایک دن نبی ﷺ حجرۂ مبارکہ سے نکل کر ہم لوگوں کے پاس آئے، اور فرمایا: کیا تم لوگ گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود، آقا، حاکم) نہیں اور کیا گواہی نہیں دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہم اِن دونوں باتوں کی گواہی دیتے ہیں، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا دیکھو اللہ کی کتاب ــــ قرآن ــــ کا ایک سرا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمھارے ہاتھوں میں ہے، پس قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہنا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور نہ تباہ ہوگے۔

تشریح: یہ حدیث قرآن میں وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کی بہترین تفسیر کرتی ہے، قرآن مجید

دراصل ایک رسی ہے، جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا اہل ایمان کے ہاتھوں میں ہے، جب تک مسلمان اِس رسی کو مضبوطی سے تھامے رہیں گے، اُنھیں خدا کی مدد ملتی رہے گی، دنیا میں بھی عزت وسربلندی اور آخرت میں بھی ابدی راحت!

حبل کے معنی معاہدہ کے بھی آتے ہیں اور معلوم ہے کہ معاہدہ یک طرفہ نہیں ہوتا پس حضور ﷺ کے ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ قرآن دراصل ایک عہد نامہ ہے یہ ایک معاہدہ کی دستاویز ہے جو مسلمانوں اور رب کائنات کے درمیان طے پایا ہے، اس دستاویز میں دو موٹی دفعات ہیں۔ پہلی دفعہ مسلمانوں سے متعلق ہے اور دوسری دفعہ کا تعلق خدا سے ہے، مسلمانوں سے متعلق دفعہ میں یہ تحریر درج ہے کہ اے اللہ ہم تیری کتاب کی روشنی میں زندگی گزاریں گے، تیرے جملہ احکام کو مانیں گے، تیرے بندے بن کر جئیں گے اور تیری بندگی کی حالت میں مریں گے اور خدائی دفعہ میں یہ درج ہے کہ اے مسلمانو! جب تک تم اپنے عہد پر قائم رہو گے تب تک میں دنیا میں تمھارا حامی و ناصر رہوں گا۔ دشمن کے مقابلے میں تم کو غالب و کامران بناؤں گا، لیکن اگر تم نے اپنے عہد میں خیانت کی تو بہ قدر خیانت میری حمایت ونصرت سے محروم ہو جاؤ گے اور اگر عہد شکنی کی تو میری حمایت ونصرت سے کلی طور پر محرومی تمھارا مقدر بن جائے گی۔ اس معاہدہ کا ذکر قرآن میں سورۂ مائدہ آیات ۷ تا ۱۳ میں آیا ہے اور اس کتاب میں آگے کے ابواب میں نبی ﷺ کے ارشادات میں معاہدۂ خداوندی کو توڑنے کا انجام ناظرین کے سامنے آئے گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امت مسلمہ کو اپنے رب سے تجدیدِ معاہدہ کی توفیق ملے اور رب کی معاہدہ شکنی کے وبال اور رسوا کن نتائج سے نجات پائے۔

(۶) آخرت پر ایمان

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں انسانوں کی زندگی کے پورے ریکارڈ کی جانچ ہوگی، جن کے اعمال پسندیدہ ہوں گے وہ انعام پائیں گے اور جن کے اعمال گندے ہوں گے وہ سزا پائیں گے سزا بھی لامحدود اور انعام بھی لامحدود، سکھ بھی ہمیشہ کا، دکھ بھی ہمیشہ کا! ذیل میں آخرت سے متعلق کچھ احادیث درج کی جاتی ہیں، جن سے آخرت کے مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

﴿۳۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهُ رَاْىُ عَيْنٍ، فَلْيَقْرَءْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ، اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ. (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اس دنیا میں رہتے ہوئے قیامت کے دن کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو یہ تین سورتیں پڑھ لے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (ان تینوں سورتوں میں نہایت موثر انداز میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے)۔

﴿۳۳﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ، قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْاٰيَةَ "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ وَ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰى ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَيَّ كَذَا وَ كَذَا يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے آیت يَوْمَئِذٍ الخ پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے "اُس دن زمین اپنے حالات بیان کرے گی" اور پھر پوچھا کہ جانتے ہو کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ و رسول ہی اس سے خوب واقف ہیں۔ آپ نے بتایا زمین قیامت کے دن گواہی دے گی کہ فلاں بندے اور فلاں بندی نے فلاں دن اور فلاں وقت میری پیٹھ پر برا یا اچھا کام کیا۔

منافقت کا انجام بد

﴿۳۴﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ... فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَىْ فُلْ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَ اُسَوِّدْكَ وَ اُزَوِّجْكَ وَ اُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَ اَذَرْكَ تَرْاَسُ وَ تَرْبَعُ؟ فَيَقُوْلُ بَلٰى، قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ؟ فَيَقُوْلُ لَا، فَيَقُوْلُ فَاِنِّىْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِىْ ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِىَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ، ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَ كِتَابِكَ وَ بِرُسُلِكَ وَ صَلَّيْتُ وَ صُمْتُ وَ تَصَدَّقْتُ وَ يُثْنِىْ بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ، فَيَقُوْلُ

هٰهُنَا اِذًا، ثُمَّ يُقَالُ اَلْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ، فَيَتَفَكَّرَ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَاالَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ؟ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَ يُقَالُ لِفَخِذِهٖ اِنْطِقِيْ، فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَ عِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ، وَ ذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ، فَذَالِكَ الْمُنَافِقُ وَ ذٰلِكَ الَّذِيْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...(قیامت کے دن) ایک بندہ خدا کے حضور آئے گا، خدا اس سے کہے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت وشرف نہیں بخشا تھا؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا۔ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا تیرے قبضہ میں گھوڑے اور اونٹ نہیں دیے تھے؟ کیا ہم نے تجھے موقع نہیں دیا تھا کہ تو اپنی حکومت چلاتا تھا اور لوگوں سے مالیہ وصول کرتا تھا؟ وہ اِن نعمتوں کا اقرار کرے گا، پھر اللہ اس سے پوچھے گا کیا تو یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ ایک دن ہمارے سامنے پیش ہوگا؟ وہ کہے گا نہیں، میں اس دن کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا، تو اللہ اس سے فرمائے گا، جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھلائے رکھا، اسی طرح آج میں تجھے بھلا دوں گا (نظر انداز کر دوں گا، رحمت سے محروم کر دوں گا)۔ پھر ایسا ہی ایک دوسرا (منکرِ قیامت) خدا کے حضور آئے گا اور اس سے بھی اسی طرح سوال وجواب ہوگا، پھر ایک تیسرا شخص پیش ہوگا اور اس سے بھی وہی باتیں پوچھی جائیں گی، جو پہلے دو آدمیوں سے پوچھی گئی تھیں، تو یہ جواب میں کہے گا اے میرے رب میں تجھ پر ایمان لایا تھا، میں نماز پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا اور تیری راہ میں اپنی کمائی دولت خرچ کرتا تھا، اسی طرح تیز وطرار زبان سے اپنے بہت سے دینی اعمال گنائے گا تب اللہ اس سے کہے گا بس رک جاؤ یہیں کھڑے رہو، ہم ابھی تیرے بارے میں دوسرے گواہی دینے والوں کو بلاتے ہیں، تو وہ اپنے جی میں کہے گا بھلا وہ کون ہے جو میرے بارے میں گواہی دے گا، چناں چہ اس کے جھوٹ بولنے والے منہ کو بند کر دیا جائے گا اور اس کی ران، گوشت اور ہڈیوں سے پوچھا جائے گا تو وہ سب اس شخص کے ایک ایک مکارانہ ریاکارانہ عمل کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں گے اور اس طرح باتیں بنانے کا دروازہ بند کر دے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ آدمی ہے جس نے دنیا میں منافقت برتی، یہ وہ شخص ہے جس پر خدا کا غصہ بھڑکا۔

〈۳۵〉 عَنْ عَائِشَةَ رضؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَالْحِسَابُ الْيَسِيْرُ؟ قَالَ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيَتَجَاوَزُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَنْ نُّوْقِشَ الْحِسَابُ يَا عَائِشَةُ ـ هَلَكَ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بعض نمازوں میں یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اے اللہ مجھ سے آسان حساب لیجیو'' میں نے پوچھا اے اللہ کے نبیؐ آسان محاسبہ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: آسان محاسبہ یہ ہے کہ اللہ بندے کا نامۂ اعمال دیکھے گا اور اس کی برائیوں سے درگزر فرمائے گا، پھر فرمایا: اے عائشہ! حساب لیتے وقت جس سے ایک ایک عمل پر جرح کی گئی وہ تباہ ہوا۔

تشریح: قرآن مجید اور دوسری بہت سی حدیثوں میں یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ پر چلیں گے، جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کو بجالائیں گے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے، ان کے قریب نہ جائیں گے، تو اللہ حساب کے دن ان پر رحمت فرمائے گا، چھوٹی غلطیوں سے چشم پوشی کرے گا اور جنت میں بسائے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ فرض اور واجب حکموں کو جانتے بوجھتے توڑیں گے، اور جن گناہوں سے منع کیا گیا ہے، انھیں گناہ جانتے ہوئے کریں گے تو ایسے لوگوں سے حساب لیتے وقت سختی برتی جائے گی، ایک ایک غلطی پر جرح کی جائے گی۔ ظاہر ہے ایسا شخص برے انجام سے کیوں کر بچ سکے گا۔

〈۳۶〉 عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رضؓ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ يَقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور پوچھا کہ حضورؐ اس دن جس کے بارے میں یَوْمَ يَقُوْمُ الخ کی آیت آئی ہے بھلا اُس دن کون اللہ کے حضور کھڑا رہ سکے گا (جب کہ وہ ایک دن ہزار برس کے برابر ہوگا) تو آپؐ نے فرمایا: وہ دن مومن کے لیے ہلکا اور مختصر ہوگا فرض نماز کی طرح۔

تشریح: حضرت ابوسعید خدریؓ کو کس درجہ آخرت کی فکر تھی۔ یہ حدیث اس پر روشنی ڈالتی ہے،

اُنھیں آپؐ نے بتایا اُس دن کی سختی تو مجرموں اور باغیوں کے لیے ہے، انھیں وہ ایک دن ہزار برس کا معلوم ہوگا، مصیبت میں گرفتار آدمی کا دن لمبا ہوتا ہے کاٹے نہیں کٹتا، باعمل مسلمانوں کے لیے وہ دن ہلکا ہوگا، راحت کا دن ہوگا، اسی دن کے سکھ کے لیے تو انھوں نے دنیا میں ہر طرح کے دکھ اٹھائے تھے!!

﴿۳۷﴾ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِى النَّارِ صِبْغَةً، ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لاَ وَاللّٰهِ يَا رَبِّ، وَ يُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِى الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ فِى الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُوْلُ لاَ وَاللّٰهِ مَا مَرَّ بِىْ بُؤْسٌ وَلاَ رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کے سب سے زیادہ خوش حال جہنم کے مستحق آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ جب آگ اس کے جسم پر اپنا پورا اثر دکھائے گی تب اس سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹے کبھی تو نے اچھی حالت دیکھی ہے؟ تجھ پر کبھی عیش و آرام کا دور گزرا ہے؟ وہ کہے گا نہیں تیری قسم اے میرے رب کبھی نہیں؟ پھر دنیا میں انتہائی تنگی کی حالت میں زندگی گزارنے والے مستحق جنت آدمی کو لایا جائے گا اور جنت میں رکھا جائے گا۔ جب اس پر جنت کی نعمتوں کا رنگ خوب چڑھ جائے گا تب اس سے پوچھا جائے گا اے آدم کے بیٹے دنیا میں کبھی تو نے تنگی دیکھی ہے؟ کبھی تجھ پر تکلیفوں کا دور آیا ہے، وہ کہے گا نہیں اے میرے رب میں کبھی تنگ دستی اور محتاجی میں گرفتار نہیں ہوا، مجھ پر تکلیفوں کا کوئی دور کبھی نہیں آیا۔

یہ چند احادیث آخرت کے عنوان کے تحت پیش کی گئیں، آئندہ اس کتاب میں آخرت سے متعلق بہت سی چیزیں آئیں گی جن میں نصیحت کا پورا سامان ہے اور جن سے عقیدۂ آخرت کے تقاضوں پر روشنی پڑتی ہے۔

عبادات

نماز اور اس کے متعلقات

مسواک اور رضائے الٰہی

〈۳۸〉 عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلسِّوَاکُ مَطْھَرَۃٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ مَجْلاَۃٌ لِلْبَصَرِ. (المنذری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسواک کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے (کیڑے مرجاتے ہیں)۔ خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور (جیسا کہ ایک دوسری روایت میں ہے) اس سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔

وضو، مسلم کی پہچان

〈۳۹〉 عَنِ ابْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ سُؤَالِ جِبْرَائِیْلَ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَنْ تُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَ تَحُجَّ وَ تَعْتَمِرَ وَ تَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ وَ اَنْ تُتِمَّ الْوُضُوْءَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ، قَالَ فَاِذَا فَعَلْتُ ذٰلِکَ فَاَنَا مُسْلِمٌ؟ قَالَ نَعَمْ.

(المنذری بحوالہ صحیح ابن خزیمۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جبریلؑ نے آپؐ سے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم خدا کی توحید اور نبی کی رسالت کی گواہی دو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، حج وعمرہ کرو، نہانے کی ضرورت پڑ جائے تو نہاؤ، اچھے طریقہ سے وضو کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، جبریلؑ نے کہا اگر میں یہ سب کرلوں تو ''مسلم'' ہو جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیثِ جبریلؑ کے نام سے مشہور ہے، یہاں اس ٹکڑے کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اچھی طرح وضو کرے یعنی سنت کے مطابق وضو کرے، ٹھیک سے وضو کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ نماز میں دل لگے گا، خشوع وخضوع میں اضافہ ہوگا اور شیطان کا حملہ کم سے کم ہوگا اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

کامل نماز باعثِ مغفرت

﴿۴۰﴾ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَنْ اَحْسَنَ وَضُوْءَ هُنَّ وَ صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَ اَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَ سُجُوْدَهُنَّ، كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ. (ابوداؤد)

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں جنھیں اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے، تو جس نے بہتر طریقہ پر وضو کیا اور وقت پر نماز پڑھی اور رکوع اور سجدے ٹھیک سے کیے اور اس کا دل اللہ کے سامنے نماز میں جھکا رہا، تو اللہ کا معاہدہ ہے اُس سے مغفرت کا، اور جس نے یہ سب نہ کیا تو اس سے اللہ کا معاہدہ نہیں، وہ چاہے گا تو بخش دے گا، چاہے گا عذاب دے گا (مغفرت اور عذاب میں سے جس کا وہ مستحق ہوگا وہ ملے گا، اس کی مشیت اندھی بہری نہیں ہے، بلکہ علیم وخبیر خدا استحقاق کی بنیاد پر معاملہ کرتا ہے)۔

نماز کی اہمیت

﴿۴۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ، فَاِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ سَائِرُ عَمَلِهٖ، وَ اِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ. (المنذری بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن قرط کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر بندہ اس میں پورا اُترا تو بقیہ اعمال میں بھی کامیاب ہوگا۔ اور اگر نماز میں پورا نہ اترا تو بقیہ سارے اعمال خراب ہو جائیں گے۔

تشریح: نماز عقیدۂ توحید کی عملی شکل ہے، اور دین کی بنیاد ہے اگر بنیاد مضبوط ہو تو عمارت مستحکم ہوگی اور بنیاد کمزور ہو تو عمارت کمزور ہوگی۔

آتشِ معصیت بجھانے کا وقت

﴿۴۲﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یُنَادِیْ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ یَا بَنِیْ آدَمَ قُوْمُوْا اِلٰی نِیْرَانِکُمُ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمُوْھَا فَاطْفِؤُھَا. (المنذری بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: ہر نماز کے وقت اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ منادی کرتا ہے کہتا ہے اے آدم کے بیٹو! گناہ کی جو آگ تم نے بھڑکائی ہے اسے بجھانے کے لیے اُٹھو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دو نمازوں کے درمیانی وقفہ میں چھوٹی بڑی بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں، اور یہی غلطیاں اُس دوسری دنیا میں آگ کی شکل اختیار کریں گی، جس کے بجھانے کی شکل فرشتہ یہ بتاتا ہے ''اپنی بھڑکائی ہوئی آگ بجھانے کے لیے مسجد میں آؤ، نماز پڑھو، خدا سے معافی مانگو، نماز و توبہ ہی سے یہ آگ بجھتی ہے، صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں یَمْحُوْبِھِنَّ الْخَطَایَا ''پانچ وقت کی نمازوں کے ذریعہ اللہ خطائیں مٹاتا ہے۔'' نماز اگر حقیقی نماز ہو تو انسان کی زندگی کو برائیوں سے پاک کرتی ہے۔

منافقانہ نماز

﴿۴۳﴾ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَ کَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلاً. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ منافق کی نماز ہے، وہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی شعاعیں زرد ہو جاتی ہیں اور مشرکین کی سورج پوجا کا وقت آ جاتا ہے تب یہ اُٹھتا ہے اور جلدی جلدی چار رکعتیں مار لیتا ہے، یہ اللہ کو اپنی نماز میں ذرا بھی یاد نہیں کرتا۔

نماز کی چوری

﴿۴۴﴾ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَسْوَءُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ

يَسْرِقُ مِنْ صَلٰوتِهٖ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنَ الصَّلٰوةِ؟ قَالَ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا. (المنذری بحوالہ طبرانی وصحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: ابوقتادہؓ کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ نماز میں چوری کا مطلب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نماز میں چوری یہ ہے کہ وہ رکوع وسجدہ ٹھیک سے نہ کرے۔

ضیاعِ نماز سے احساسِ ذمے داری ختم ہوجاتا ہے

﴿۴۵﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَ حَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ، وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے اسلامی حکومت کے گورنروں کو یہ حکم تحریری طور پر بھیجا ''تمھاری تمام ذمے داریوں میں سب سے زیادہ اہمیت میرے نزدیک نماز کی ہے، تو جو شخص اپنی نمازوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے گا (ٹھیک طریقہ سے نماز پڑھے گا) اور دیکھ بھال کے ساتھ پابندی کرے گا تو وہ اپنے پورے دین کی حفاظت کرے گا، اور جس نے اپنی نماز برباد کی وہ دوسرے معاملات اور ذمے داریوں کا بدرجۂ اولیٰ برباد کرنے والا ثابت ہوگا۔''

مسجد سے شغف ایمان کی دلیل ہے

﴿۴۶﴾ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ. (ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو مسجدوں کا عادی پاؤ (پابندی سے مسجد میں نماز باجماعت پڑھتے ہوئے دیکھو) تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔

نماز باجماعت انفرادی نماز سے بدرجہا افضل ہے

﴿۴۷﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز کے مقابلے میں جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

﴿۴۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ، اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ، وَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَ اِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةَ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ، (وَفِىْ رِوَايَةٍ) قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا، فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى، وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ. (مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں ہمارا حال یہ تھا کہ ہم میں سے کوئی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا، سوائے کھلے ہوئے منافق کے جسے سب جانتے تھے، اور سوائے مریض کے بلکہ اس زمانے میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ مرض میں مبتلا ہوتے، پھر بھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں پہنچتے اور جماعت میں شرکت کرتے۔ نیز عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم کو سنت ہدیٰ سکھائی (سنت ہدیٰ ان سنتوں کو کہتے ہیں جن کو قانونی حیثیت حاصل ہے، جن پر عمل کرنے کی امت کو ہدایت کی گئی ہے) اور سنت ہدیٰ میں سے نماز باجماعت بھی ہے جو اس مسجد میں پڑھی جائے گی، جس میں اذان ہوتی ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ مطیع و فرماں بردار بندے کی حیثیت میں کل قیامت کے دن اللہ سے ملے تو اسے چاہیے کہ پنج وقتہ نمازیں پابندی سے مسجد میں پڑھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبیؐ کو قانونی سنتوں کی تعلیم دی ہے اور یہ باجماعت نمازیں قانونی سنتوں میں سے ہیں، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسے کہ یہ منافقین پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبیؐ کے طریقہ کو چھوڑ دو گے اور اگر آں حضورؐ کا طریقہ چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

نماز باجماعت کے عدم قیام کا نقصان

﴿۴۹﴾ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ ثَلاَ ثَةٍ فِیْ قَرْیَةٍ وَلاَ بَدْوٍ لاَ تُقَامُ فِیْهِمُ الصَّلٰوةُ اِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطَانُ فَعَلَیْکَ بِالْجَمَاعَةِ، فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِیَةَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی بستی یا دیہات میں تین مسلمان ہوں اور وہاں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی جاتی ہو، تو ان پر شیطان غلبہ پالیتا ہے، تو اے لوگو! نماز باجماعت کی پابندی کرو، کیوں کہ بھیڑیا اُس بکری کو کھا جاتا ہے جو اپنے گلے سے دور اور چرواہے کی حفاظت سے محروم ہو جاتی ہے۔

بلا عذر ترک جماعت کا انجام

﴿۵۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ فَلَمْ یَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ (عُذْرٌ) قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ؟ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ ــ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ صَلّٰی. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے خدا کی طرف بلانے والے موذن کی اذان سنی اور اسے کوئی عذر بھی لاحق نہیں ہے پھر بھی اس نے اکیلے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو اس کی یہ نماز قیامت کے دن مقبول نہ ہوگی، لوگوں نے پوچھا عذر کا مطلب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ڈر یا بیماری۔

تشریح: ''ڈر'' سے مراد جان کے جانے کا ڈر ہے، راستہ میں کوئی درندہ ہے یا اژدھا ہے وغیرہ۔ اور مرض سے مراد وہ حالت ہے جس کی وجہ سے مسجد جانے میں زحمت محسوس کرے، یہ بات مریض ہی سمجھ سکتا ہے اور معاملہ اللہ اور اس کے درمیان ہے! پس اپنے نفس کو حد سے زیادہ الاؤنس دینا خطرناک ہے، غیر معمولی ٹھنڈک، آندھی اور طوفانی بارش بھی عذر میں شامل ہیں، اسی طرح عین وقت پر چھوٹے یا بڑے استنجا کی ضرورت پیش آ جائے تو یہ بھی عذرِ شرعی ہے۔

فجر و عصر کی اہمیت

﴿۵۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلاَئِکَةٌ

بِاللَّیْلِ وَ مَلٰئِکَۃٌ بِالنَّھَارِ، وَ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْئَلُھُمْ رَبُّھُمْ وَھُوَ اَعْلَمُ بِھِمْ کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَکْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَ اَتَیْنَاھُمْ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ فرشتے رات میں ان کی ڈیوٹی ہوتی ہے اور کچھ کی دن میں، یہ باری باری تمھارے اندر آتے ہیں اور فجر وعصر کی نمازوں میں اکٹھا ہوتے ہیں، نماز فجر سے فارغ ہو کر رات والے چلے جاتے ہیں، اسی طرح عصر کی نماز تمھارے ساتھ ادا کرنے کے بعد دن والے چلے جاتے ہیں اور رات والے رہ جاتے ہیں، جب یہ اپنے رب کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں اے رب! ہم نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا، اور جب ان کے پاس اپنی ڈیوٹی پر پہنچے تو جب بھی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔

تشریح: یہ حدیث عصر اور فجر کی اہمیت اچھی طرح واضح کرتی ہے، ہم گنہگار نمازیوں کی اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہوگی کہ عصر اور فجر میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھنا نصیب ہو جائے! فجر کا وقت میٹھی نیند کا وقت ہوتا ہے اور عصر کا وقت شدید مشغولیت کا، اللہ کے بندے اپنی میٹھی نیند کو خدا کی پکار پر قربان کرتے اور تمام کاروباری مصروفیتیں چھوڑ کر فجر وعصر کی جماعت میں شریک ہوتے ہیں، ایسے ہی بندوں کی تعریف سورۂ نور میں کی گئی ہے فرمایا رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ (النور:۳۷) یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جنھیں غافل نہیں کرتی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز با جماعت سے، ان کو غافل کرنے والی چیزیں نماز سے غافل کیوں نہیں کر پاتیں؟ اس کا ذکر آگے کے جملے میں کیا گیا یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ○ یعنی انھیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے حساب کے دن کا کہ اگر اللہ کی یاد سے غفلت برتی تو اسے کیا منہ دکھائیں گے، یہی دھڑکا انھیں بے چین کیے رہتا ہے غافل نہیں ہونے دیتا۔

اسلام کا آخری شیرازہ نماز ـــــ شیرازۂ اسلام کا بکھرنا

〈۵۲〉 عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَتُنْقَضَنَّ عُرَی الْاِسْلَامِ عُرْوَۃً عُرْوَۃً، فَکُلَّمَا انْتَقَضَتْ عُرْوَۃٌ تَشَبَّثَ النَّاسُ بِالَّتِیْ تَلِیْھَا، فَاَوَّلُھُنَّ نَقْضًا

اَلْحُکْمُ وَ اٰخِرُھُنَّ الصَّلٰوۃُ. (ترغیب بہ حوالہ صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایک ایسا وقت آئے گا جب اسلام کے شیرازے ایک ایک کر کے اُدھڑنا شروع ہوں گے، تو جب کوئی شیرازہ اُدھڑے گا تو لوگ بجائے اس کو درست کرنے کے بقیہ پر قناعت کر لیں گے، چناں چہ سب سے پہلے حکومت عادلہ (خلافت راشدہ) کا شیرازہ بکھرے گا اور آخر میں نماز کا شیرازہ بھی بکھر جائے گا۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ دین کی بنیادیں ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ ختم ہوتی جائیں گی، سب سے پہلے مسلم معاشرہ کا محافظ ادارہ۔ خلافت الٰہیہ، اسلام کا سیاسی نظام عدل ــ ختم ہوگا پھر زوال کی رفتار بڑھتی جائے گی، یہاں تک کہ اس زنجیر کی آخری کڑی بھی ٹوٹ جائے گی، اُمت کی اکثریت نماز کی تارک ہو جائے گی، اور یہ اُمت کے زوال کا آخری نقطہ ہوگا ــ اب اُمت اس آئینہ نبوی میں اپنی تصویر دیکھ سکتی ہے، اور اپنی بگاڑی ہوئی تصویر بنا سکتی ہے اصلاح کا آغاز نماز سے کرے اور اپنی جدوجہد کی غایت نظامِ حکم اللہ قرار دے۔

نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے

〈۵۳〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ، سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ فِیْ بَیْتِیْ اَوِ الصَّلٰوۃُ فِی الْمَسْجِدِ؟ قَالَ اَلاَ تَرٰی اِلٰی بَیْتِیْ مَا اَقْرَبَہٗ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَلَاَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَسْجِدِ اِلاَّ اَنْ تَکُوْنَ صَلٰوۃً مَکْتُوْبَۃً. (مسند احمد، ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (نفل) نماز اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (مگر میں اپنے حجرے میں ہی پڑھتا ہوں)۔ (نفل) نماز گھر میں پڑھنا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، مسجد میں پڑھنے سے البتہ فرض نماز مسجد ہی میں (جماعت سے) پڑھی جائے گی۔

امام کی ذمہ داری

〈۵۴〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ وَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ ضَامِنٌ مَسْئُوْلٌ لِمَا ضَمِنَ، وَ اِنْ اَحْسَنَ کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ

اَجْرِ مَنْ صَلّٰی خَلْفَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا. وَمَا کَانَ مِنْ نَقْصٍ فَهُوَ عَلَیْهِ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کی امامت کرے اسے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے (نیک اعمال کرے اور گناہ کے کاموں سے بچے)۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لوگوں کی نمازوں کا ذمہ دار ہے اور اس کے بارے میں اس سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی، اگر اُس نے بہتر طریق پر امامت کی، تو مقتدیوں کے برابر اس کو اجر ملے گا، اور مقتدیوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور اس سے جو بھی کوتاہی سرزد ہوگی اس کا وبال اُسی پر پڑے گا (مقتدی حضرات پر اس کا وبال نہ آئے گا)۔

مقتدیوں کی رعایت

﴿۵۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ، فَاِنَّ فِیْهِمُ الضَّعِیْفَ وَالسَّقِیْمَ وَالْکَبِیْرَ، وَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْیُطَوِّلْ مَا شَاءَ. (بخاری، ریاض الصالحین وغیرہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو (حالات کا اندازہ کرکے اور نمازیوں کا لحاظ کرتے ہوئے) ہلکی نماز پڑھائے، اس لیے کہ تمھارے پیچھے کمزور بھی ہوں گے بیمار بھی ہوں گے، اور بوڑھے لوگ بھی، البتہ جب کوئی اپنی انفرادی نماز پڑھے تو جتنی لمبی نماز پڑھنی چاہے پڑھے۔

﴿۵۶﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا، فَمَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ یَوْمَئِذٍ، فَقَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ، فَاَیُّکُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْیُوْجِزْ، فَاِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْکَبِیْرَ وَالصَّغِیْرَ وَ ذَا الْحَاجَةِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابن مسعودؓ کہتے ہیں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اور عرض کیا فلاں امام صاحب فجر کی نماز لمبی پڑھاتے ہیں، اس وجہ سے میں فجر کی نماز ان کے پیچھے نہیں پڑھ پاتا، (ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ) میں نے کسی وعظ و تقریر میں نبیؐ کو اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جتنا اُس دن

کے وعظ میں غضب ناک دیکھا، آپؐ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم میں بعض امامت کرنے والے اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت سے بدکانے اور متنفر کرنے والے ہیں، (خبردار) تم میں سے جو بھی امامت کرے مختصر نماز پڑھائے اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے بھی ہوں گے اور بچے بھی اور کام کاج پر نکلنے والے ضرورت مند بھی۔

تشریح: ''مختصر نماز'' کا مطلب یہ ہے کہ رکوع وسجدہ ٹھیک سے ادا کریں، نہ لمبی قرأت، نہ لمبے رکوع وسجود، رکوع وسجود میں تین بار تسبیح پڑھیں اس طرح کہ ہر بار سانس توڑ دیں، بس یہ کافی ہے خاص طور پر دیہاتوں میں اور تاجروں کی مساجد میں اور گرمی کے موسم میں۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں چھوٹی عمر کے لڑکے بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

مختصر قرأت

﴿۵۷﴾ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَاْتِى فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ، فَصَلّٰى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوْا لَهُ نَافَقْتَ يَا فُلَانُ، قَالَ لَا، وَاللّٰهِ لَآتِيَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ، وَ اِنَّ مُعَاذًا صَلّٰى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ اَتٰى قَوْمَهُ فَافْتَتَحَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مُعَاذٍ فَقَالَ اَفَتَّانٌ اَنْتَ، اِقْرَاْ وَالشَّمْسِ وَ ضُحَاهَا، وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى، وَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں، معاذ بن جبلؓ نبی ﷺ کی امامت میں نماز پڑھتے پھر جاکر اپنی قوم کی امامت فرماتے، چناں چہ ایک رات عشاء کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی پھر جاکر امامت کی اور سورۂ بقرہ شروع کردی۔ تو ایک آدمی نے سلام پھیر دیا اور الگ اپنی نماز پڑھ کر گھر چلا گیا۔ دوسرے نمازیوں نے نماز پڑھنے کے بعد اس سے کہا کیا تم منافق ہوگئے؟ اس نے کہا نہیں منافق نہیں ہوں، میں بہ خدا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور معاذ کی لمبی نماز کا قصہ بیان کروں گا، چناں چہ وہ آپؐ کے پاس گیا اور کہا اے اللہ کے رسول! ہم آب پاشی کے اونٹ

رکھتے ہیں، دن بھر اجرت پر لوگوں کے باغوں اور کھیتوں کی سینچائی کا کام کرتے ہیں اور معاذ کا حال یہ ہے کہ عشاء کی نماز آپ کے ساتھ پڑھ کر گئے اور ہماری مسجد میں سورۂ بقرہ شروع کردی (ہم دن بھر کے تھکے ماندے کیسے اتنی دیر تک کھڑے رہ سکتے ہیں)۔ آپ یہ سن کر معاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالو گے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى، سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھا کرو۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ معاشی توازن کے لیے

﴿۵۸﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ ھِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاءِ ھِمْ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان معاشرہ پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے ضرورت مندوں کو لوٹائی جائے گی۔

تشریح: صدقہ کا لفظ قانونی زکوٰۃ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے اور اس کا اطلاق اس مال پر بھی ہوتا ہے جو آدمی بہ طور خود اپنی خوشی سے خدا کی راہ میں دیتا ہے۔

''لوٹائی جائے گی'' کا لفظ صاف صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ دراصل مسلم معاشرہ کے غریبوں کا ''حق'' ہے، جو انھیں دلوایا جائے گا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام

﴿۵۹﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ آتَاہُ اللّٰہُ مَالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَہٗ مُثِّلَ لَہٗ مَالُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَہٗ زَبِیْبَتَانِ طَوَّقَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلَھْزِمَتَیْہِ یَعْنِیْ شِدْقَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلاَ وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الآیۃ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کو اللہ نے (زائد از ضرورت) مال دیا اور اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی، تو اس کا مال قیامت کے دن نہایت زہریلے سانپ کی شکل اختیار کرے گا، جس کے سر پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (جو انتہائی زہریلا ہونے کی علامت ہے)۔ اور وہ اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا (محبوب) مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں (جسے تو نے جمع کر رکھا تھا اور زکوٰۃ نہیں نکالی تھی)۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلَا يَحْسَبَنَّ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے ''وہ لوگ جو اپنا مال خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ اُن کا یہ مال ان کے حق میں بہتر ثابت ہوگا، نہیں بلکہ یہ ان کے گلے کا طوق بنے گا (سخت تباہی کا باعث ہوگا)۔''

زکوٰۃ نہ دینا مال کی تباہی کا موجب ہے

﴿۶۰﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالاً قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس مال کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے اور اسی میں ملی جلی رہے تو وہ مال کو تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔

زکوٰۃ کی دین میں اہمیت

﴿۶۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اُمِرْنَا بِاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ مَنْ لَّمْ يُزَكِّ فَلاَ صَلٰوةَ لَهٗ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ يَنْفَعُهٗ عَمَلُهٗ. (ترغیب بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے، اور جو شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے تو اس کی نماز اللہ کے یہاں مقبول نہ ہوگی اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے ''ایسا شخص مسلم نہیں ہے، جس کو اس کا عمل قیامت میں نفع دے۔''

زکوٰۃ خدا کا حق ہے

﴿۶۲﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا اَدَّيْتَ زَكٰوةَ مَالِكَ فَقَدْ قَضَيْتَ مَا عَلَيْكَ، وَ مَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ فِيْهِ اَجْرٌ وَّ كَانَ اِصْرُهٗ عَلَيْهِ. (صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ (مفروضہ) دے دی تو تم اللہ کے حق سے سبک دوش ہو گئے، اور جس نے حرام مال جمع کیا اور اسے اللہ کی راہ میں دیا تو اس پر اسے کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ الٹا گناہ ہو گا۔

عید الفطر کی زکوٰۃ

﴿۶۳﴾ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرًا لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فطرہ کی زکوٰۃ اُمت پر واجب کیا تا کہ لغو اور بے حیائی کی باتوں سے جو روزہ کی حالت میں روزہ دار سے سرزد ہو جاتی ہیں کفارہ بنے اور غریبوں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہو جائے۔

تشریح: مطلب یہ کہ فطرہ نکالنے کی دو مصلحتیں ہیں، ایک یہ کہ روزہ کی حالت میں جو کوتاہیاں باوجود کوشش کے ہو جاتی ہیں اس کی تلافی ہو جائے اور دوسری مصلحت یہ کہ اُس دن معاشرہ کے غریب لوگوں کے گھر فاقہ نہ ہو غالباً یہی وجہ ہے کہ گھر کے تمام افراد پر صدقہ فطر واجب کیا گیا اور نماز عید سے پہلے دینے کی تاکید کی گئی ہے۔

غلہ کی زکوٰۃ

﴿۶۴﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِيًّا اَلْعُشْرُ، وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ. (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: جو زمینیں بارش کے پانی سے یا بہتے چشمے سے سیراب ہوتی ہوں یا دریا سے قریب ہونے کی وجہ سے پانی دینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو، ان کی پیداوار کا دسواں حصہ بہ طور زکوٰۃ نکالا جائے گا، اور جن زمینوں کو سینچنے کی ضرورت پڑتی ہے ان کی پیداوار کا بیسواں حصہ نکالا جائے گا۔

روزہ

روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے

﴿۶۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوةٌ وَ زَكٰوةُ الْجَسَدِ اَلصَّوْمُ، وَالصِّیَامُ نِصْفُ الصَّبْرِ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر گندگی کو دور کرنے کے لیے اللہ نے کوئی نہ کوئی چیز بنائی ہے اور جسم کو (روحانی گندگی اور بیماریوں سے) پاک کرنے والی چیز روزہ ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۔

تشریح: جدید طبی تحقیقات کی رو سے تمام مسلم اور غیر مسلم ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی طرز پر روزہ رکھنے سے مہلک امراض قلب سے نجات مل جاتی ہے، جرمنی اور امریکہ میں ایسے شفاخانے موجود ہیں جن میں خطرناک امراض کا علاج صرف روزہ سے کیا جاتا ہے۔

روزہ کے نصف صبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دوسری عبادتوں سے زیادہ خالص اور شائبہ ریا سے پاک ہے اس لیے اس سے نفس پر قابو پانے کی جو قوت حاصل ہوتی ہے، وہ دوسری تمام عبادتوں سے حاصل ہونے والی قوت سے نصف کے برابر ہوگی۔ واللہ اعلم

روزہ اور تراویح کا اجر

﴿۶۶﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کے ساتھ اجر آخرت کی نیت سے

رمضان کے روزے رکھے تو اللہ اس کے ان گناہوں کو معاف کر دے گا، جو پہلے ہو چکے ہیں اور جس شخص نے ایمان کے ساتھ اجر آخرت کی نیت سے رمضان میں تراویح پڑھی تو اللہ اس کے پہلے کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ مغفرت دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے اول یہ کہ وہ مومن ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ایمان لائے اگر کوئی رمضان کے روزے رکھے گا تو اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا، دوسری شرط یہ کہ روزہ رکھنے کا محرک صرف خدا کی خوشنودی اور آخرت میں اجر پانے کی نیت ہو، اگر نیت کچھ اور ہے تو ایسے مسلمان کے روزوں کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں، اخلاص نیت کے باب کی حدیثیں دوبارہ دیکھ لیجئے۔

جن گناہوں کے معاف کرنے کا وعدہ اس حدیث میں کیا گیا ہے ان سے وہ گناہ مراد ہیں جن کا تعلق خدا سے ہے، رہے وہ گناہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں وہ معاف نہ ہوں گے، ان کی معافی کی صرف ایک شکل ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی صاحبِ حق کو اس کا حق لوٹا دے یا وہ اِسی دنیا میں معاف کر دے، مزید تفصیل اگلے ابواب کی بعض حدیثوں کے ذیل میں آئے گی۔

روزہ کو خراب کرنے والی چیزیں

﴿۶۷﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ، وَ اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلاَ یَرْفُثْ وَلاَ یَصْخَبْ، فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: روزہ (شیطان اور شیطانی کاموں سے بچانے والی) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو زبان سے فحش بات نہ نکالے نہ شور و ہنگامہ کرے، اور اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو روزہ دار یہ سوچے کہ میں تو روزہ سے ہوں (میرے مناسب حال یہ نہیں ہے کہ گالی دوں اور لڑائی کروں)۔

روزہ کی روح

﴿۶۸﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ، فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَ شَرَابَہٗ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: جس شخص نے (روزہ رکھنے کے

باوجود) جھوٹ بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے سے کوئی دلچسپی اور مطلب نہیں۔

تشریح: یعنی روزہ رکھوانے سے مقصود انسان کو نیک بنانا ہے اگر وہ نیک نہ بنا، اگر اس نے نیکی اور تقویٰ پر اپنی زندگی کی عمارت نہ اٹھائی، رمضان میں روزہ رکھ کر باطل اور ناحق بات کہتا اور کرتا رہا تو ایسے شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ آخر کیوں صبح سے شام تک بھوکا اور پیاسا رہا!

روزہ میں ریا سے پرہیز

〈۶۹〉 قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَؓ : اِذَا صَامَ فَلْيَدَّهِنْ لاَ يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ الصَّوْمِ.

(الادب المفرد للبخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: جب آدمی روزہ رکھے تو چاہیے کہ تیل لگائے، اس پر روزہ کے آثار ظاہر نہ ہوں۔

تشریح: یعنی روزہ کی نمایش سے بچے نہا دھولے، تیل لگالے تاکہ روزہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی سستی اور اضمحلال دور ہو جائے۔ روزہ کی نمایش روزہ کے لیے تباہ کن ہے۔

سفر میں رخصت

〈۷۰〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلاَ الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم (رمضان میں) نبی ﷺ کے ساتھ سفرِ جہاد کرتے (کچھ لوگ روزہ رکھتے کچھ نہ رکھتے) تو روزہ رکھنے والے اعتراض نہ کرتے روزہ نہ رکھنے والوں پر اور غیر روزہ دار اعتراض نہ کرتے روزہ رکھنے والوں پر۔

تشریح: مسافر کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، جو شخص بہ آسانی سفر میں روزہ رکھ سکے تو اس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور جسے زحمت ہو اس کے لیے نہ رکھنا افضل ہے کسی کو کسی پر اعتراض کرنا مناسب نہیں ہے، یہی حضرات صحابہؓ کی رائے ہے اور اسی پر ان کا عمل تھا۔

سحری کی تاکید

〈۷۱〉 قَالَ النَّبِیُّ ﷺ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃٌ. (بخاری)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: سحری کھاؤ اس لیے کہ سحری میں برکت ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سحری کھا کر روزہ رکھو گے تو دن آسانی سے کٹے گا، خدا کی عبادت اور دوسرے کاموں میں کم زوری اور سستی راہ نہ پائے گی، سحری نہ کھاؤ گے تو سستی اور کم زوری آئے گی عبادت میں جی نہ لگے گا اور یہ بڑی بے برکتی کی بات ہوگی۔ چناں چہ دوسری حدیث میں فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے ''روزہ رکھنے میں سحری سے مدد لو'' اسی مضمون کی ایک حدیث امام نسائی نے روایت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ''سحری کھانا باعث برکت ہے یہ برکت صرف تم کو اللہ نے دی ہے تو سحری کھانا نہ چھوڑنا۔''

یہود سحری نہیں کھاتے تھے اور آج بھی نہیں کھاتے، یہ وہ بدعت ہے جو ان کے عالموں نے ایجاد کی تھی، اللہ نے اپنے نبی رحمت کے ذریعے ان بدعتوں اور ناروا اور نامعقول پابندیوں سے اُمت کو آزاد کیا، اور بہت سی آسانیوں سے نوازا، انھی میں سے سحری بھی ہے۔ نبی رحمت پر درود وسلام!

افطار میں تاخیر نہ کرو

〈۷۲〉 عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَزَالُ النَّاسُ بِخَیْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ لوگ (مسلمان) اچھی حالت میں رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔

تشریح: یہودی بدعات میں ایک بدعت یہ تھی کہ روزہ افطار کرنے میں بہت تاخیر کرتے تھے، ستارے چھٹک جانے کے بعد روزہ کھولتے، حضور ﷺ نے مسلمانوں کو یہود کی بدعت سے بچانے کے لیے اُمت کو یہ ہدایت کی۔

روزہ کی شفاعت

〈۷۳〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلصِّیَامُ وَالْقُرْاٰنُ

یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ یَقُوْلُ الصِّیَامُ اَیْ رَبِّ اِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ، وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِیْهِ فَیُشَفَّعَانِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن مومن کے لیے سفارش کریں گے، روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس شخص کو کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رکا رہا تو اے میرے رب اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما لے اور قرآن کہے گا اے رب! میں نے اِس کو رات میں سونے سے روکا (تو یہ اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر تراویح میں قرآن پڑھتا رہا)۔ اے رب! اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول فرما لے، چناں چہ دونوں کی سفارشیں اللہ قبول کرلے گا۔"

روزہ خوروں کا انجام

﴿۷۴﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اَتَانِیْ رَجُلَانِ فَاَخَذَا بِضَبْعَیَّ فَاَتَیَا بِیْ جَبَلاً وَ عْرًا، فَقَالاَ اِصْعَدْ فَقُلْتُ اِنِّیْ لاَ اُطِیْقُهُ، فَقَالاَ اِنَّا سَنُسَهِّلُهُ لَکَ، فَصَعِدْتُ حَتّٰی اِذَا کُنْتُ فِیْ سَوَاءِ الْجَبَلِ اِذَا بِاَصْوَاتٍ شَدِیْدَةٍ، قُلْتُ مَا هٰذِهِ الْاَصْوَاتُ؟ قَالُوْا هٰذَا عُوَاءُ اَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطُلِقَ بِیْ فَاِذَا اَنَا بِقَوْمٍ مُعَلَّقِیْنَ بِعَرَاقِیْبِهِمْ مُشَقَّقَةً اَشْدَاقُهُمْ، قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ الَّذِیْنَ یُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ. (المنذری بہ حوالہ صحیح ابن خزیمہ وابن حبان)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں سو رہا تھا کہ دو شخص میرے پاس آئے، وہ میرا شانہ پکڑ کر ایک دشوار گزار پہاڑ کے پاس لے گئے اور اُس پر چڑھنے کو کہا، میں نے کہا اس پر چڑھنا میری سکت سے باہر ہے، انھوں نے کہا چڑھو، ہم سہارا دیتے ہیں، چناں چہ میں چڑھ گیا، جب پہاڑ کے بیچ میں پہنچا تو شدید قسم کی چیخیں سنیں، میں نے پوچھا یہ کیا چیخیں سنائی دے رہی ہیں؟ انھوں نے بتایا یہ جہنم والوں کی چیخیں ہیں۔ پھر مجھے اور آگے لے جایا گیا تو دیکھا کچھ لوگ الٹے ٹانگ دیے گئے ہیں، ان کے جبڑے پھاڑ دیے گئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو رمضان کے دنوں میں کھاتے پیتے تھے روزے نہیں رکھتے تھے۔

روزۂ رمضان کی اہمیت

〈۷۵〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ یَقْضِهٖ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ. (ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بلا عذر شرعی (سفر اور مرض) چھوڑ دے پھر زندگی بھر اس کی کمی پوری کرنے کے لیے روزے رکھے جب بھی اس ایک رمضانی روزے کی کمی پوری نہ ہوگی۔

گناہوں کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ

〈۷۶〉 قَالَ حُذَیْفَةُ رضؓ اَنَا سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ: فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِیْ اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ وَجَارِهٖ یُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّیَامُ وَالصَّدَقَةُ. (بخاری، کتاب الصوم)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: آدمی جو کچھ کوتاہیاں و رغلطیاں اپنے گھر والوں کے سلسلے میں اور مال کی خرید و فروخت اور پڑوسیوں کے بارے میں کر جاتا ہے (دانستہ نہیں کرتا بلکہ ہو جاتی ہے) تو نماز، روزہ اور صدقہ اُن کا کفارہ بن جائیں گے۔

روزہ اور دیگر نفل عبادات میں اعتدال

〈۷۷〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَ تَقُوْمُ اللَّیْلَ؟ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَ اَفْطِرْ وَ نَمْ وَ قُمْ، فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَیْكَ حَقًّا، وَ اِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجھ سے نبیؐ نے فرمایا: مجھے بتایا گیا ہے تم مسلسل پابندی سے روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ خبر صحیح ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایسا نہ کرو، کبھی روزہ رکھو کبھی ناغہ کرو، اسی طرح رات کو سوؤ بھی اور نفلیں بھی پڑھو، کیوں کہ تمھارے جسم کا تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے، اور تمھارے ملاقاتیوں اور مہمانوں کا تم پر حق ہے، اور تم ہر مہینے تین دن روزے رکھو، اتنا تم کو بس ہے!

﴿۷۸﴾ عَنْ مُجِیْبَةَ الْبَاهِلِیَّةِ عَنْ اَبِیْهَا اَوْ عَمِّهَا اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ انْطَلَقَ فَاَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ وَ قَدْ تَغَیَّرَتْ حَالَتُهٗ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَا تَعْرِفُنِیْ؟ قَالَ مَنْ اَنْتَ؟ قَالَ اَنَا الْبَاهِلِیُّ الَّذِیْ جِئْتُکَ عَامَ الْاَوَّلِ، قَالَ فَمَا غَیَّرَکَ وَ قَدْ کُنْتَ حَسَنُ الْهَیْئَةِ؟ قَالَ مَا اَکَلْتُ طَعَامًا مُنْذُ فَارَقْتُکَ اِلَّا بِلَیْلٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَذَّبْتَ نَفْسَکَ ثُمَّ قَالَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَ یَوْمًا مِنْ کُلِّ شَهْرٍ، قَالَ زِدْنِیْ فَاِنَّ لِیْ قُوَّةً، قَالَ صُمْ یَوْمَیْنِ، قَالَ زِدْنِیْ، قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، قَالَ زِدْنِیْ، قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَ اتْرُکْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُکْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت مجیبہؓ نے (جو قبیلہ باہلہ کی ایک خاتون ہیں) اپنے باپ یا چچا کے بارے میں بتایا کہ وہ دین سیکھنے کے لیے حضورؐ کے پاس گئے، اور گھر واپس آئے، ایک سال کے بعد پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے (تو حضورؐ انھیں نہ پہچان سکے) تب انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ آپؐ نے کہا نہیں تم اپنا تعارف کراؤ کون ہو تم؟ انھوں نے کہا میں قبیلہ باہلہ کا آدمی ہوں، گزشتہ سال حاضر خدمت ہوا تھا، آپؐ نے پوچھا تمھارا یہ کیا حال ہوا، گزشتہ سال جب تم آئے تھے تو بہت اچھی شکل وصورت میں تھے، انھوں نے بتایا جب سے میں آپ کے پاس سے گیا اُس وقت سے اب تک مسلسل روزے رکھ رہا ہوں، آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے کو عذاب میں ڈالا (مسلسل روزے رکھ کر جسم کو گھلا ڈالا، اپنی صحت خراب کر ڈالی)۔ آپؐ نے ان کو ہدایت کی کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ ہر ماہ ایک روزہ رکھو، انھوں نے کہا حضورؐ اس میں اضافہ فرمادیں، میں اپنے اندر اس سے زیادہ روزے رکھنے کی طاقت پاتا ہوں، آپؐ نے فرمایا اچھا ہر ماہ دو روزے! انھوں نے کہا کچھ اور اضافہ! آپؐ نے کہا اچھا تین دن، انھوں نے کہا کچھ اور بڑھا دیجیے، آپؐ نے فرمایا اچھا ہر سال محترم مہینوں میں روزہ رکھو اور چھوڑ دو، ایسا ہی ہر سال کرو، یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی تین انگلیوں کو ملایا پھر چھوڑ دیا۔

تشریح: محترم مہینے چار ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان محترم مہینوں میں کچھ دن روزے رکھو اور کچھ دن روزے نہ رکھو۔

نوافل میں اعتدال

﴿۷۹﴾ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ ؓ قَالَ: اٰخَی النَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ سَلْمَانَ وَ اَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَءٰ یٰ اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ مَا شَأْنُکِ؟ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا، فَقَالَ لَهٗ کُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاکُلَ، فَاَکَلَ، فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ فَقَالَ لَهٗ نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ، فَقَالَ لَهٗ نَمْ، فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ، قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ، فَصَلَّیَا جَمِیْعًا فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا، وَ اِنَّ لِاَهْلِکَ عَلَیْکَ حَقًّا فَاَعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ. (بخاری)

ترجمہ: ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سلمان فارسی اور ابوالدرداء کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تھا، تو سلمان ابوالدرداء کے یہاں ملاقات کے لیے گئے، تو ام الدرداء (ابوالدرداء کی بیوی) کو معمولی لباس میں دیکھا (کوئی بناؤ سنگار نہیں تھا)۔ حضرت سلمان نے پوچھا تمھارا یہ کیا حال ہے (کیوں بیوہ جیسی حالت بنا رکھی ہے)؟ انھوں نے کہا تمھارے بھائی ابوالدرداء کو تو دنیا سے کوئی مطلب رہا نہیں (پھر بناؤ سنگار کا ہے کے لیے کروں) اس کے بعد ابوالدرداء آئے اور مہمان بھائی کے لیے کھانا تیار کرایا اور کہا تم کھاؤ میں تو روزہ سے ہوں، حضرت سلمان ؓ نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ گے میں نہیں کھا سکتا۔ چناں چہ روزہ توڑ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا، پھر جب رات آئی تو نفل نماز کے ارادہ سے اٹھنے لگے، سلمان ؓ نے کہا سوؤ تو وہ گھر میں جا کر سوئے پھر اُٹھے تو سلمان ؓ نے کہا ابھی جا کر سوؤ، اور آخر شب میں سلمان ؓ نے انھیں اٹھایا اور دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی، اس کے بعد سلمان ؓ نے فرمایا دیکھو تمھارے رب کا تم پر حق ہے، تمھارے نفس کا تم پر حق ہے، تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے تو سب کا حق ادا کرو، پھر ابوالدرداء نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ سنایا تو آپ ؐ نے فرمایا سلمان ؓ نے صحیح بات کہی (مومن کو عبادات وغیرہ میں متوازن رہنا چاہیے، غلو اور راہبانہ ذہنیت سے دور رہنا چاہیے)۔

عید الفطر انعام کا دن ہے

﴿۸۰﴾ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَوْسٍ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِ الْفِطْرِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى اَبْوَابِ الطُّرُقِ فَنَادَوْا اُغْدُوْا يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يَمُنُّ بِالْخَيْرِ ثُمَّ يُثِيْبُ عَلَيْهِ الْجَزِيْلَ، لَقَدْ اُمِرْتُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَقُمْتُمْ، وَ اُمِرْتُمْ بِصِيَامِ النَّهَارِ فَصُمْتُمْ، وَ اَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ، فَاقْبِضُوْا جَوَائِزَكُمْ، فَاِذَا صَلُّوْا نَادٰى مُنَادٍ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا رَاشِدِيْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ، فَهُوَ يَوْمُ الْجَائِزَةِ وَ يُسَمّٰى ذٰلِكَ الْيَوْمُ فِى السَّمَاءِ يَوْمَ الْجَائِزَةِ. (ترغیب للمنذریؒ)

ترجمہ: حضرت سعد بن اوسؓ اپنے باپ اوسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو خدا کے فرشتے تمام راستوں کے نکڑ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں اے مسلمانو! رب کے پاس چلو جو بڑا کریم ہے، جو نیکی اور بھلائی کی باتیں بتاتا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دیتا ہے پھر اس پر بھاری انعام دیتا ہے، تمھیں اس کی طرف سے (نبی کی معرفت) تراویح پڑھنے کا حکم ملا تو تم نے تراویح پڑھی، اور دن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے رکھے، اور اپنے رب کی اطاعت گزاری کی، تو اب چلو اپنا انعام لے لو، اور جب لوگ عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو خدا کا ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے اے لوگو! تمھارے رب نے تمھاری بخشش فرمادی، پس تم اپنے گھروں کو اس حال میں واپس جاؤ کہ رشد و ہدایت کی راہ پر چلنے والے رہنا (بندہ بن کر زندگی گزارنا) یہ عید کا دن انعام کا دن ہے، اور اسے دنیا میں تو عید کا دن کہا جاتا ہے مگر آسمانی دنیا میں فرشتوں کی دنیا میں اس کو انعام کا دن کہا جاتا ہے۔

تشریح: دنیا کے لوگ ان چیزوں کو انعام کہتے ہیں جو فانی ہیں، ایک دن چھن جانے والی ہیں، ختم ہو جانے والی ہیں مگر حقیقت آشنا گروہ کے نزدیک، ان لوگوں کے نزدیک جنھوں نے ابدی راحت کو اپنا نصب العین بنایا ہے، دنیا کا انعام انعام کہلانے کا مستحق نہیں، حقیقی اور پائیدار انعام تو آخرت میں ملنے والا انعام ہے، ختم نہ ہونے والا انعام، وہ انعام یہ ہے کہ جہنم کی آنچ سے بچ جائیے اور ہر طرح کی کلفتوں سے پاک اور ہر طرح کی آسائشوں سے بھرے ہوئے دار السلام میں جگہ پائیے!

حج

فرضیت حج

〈۸۱〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا. (المنتقٰی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے تقریر فرمائی، کہا اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو حج کرو۔

حج کرنے میں جلدی کرنی چاہیے

〈۸۲〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیَتَعَجَّلْ فَاِنَّهٗ قَدْ یَمْرَضُ الْمَرِیْضُ وَ تَضِلُّ الرَّاحِلَةُ وَ تَعْرِضُ الْحَاجَةُ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے کہا۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ نے جو شخص فرض حج کا ارادہ کرے، اُسے جلدی کرنی چاہیے، کیوں کہ ممکن ہے بیمار پڑ جائے ممکن ہے اونٹنی کھو جائے (سفر کے ذرائع مفقود ہو جائیں، راستہ پر خطر ہو جائے، کسی ظالم اقتدار کی طرف سے رکاوٹ کھڑی کر دی جائے، سفر خرچ نہ رہے) اور ممکن ہے کوئی ایسی ضرورت پیش آ جائے جو آئندہ سفرِ حج کو ناممکن بنا دے۔

جہاد کے بعد بہترین عمل حج ہے

〈۸۳ الف〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةؓ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ، قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قِیْلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ. (المنتقٰی، بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے بتایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا حج مبرور (وہ حج جس کے دوران خدا کی نافرمانی نہ کی گئی ہو)۔

حقیقی حج

‹۸۳ ب› عَنِ ابْنِ عُمَرؓ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَنِ الْحَاجُّ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ قَالَ فَاَیُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ، قَالَ مَا السَّبِیْلُ؟ قَالَ اَلزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا حاجی کون ہے (حج کرنے والے کے اندر کون سی خوبی ہونی چاہیے)۔ آپؐ نے بتایا وہ جو پراگندہ بال ہو، جس کے کپڑے میلے ہوں، اس نے پوچھا افعالِ حج میں کون سا فعل اجر وثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟ آپؐ نے بتایا بلند آواز سے لبیک کہنا اور جانور کا خون بہانا (قربانی کرنا)۔ اس نے پوچھا آل عمران آیتِ حج میں آئے ہوئے لفظ سبیلاً سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے گھر تک پہنچنے کے لیے سواری اور سفر خرچ ہو۔

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ حج ایک عاشقانہ قسم کی عبادت ہے، جو شخص اپنے محبوب کے گھر کی زیارت کو جاتا ہے اسے ہر وقت غسل کرنے اور کھانے پینے سے دلچسپی نہیں ہوتی، اسے تو جو وقت ملتا ہے اپنے محبوب سے مناجات میں، ذکر و دعا میں توبہ واستغفار اور گریہ وزاری میں صرف کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کا حج، حج ہے! ایک حدیث کا ترجمہ سنیے فرمایا:

> ”جب حج کرنے والے عرفات کے میدان میں ٹھہر کر ذکر و دعا اور گریہ و زاری میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا تک آتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے میرے اِن بندوں کو دیکھو، یہ میرے پاس اس حالت میں آئے ہیں بال بکھرے ہوئے، غبار سے اَٹے ہوئے!“

ترکِ حج اسلامیت کے منافی ہے

〈۸۴〉 عَنِ الْحَسَنِ قَالَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ هَمَمْتُ اَنْ اَبْعَثَ رِجَالاً اِلٰی هٰذِهِ الْاَمْصَارِ فَيَنْظُرُوْا كُلَّ مَنْ كَانَ لَهٗ جِدَةٌ وَلَمْ تَحُجَ فَيَضْرِبُوْا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ مَا هُمْ بِمُسْلِمِيْنَ. (المنتقی)

ترجمہ: مشہور تابعی حسن بصریؒ کہتے ہیں عمر بن خطابؓ نے فرمایا: میرا ارادہ ہے اسلامی حکومت کے اِن شہروں میں کچھ آدمی بھیجوں جو جائزہ لیں کہ کون لوگ حج کر سکتے ہیں اور انھوں نے اب تک یہ فریضہ ادا نہیں کیا ہے، ان پر جزیہ لگادیں وہ مسلم نہیں ہیں، وہ مسلم نہیں ہیں (مسلم کے معنی خدا کے فرماں بردار کے ہیں، اگر یہ مسلم ہوتے تو باوجود قدرت حج کر چکے ہوتے)۔

حج کا اجرا ابتدائے سفر سے شروع ہوجاتا ہے

〈۸۵〉 عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ خَرَجَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ غَازِيًا ثُمَّ مَاتَ فِىْ طَرِيْقِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرَ الْغَازِىْ وَالْحَاجِّ وَالْمُعْتَمِرِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کی نیت سے گھر سے نکلا اور راستہ میں اُسے موت آ گئی تو اللہ اس کو وہی اجر و ثواب دے گا جو اس کے یہاں حاجیوں، غازیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔

ارکانِ اسلام کا یکساں اہتمام

〈۸۶〉 عَنْ زِيَادِ بْنِ نُعَيْمِ نِ الْحَضْرَمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللّٰهَ فِى الْاِسْلَامِ، فَمَنْ اَتٰى بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَاْتِىَ بِهِنَّ جَمِيْعًا، اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَ صِيَامُ رَمَضَانَ وَ حَجُّ الْبَيْتِ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت زیادؓ نے کہا فرمایا رسول اللہؐ نے: اسلام میں چار عبادتیں اللہ کی فرض کردہ ہیں، جو شخص اِن میں سے تین کو تو کرے پر چوتھی نہ کرے، تو وہ تینوں اس کے کام نہ آئیں گی جب تک چاروں بجا نہ لائے۔ وہ چار فرض عبادتیں یہ ہیں نماز، زکوٰۃ، رمضان کے روزے اور حج۔

تشریح: یہ حدیث اور دوسری ہم معنی حدیثیں بتاتی ہیں کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی دین میں

کیا اہمیت ہے، آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ بہت بڑی اکثریت نماز کی تارک ہے، جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ زکوٰۃ نہیں نکالتے، کچھ صرف روزہ رکھتے ہیں نماز کے قریب نہیں جاتے اور نہ زکوٰۃ ادا کرتے، کچھ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فکر کرتے ہیں مگر حج سے غافل ہیں۔ ایسے لوگ حساب کے دن بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے، اللہ ان سے پوچھے گا میں نے تم پر چار چیزیں فرض کی تھیں، تین یا دو یا ایک نہیں، پھر یہ تقسیم تم نے کس اختیار و اقتدار کی رو سے کیا؟ بندگی کا اقرار کر کے، کلمہ پڑھ کر، مسلمان ہو کر، نبیؐ کے اُمتی ہوتے ہوئے یہ بغاوت کیوں کی؟ تو لوگ کیا جواب دیں گے اور کیسی رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا!

معاشرتی حقوق

خدمتِ والدین کا صلہ جنت ہے

〈۸۷〉 عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَغِمَ اَنۡفُهٗ رَغِمَ اَنۡفُهٗ رَغِمَ اَنۡفُهٗ قِیۡلَ مَنۡ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَنۡ اَدۡرَکَ وَالِدَیۡهِ عِنۡدَ الۡکِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوۡ کِلَاهُمَا ثُمَّ لَمۡ یَدۡخُلِ الۡجَنَّةَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی ناک خاک آلودہ ہو (ذلیل وخوار ہو) یہ جملہ تین بار آپ نے دہرایا، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! یہ بددعا کس کے حق میں آپ فرمارہے ہیں؟ آپ نے بتایا یہ بددعا اس کے حق میں کررہا ہوں، جس نے اپنے والدین میں سے دونوں کو یا ان میں سے ایک کو ان کے بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (ان کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے

〈۸۸〉 عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ مَنۡ اَحَقُّ بِصَحَابَتِیۡ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنۡ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنۡ؟ قَالَ اُمُّکَ، قَالَ ثُمَّ مَنۡ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوۡکَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! میرے حسنِ سلوک کا کون زیادہ حق دار ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تمھاری ماں، اُس نے کہا پھر کون؟ فرمایا تمھاری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تمھارا باپ۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ یہی بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے، سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) ''ہم نے انسان کو والدین کی شکر گزاری کا تاکیدی حکم دیا'' اس کے فوراً بعد فرمایا ''اس کی ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف جھیل کر نو مہینے تک اپنے شکم میں اٹھایا، پھر دو سال تک اپنے خون سے پالا'' اسی وجہ سے علما نے لکھا ہے کہ ادب و تعظیم کے لحاظ سے باپ کا درجہ بڑھا ہوا ہے اور خدمت کے لحاظ سے ماں کا۔

ماں کے عظیم حق کا اندازہ درج ذیل حدیث سے کیجیے:

ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنی اپاہج بوڑھی ماں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر یمن سے مکہ آیا اور اسی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرایا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اسی حالت میں اسے عرفات لیے ہوئے گیا، پھر مزدلفہ آیا، پھر منیٰ پہنچا اور کنکری ماری، میں نے یہ سارے کام اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے انجام دیے ہیں تو کیا ماں کا حق ادا ہوا یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ابھی اس کا حق ادا نہیں ہوا۔ اس نے پوچھا کیوں؟ آپؐ نے بتایا ابھی اس کا حق اس لیے ادا نہیں ہوا کہ اس نے ساری مصیبتیں اس تمنا کے ساتھ جھیلی تھیں کہ تم زندہ رہو، اور تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا ہے، اس حال میں کیا ہے کہ اس کے مرنے کی تمنا کرتے ہو۔

اسی طرح عبد اللہ بن عمرؓ سے ایک آدمی نے ماں کی طویل و عظیم خدمات کا ذکر کر کے پوچھا کہ ماں کا حق ادا ہوا یا نہیں؟ انھوں نے کہا نہیں تمھیں جننے کے وقت جو اس نے پہلی مرتبہ چیخ ماری تھی، اس کا بھی حق ادا نہیں کر سکے ہو، اور یہیں وہ عبرت ناک واقعہ سن لیجیے جو نبیؐ کے عہد مبارک میں پیش آیا۔ یہ قصہ یوں ہے کہ ایک نوجوان کی جاں کنی کا وقت آیا تو کلمۂ ایمان لا الٰہ الا اللہ الخ کے لیے زبان بند۔ لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی۔ معاملہ نبیؐ تک پہنچا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ پوچھا کہ اس کے والدین ہیں؟ بتایا گیا کہ صرف ماں ہیں۔ اس کی بوڑھی ماں کو بلایا گیا، پوچھا گیا تمھارا بیٹا کیسا ہے کہا کہ یہ بہت نیک ہے پر جب سے شادی ہوئی ہے مجھ سے نظریں پھیر لی ہیں، میرا کچھ بھی خیال نہیں کرتا، میں اس عمر میں محنت مزدوری پر گزارا کرتی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کا قصور معاف کر دو۔ اس نے کہا میں ہرگز معاف نہ کروں گی۔ اس نے میرا دل بہت جلایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا الاؤ تیار کرو، میں اِس نوجوان کو اس میں ڈالوں گا تا کہ بھسم ہو جائے اس کی ماں بول پڑی کہ میں اس کو جلتے کیسے دیکھوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: معاف نہ کرو گی تو

وہاں کی آگ میں جلے گا، تب بڑھیا نے معاف کیا، اور جیسے ہی اس نے معافی دی، بیٹے کی زبان پر کلمۂ ایمان جاری ہوا اور جان نکل گئی، اس طرح کے واقعات کبھی کبھار پیش آتے ہیں تا کہ نافرمان بیٹے جانیں کہ ان کے ساتھ بھی خدا ایسا کرسکتا ہے! خدا کے حلم سے دھوکا کھانا نہیں چاہیے۔

والدین کے حقوق ان کے مرنے کے بعد

〈۸۹〉 عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ ؓ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ جَاءَ هٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلْمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا؟ قَالَ نَعَمْ اَلصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَ اِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِ هِمَا وَ صِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَ اِکْرَامُ صَدِیْقِهِمَا. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابواُسیدؓ فرماتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں بنوسلمہ کا ایک شخص آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! والدین کے وفات پا جانے کے بعد ان کا کوئی حق باقی رہتا ہے جسے مجھے ادا کرنا چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ان کے لیے دعا و استغفار کرو اور جو (جائز) وصیت وہ کر گئے ہیں اسے پورا کرو، والدین سے جن لوگوں کا رشتہ داری کا تعلق ہے ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ماں باپ کے دوستوں اور سہیلیوں کی خاطر داری کرو۔

رضاعی ماں کا حق

〈۹۰〉 عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ اَقْبَلَتْ اِمْرَأَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَ هٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ، فَقُلْتُ مَنْ هِیَ؟ قَالُوْا هِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوطفیلؓ کہتے ہیں نبی ﷺ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی، آپؐ کے قریب پہنچی تو آپؐ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی، چناں چہ وہ عورت بیٹھ گئی، میں نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ (جس کی حضورؐ نے اتنی عزت افزائی فرمائی) لوگوں نے بتایا یہ خاتون وہ ہیں جنھوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا (قبیلۂ بنی سعد کی حلیمہؓ)۔

مشرک والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

〈۹۱〉 عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِکَةٌ فِیْ عَهْدِ

قُرَیْشٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُھَا؟ قَالَ نَعَمْ صِلِیْھَا. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: اسماءؓ بنت ابوبکرؓ کہتی ہیں کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں میری (رضاعی) ماں میرے پاس آئیں، وہ اسلام نہیں لائی تھیں اپنے مشرکانہ دین پر تھیں، تو میں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! میری مشرک ماں میرے پاس آئی ہیں وہ چاہتی ہیں کہ میں کچھ دوں تو کیا میں دے سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جو کچھ دے سکتی ہو دو۔

تشریح: قرآن مجید کی مکی سورتوں میں والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم آیا ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں مراد ہیں۔ سورۂ لقمان میں آیا ہے: ''اگر وہ شرک اختیار کرنے کے لیے تجھ پر دباؤ ڈالیں تو ان کے دباؤ میں نہ آنا اور دنیا میں ان کے ساتھ شریفانہ مومنانہ برتاؤ کرنا۔''

خالہ کے ساتھ حسنِ سلوک

〈۹۲〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا کَبِیْرًا فَھَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَۃٍ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَکَ وَالِدَانِ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَلَکَ خَالَۃٌ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَبِرَّھَا اِذًا. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا: ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے تو کیا اس سے توبہ کی کوئی (عملی) شکل ہے؟ آپؐ نے پوچھا کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا نہیں، آپؐ نے پوچھا خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں وہ زندہ ہیں، آپ نے فرمایا جاؤ اس کی خدمت کرو۔

تشریح: توبہ کی عام شکل تو یہ ہے کہ آدمی اپنے کیے پر پچھتائے، اس کا دل روئے اور اللہ سے معافی مانگے، لیکن نبی ﷺ نے پیغمبرانہ بصیرت سے جانا کہ اگر باپ، ماں یا خالہ کی خدمت کی جائے تو یہ گناہ دھل سکتا ہے، یہ بات پیغمبر کے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

احترامِ معلّم

〈۹۳〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّکِیْنَۃَ وَالْوَقَارَ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم دین دیکھو، اور دینی علم کے لیے وقار وسنجیدگی سیکھو، اور جن سے تم دین کا علم سیکھو، ان سے خاکسارانہ برتاؤ کرو۔

تشریح: علماء محققین کی رائے یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا درجہ ماں باپ کا ہے پھر استاد کا، وہ جسمانی مربی ہیں اور یہ دینی مربی ہیں۔

اصل صلہ رحمی

﴿۹۴﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِىءِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِىْ اِذَا قُطِعَتْ وَصَلَهَا. (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، ارشاد فرمایا یا رسول اللہ ﷺ نے وہ شخص حقیقی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو جوابی صلہ رحمی کرتا ہے، کمال درجہ کی صلہ رحمی یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار تو اس کا حق نہیں دیتے پر یہ سب کے حقوق ادا کرتا ہے سب سے تعلق جوڑے رکھتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ کہ رشتہ داروں کے حسن سلوک کے جواب میں حسن سلوک کرنا کمال کی بات نہیں ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی کے رشتہ دار اسے کاٹ رہے ہوں اور وہ اسے جوڑے، وہ اس کا کوئی حق نہ ادا کریں اور یہ ان کے تمام حقوق ادا کرے، یہ ایک ایسی چیز ہے جو کمال درجہ تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

قطع رحمی کے مقابلہ میں صلہ رحمی

﴿۹۵﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ اِنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِىْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَ يَقْطَعُوْنَنِىْ وَ اُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَ يُسِيْئُوْنَ اِلَىَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَ يَجْهَلُوْنَ عَلَىَّ، فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ، وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ. (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا: ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں، جن کے حقوق میں ادا کرتا ہوں اور وہ نہیں کرتے، میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں، میں اُن کے ساتھ حلم و بردباری کا برتاؤ کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہہ

رہا ہے تو گویا تو ان کے چہروں پر سیاہی مل رہا ہے اور اللہ ان کے مقابلہ میں تیرا ہمیشہ مددگار رہے گا جب تک تو اپنی اس روش پر قائم رہے گا۔

اولاد کا حق

﴿۹۶﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ.

(ابن ماجہ)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا: اپنی اولاد کے ساتھ رحم و کرم کا برتاؤ کرو اور ان کی بہتر تربیت کرو۔

تشریح: اولاد کا پہلا حق یہ ہے کہ وہ جب پیدا ہوں تو ان کے کان میں اذان دو تا کہ سب سے پہلی آواز جو ان کے کان میں پڑے توحید و نماز کی آواز ہو، دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے اچھے نام رکھو اور ہو سکے تو عقیقہ کرو اور تیسرا حق یہ ہے کہ انھیں سادہ زبان میں ان کی ذہنی سطح کا خیال رکھتے ہوئے نبیوں کے، صحابہ کے، صالحین اُمت اور داعیان حق کے قصے سنائے جائیں اور جب سمجھ دار ہو جائیں تو اپنے ساتھ مسجد میں لے جایئے اور پرسکون رہنے کی تلقین کیجیے، غلطی کریں تو نمازی حضرات انھیں نہ ڈانٹیں، ڈانٹنے کا انجام انھیں بِدکانا اور مسجد سے متوحش کرنا ہے، اور جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز کا شوق دلایئے، مختلف ڈھنگوں سے سمجھایئے اور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو مارو، مار ہلکی ہو زخم پیدا کرنے والی اور ہڈی توڑ دینے والی مار نہ ماری جائے، چہرے پر تو ہر حال میں مارنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، غرض انھیں یقین ہو جائے کہ نماز نہ پڑھیں گے تو والدین کی شفقتوں سے محروم ہو جائیں گے۔

﴿۹۷﴾ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ مِنْ نُحَلٍ اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ.

(مشکوٰۃ جامع الاصول)

ترجمہ: سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والد اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اُن کی تعلیم و تربیت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ''والد'' سے مراد ماں باپ دونوں ہیں کیوں کہ بچے کی ولادت، دونوں کا مشترکہ عمل ہے اور اولاد سے مراد، لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہیں۔

نیک اولاد۔صدقۂ جاریہ

〈۹۸〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے، البتہ تین طرح کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک یہ کہ مرنے سے پہلے صدقۂ جاریہ کرجائے، دوسرا یہ کہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں، تیسرا کام یہ کہ آدمی کی تربیت کے نتیجہ میں اولاد نیک بنے اور اپنے مربی کے لیے دعا کرے۔

تشریح: صدقۂ جاریہ سے مراد وہ صدقہ ہے، جس کا فیض عرصہ تک باقی رہے۔ مثلاً نہر کھدوا دینا، مسافروں کے لیے سرائے بنوادینا، راستہ پر درخت لگوادینا، کسی دینی درس گاہ میں حجرے تعمیر کرانا، کتابیں وقف کرنا، مساجد میں قرآن مجید کے نسخے اور دینی کتابیں رکھوادینا وغیرہ، تو جب تک اِن چیزوں سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے میت کو ثواب ملتا رہے گا، اسی طرح کسی کو تعلیم دے کر عالم بنایا یا کوئی دینی کتاب لکھی تو اس کا ثواب اسے ملتا رہے گا، اسی طرح آدمی کی اولاد اس کی اپنی کوششوں کے نتیجہ میں دین دار پرہیزگار بنی ہے تو جب تک وہ نیک اعمال کرے گی برابر باپ کو ثواب ملتا رہے گا اور وہ چوں کہ نیک ہے اس لیے وہ دعا کرے گی رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ”اے ہمارے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی مغفرت فرما حساب کے دن یعنی روز حساب مجھے اور میرے والدین کو دوزخ کی آنچ سے بچا لیجیو۔“ یہ حدیث ان لوگوں کو ٹھہر کر سوچنے کی دعوت دیتی ہے جو اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت سے غافل اور بے پروا رہے وہ مرنے کے بعد اپنی اولاد کی دعاؤں سے محروم رہیں گے اور اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہوگی کہ ان کے لڑکے لڑکیاں خدا کی عدالت میں ان کے خلاف دعویٰ دائر کریں گے کہ ہمارے والدین نے ہمیں دین سے جاہل رکھا لہٰذا اس کی سزا ہمارے...

لڑکیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ اور تربیت کا صلہ

〈۹۹〉 عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَاءَتْنِیْ اِمْرَاَةٌ وَ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُنِیْ، فَلَمْ تَجِدْ

عِنۡدِیۡ غَیۡرَ تَمۡرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَقَسَمۡتُھَا بَیۡنَ اِبۡنَتَیۡھَا وَلَمۡ تَاۡکُلۡ مِنۡھَا، ثُمَّ قَامَتۡ فَخَرَجَتۡ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَحَدَّثۡتُهٗ، فَقَالَ مَنِ ابۡتُلِیَ مِنۡ ھٰذِهِ الۡبَنَاتِ بِشَیۡءٍ فَاَحۡسَنَ اِلَیۡھِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتۡرًا مِنَ النَّارِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میرے پاس ایک عورت اپنی بچیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لیے آئی (یہ تینوں بھوکی تھیں)۔ اُس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا وہی میں نے دے دی، اس نے کھجور کے دو حصے کر کے اپنی بیٹیوں کو دے دیے خود اس نے کچھ نہ کھایا (حالاں کہ وہ بھی بھوکی تھی مگر مامتا کی آگ!) پھر وہ چلی گئی، اس کے جانے کے بعد حضوؐر تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا: جو شخص ان بچیوں کے امتحان میں ڈالا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بچیاں اس کے لیے جہنم سے اوٹ بن جائیں گی۔

تشریح: مشکوٰۃ کی ایک حدیث از عبد اللہ ابن عباسؓ کا مضمون یہ ہے ''جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی، انھیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا، ان کے ساتھ رحم کا سلوک کیا یہاں تک کہ بلوغ کے بعد ان کی شادی کی، تو ایسے شخص کے لیے اللہ نے جنت اپنے اوپر واجب کر لی، اس پر ایک آدمی نے پوچھا اگر کسی کے دو ہی لڑکیاں ہوں تو؟ آپؐ نے جواب دیا دو لڑکیوں کی سرپرستی، تعلیم و تربیت اور گھر والی بنانے پر بھی یہی اجر ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں اگر کوئی ایک لڑکی کے بارے میں پوچھتا تو آپؐ یہی جواب دیتے، (آگے اسی حدیث میں یہ ٹکڑا بھی ہے) جس شخص سے اللہ نے اس کی دو بہتر چیزیں لے لیں تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی لوگوں نے پوچھا دو بہتر چیزوں سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے بتایا اس سے دو آنکھیں مراد ہیں۔

تربیتِ اولاد و متعلقین

﴿۱۰۰﴾ عَنِ ابۡنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا یَسۡتَرۡعِی اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَبۡدًا رَعِیَّةً قَلَّتۡ اَوۡ کَثُرَتۡ اِلَّا سَاَلَهُ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَنۡھَا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ اَقَامَ فِیۡھَا اَمۡرَ اللّٰهِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَمۡ اَضَاعَهٗ حَتّٰی یَسۡاَلَهٗ عَنۡ اَھۡلِ بَیۡتِهٖ خَاصَّةً. (مسند احمد)

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جب کسی بندہ کو کچھ لوگوں پر اقتدار بخشتا ہے خواہ وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ تو قیامت کے دن اللہ اس بندہ سے لازماً محاسبہ کرے گا کہ

اپنے ماتحت لوگوں پر خدا کا دین جاری کیا یا خدا کے دین کو ان پر جاری کرنے میں بے پرواہی برتی، یہاں تک کہ آدمی کے اپنے مخصوص اہل خاندان (بیوی، بچے اور دوسرے زیر کفالت متعلقین) کے بارے میں بھی پوچھ ہوگی۔

تشریح: اگر آدمی نے اپنے بس بھر بیوی، بچوں اور دوسرے متعلقین کو دین سکھانے اور دین دار بنانے کی کوشش کی تو وہ آخرت کی عدالت سے سرخ رو نکلے گا، لیکن اگر اس نے غفلت سے کام لیا ان کی اصلاح کی فکر نہ کی تو وہ وہاں بڑی مشکل میں پھنس جائے گا چاہے وہ اپنی ذات کی حد تک کتنا ہی خدا پرست اور دین دار ہو، اس کی دین داری وہاں ناقص ثابت ہوگی جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت: ۱۰۵ سے معلوم ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں۔

ایک اور حدیث بہ روایت ابن عباسؓ کا ترجمہ سنئے جو سنن ابو داؤد میں آئی ہے ''نبیؐ نے فرمایا: جس کے یہاں بچی پیدا ہوئی مگر اس نے اسے زندہ دفن نہیں کیا اور نہ حقیر جانا اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دیا تو اللہ ایسے لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔

بے سہارا بیٹی کی کفالت

〈۱۰۱〉 عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِکٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَلا اَدُلُّکُم عَلٰی اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُکَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَیْکَ لَیْسَ لَهَا کَاسِبٌ غَیْرُکَ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: سراقہ بن مالکؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں نہ بتاؤں تم کو بہترین صدقہ کیا ہے؟ اس بیٹی کی کفالت عظیم ترین صدقہ ہے جو تیرے پاس لوٹا دی گئی ہے اور تیرے سوا کوئی اس کے لیے کمانے والا نہیں ہے؟

تشریح: ایسی لڑکی جس کی بدصورتی یا جسمانی نقص کی وجہ سے شادی نہیں ہوتی یا شادی کے بعد طلاق مل گئی ہے اور تمھارے سوا اس کو کھلانے پلانے والا نہیں ہے تو اس پر جو کچھ تم خرچ کروگے وہ اللہ کے نزدیک بہترین صدقہ ہوگا۔ حدیث میں بیٹی کا ذکر ہے اور یہی درجہ بہن کا ہے جب کہ بھائی گھر کا ذمہ دار ہو۔

اولاد کے ساتھ برابر کا سلوک

〈۱۰۲〉 عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰی بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ نَحَلْتُ

ابنِی ھٰذَا غُلامًا کَانَ لِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَکُلَّ وَلَدِکَ نَحلتَہٗ مِثْلَ ھٰذَا؟ فَقَالَ لاَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَارْجِعْہُ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفَعَلْتَ ھٰذَا بِوَلَدِکَ کُلِّھِمْ؟ قَالَ لاَ، قَالَ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْکَ الصَّدَقَۃَ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ فَلاَ تُشْھِدْنِیْ اِذًا، فَاِنِّیْ لاَ اَشْھَدُ عَلٰی جَوْرٍ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ اَیَسُرُّکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا اِلَیْکَ فِی الْبِرِّ سَوَاءً؟ قَالَ بَلٰی، قَالَ فَلاَ اِذًا. (ریاض الصالحین، بہ حوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد (بشیر) مجھے لیے ہوئے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! میرے پاس ایک غلام تھا وہ میں نے اپنے اس لڑکے (نعمان) کو دے دیا ہے (آپؐ گواہ رہیں)۔ حضورؐ نے پوچھا کیا اپنے سب لڑکوں کو دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں سب لڑکوں کو نہیں دیا ہے، حضورؐ نے فرمایا اس غلام کو واپس لو، ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنے سب لڑکوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں تو آپؐ نے فرمایا ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرو'' تو میرے باپ گھر آئے اور غلام کو واپس لے لیا، ایک اور روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''پھر تو مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم پر گواہ نہ بنوں گا'' ایک تیسری روایت میں یہ ہے آپؐ نے پوچھا کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ سب لڑکے تمھارے ساتھ اچھا سلوک کریں؟ میرے باپ نے کہا ہاں، مجھے تو یہی بات پسند ہے، آپؐ نے فرمایا تب یہ نہ کرو۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ مساویانہ برتاؤ ہونا چاہیے، اگر مساویانہ برتاؤ نہ کیا گیا تو ان کے دل آپس میں پھٹیں گے اور جن کو محروم کیا جائے گا ان کے دل میں باپ کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکیں گے، البتہ اگر کوئی بیٹا جسمانی طور پر معذور ہے تو اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا جاسکتا ہے اسی طرح اگر کسی بیٹے کو دینی تعلیم اور دینی خدمت کے لیے وقف کیا جائے تو اس کے ساتھ ترجیحی سلوک کر سکتے ہیں۔

کم زوروں کے حقوق

﴿۱۰۳﴾ عَنْ خُوَیْلِدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحَرِّجُ حَقَّ

الضَّعِیفَینِ الْیَتِیمِ وَالْمَرْءَ ةِ (ریاض الصالحین بہ حوالہ نسائی)

ترجمہ: خویلدؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میں اِن دونوں کم زوروں __ یتیموں اور عورتوں __ کے حق کو محترم قرار دیتا ہوں۔

تشریح: نبی ﷺ کا یہ انداز کلام بڑا ہی موثر ہے، آپؐ لوگوں کو بتا رہے ہیں کہ یتیموں اور بیویوں کے حقوق کا احترام کرو، اگر اِن کے حقوق برباد کروگے تو تم اپنے نبیؐ کی توہین کروگے۔

یتیم کی کفالت قربِ پیغمبر کا ذریعہ ہے

〈۱۰۴〉 عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا، وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ فَرَّجَ بَيْنَهُمَا. (بخاری)

ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کا سرپرست نیز دوسرے بے سہارا لوگوں کا سرپرست، میں اور وہ جنت میں پاس پاس رہیں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی لوگوں کو دکھا کر بتایا کہ میں اور یہ سرپرست جنت میں اتنے قریب رہیں گے، دونوں انگلیوں کے بیچ میں ذرا سا فاصلہ رکھا۔

تشریح: یہ حدیث اپنے مدعا میں بہت واضح ہے، جنت میں قیام اور وہ بھی حضورؐ کے قریب، اس سے بڑی خوش نصیبی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا!!!

مالِ یتیم میں اس کے ولی کا حق

〈۱۰۵〉 اِنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنِّيْ فَقِيْرٌ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ وَلِيَ يَتِيْمٌ، فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيْمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلاَ مُبَادِرٍ وَلاَ مُتَاَثِّلٍ. (ابوداؤد)

ترجمہ: ایک آدمی نبیؐ کے پاس آیا، اس نے عرض کیا میں ایک غریب آدمی ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اور میری سرپرستی میں ایک (صاحب جائداد) یتیم ہے۔ (تو کیا میں اس کے مال میں سے کھاسکتا ہوں) آپؐ نے فرمایا: تم اپنے یتیم کے مال میں سے اپنا معقول خرچ لے سکتے ہو بشرطے کہ اسراف نہ کرو، اور بالغ ہونے سے پہلے جلدی جلدی اس کا مال نہ اڑاؤ اور اپنی جائداد بنانے کی فکر نہ کرو۔

تشریح: یہ حدیث سورۂ نساء کے ایک ٹکڑے کی اچھی تشریح ہے جو یتیموں کے سیاق میں آیا ہے،

جس کا ترجمہ یہ ہے ’’اور یتیموں کا مال ہڑپ نہ کرنا فضول خرچ کرتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے اور جو سرپرست مال دار ہو تو وہ یتیم کے مال میں سے کچھ لینے سے پرہیز کرے، اور جو غریب ہو تو وہ اپنا معقول اور منصفانہ خرچ لے سکتا ہے۔‘‘

یتیم کو مارنا

〈۱۰۶〉 عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِمَّا اَضْرِبُ یَتِیْمِیْ؟ قَالَ مِمَّا کُنْتَ ضَارِبًا مِنْہُ وَلَدَکَ، غَیْرَ وَاقٍ مَالَکَ بِمَالِہٖ وَلَا مُتَاَثِّلاً مِنْ مَالِہٖ مَالاً. (معجم طبرانی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! میں کن وجوہ کی بنا پر اپنے زیر کفالت یتیم کو مار سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: جن وجوہ سے تم اپنے بیٹوں کو مارتے ہو یتیم کو بھی مار سکتے ہو۔ خبردار اپنے مال کو بچانے کے لیے اس کا مال برباد نہ کرنا اور نہ اس کے مال کو اپنی جائداد بنانا۔

بیویوں کے حقوق

〈۱۰۷〉 عَنْ حَکِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ الْقُشَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ زَوْجَۃِ اَحَدِنَا عَلَیْہِ؟ قَالَ اَنْ تُطْعِمَھَا اِذَا طَعِمْتَ، وَ تَکْسُوْھَا اِذَا اکْتَسَیْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْہَ وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَھْجُرْ اِلَّا فِی الْبَیْتِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حکیم اپنے والد معاویہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے (معاویہؓ نے) کہا اے اللہ کے رسولؐ! شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے، اس کے چہرہ پر نہ مارے اور اس کو بد دعا کے الفاظ نہ کہے (مثلاً خدا تیرا چہرہ بگاڑ دے وغیرہ) اور اگر جائز اور معقول بات نہ مانے اور ترک ’’تعلق‘‘ ناگزیر ہو جائے تو گھر میں ترک تعلق کرے یعنی گھر میں اپنی چارپائی الگ کرلے۔

تشریح: چہرہ پر تو جانور تک کو مارنا جائز نہیں چہ جائیکہ بیوی زندگی بھر کی رفیق کو، اور جب وعظ و نصیحت سے بیوی نہ سدھرے تو جسم کے دوسرے حصوں پر شوہر مار سکتا ہے لیکن نبی ﷺ کا حکم ہے ایسی مار نہ مارے جو زخم پیدا کردے یا ہڈی توڑ دے۔

بدزبان بیوی کے ساتھ سلوک

〈۱۰۷〉 عَنْ لَقِیْطِ بْنِ صَبْرَۃَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ لِیْ اِمْرَءَۃٌ فِیْ لِسَانِھَا

شَیْءٌ یَعْنِی الْبَذَاءَ، قَالَ طَلِّقْهَا، قُلْتُ اِنَّ لِی مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا یَقُوْلُ عِظْهَا، فَاِنْ یَکُ فِیْهَا خَیْرٌ فَسَتَقْبَلُ، وَلَا تَضْرِبَنَّ ظَعِیْنَتَکَ ضَرْبَکَ اُمَیَّتَکَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: لقیط بن صبرہ کہتے ہیں، میں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میری بیوی بدزبان ہے (میں کیا کروں؟) آپؐ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے کہا اس سے میرے بچے ہیں، مدت سے ہم دونوں کا ساتھ رہا ہے (طلاق دینے پر طبیعت آمادہ نہیں، پھر بچوں کا کیا بنے گا)۔ آپؐ نے فرمایا: پھر تو وعظ و نصیحت سے کام لو اگر اس کے اندر خیر کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی تو تمھاری نصیحتوں سے وہ یقیناً سدھر جائے گی اور خبردار اپنی رفیقۂ حیات کو اس طرح نہ مارنا جس طرح تم اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔

تشریح: حدیث کے آخری ٹکڑے کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کو نہ مارو اور لونڈیوں کو خوب پیٹو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ لوگ جس طرح اپنی باندیوں سے پیش آتے ہیں، اس طرح کا معاملہ بیوی ــــ زندگی بھر کی ساتھی ــــ کے ساتھ نہ ہونا چاہیے۔

﴿۱۰۹﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا کَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَانِ فَلَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ. (ترمذی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: جس آدمی کے دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ برتاؤ نہیں کیا تو ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا آدھا حصۂ جسم گر گیا ہے۔

تشریح: جس بیوی کے حقوق ادا نہیں کیے، وہ اس کے جسم کا حصہ تھی، اپنے جسم کے آدھے حصے کو اس نے دنیا میں کاٹ کر پھینک دیا تھا، تو قیامت کے دن وہ اپنے پورے جسم کے ساتھ کیسے آئے گا!!

بیوی کا نفقہ صدقہ ہے

﴿۱۱۰﴾ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰی اَهْلِهٖ یَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ابومسعودؓ کہتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی بچوں اور زیر کفالت لوگوں

پر اجرِ آخرت کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ (یعنی اجر وانعام کا کام) بنتا ہے۔

بیوی سے نباہ کرنے کی کوشش کرو

﴿۱۱۱﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یَفْرُکْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْھَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْھَا آخَرَ (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: کوئی مومن شوہر، اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت نہیں پسند آئی تو دوسری عادت پسند آئے گی۔

تشریح: مطلب یہ کہ بیوی اگر خوب صورت نہیں ہے آپ کے معیار پر پوری نہیں اُتری یا کوئی اور کمی محسوس کی تو اس سے متنفر ہونے میں جلد بازی سے کام نہ لو، اس کی اور خوبیوں کو ابھرنے کا موقع دو، اگر اسے موقع دو تو ہوسکتا ہے وہ تمھارے دل کو جیت لے، ''حسن رنگ'' سے زیادہ طاقت ور اور زیادہ موثر ''حسن خدمت'' ہوتا ہے!

شوہروں کے حقوق

اچھی بیوی کی صفات

﴿۱۱۲﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ اَلَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ، وَ تُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ، وَلاَ تُخَالِفُہٗ فِیْ نَفْسِھَا وَ مَالِھَا بِمَا یَکْرَہُ. (نسائی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کون سی بیوی بہترین ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ بیوی بہترین بیوی ہے جس کو اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہوجائے۔ حکم دے تو مانے اور اپنے بارے میں اور اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اختیار کرے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

تشریح: ''اپنے مال'' سے مراد شوہر کا مال ہے جو اس نے بیوی کو گھر کی مالکہ کی حیثیت سے حوالہ کیا ہے۔

نفل عبادت کے لیے شوہر کی اجازت لینی ضروری ہے

﴿۱۱۳﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ جَاءَ تْ اِمْرَأَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ نَحْنُ عِنْدَہٗ، فَقَالَتْ زَوْجِیْ صَفْوَانُ بْنِ الْمُعَطَّلِ یَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّیْتُ، وَ یُفَطِّرُنِیْ اِذَا

صُمتُ، وَلاَ یُصَلّیِ الْفَجرَ حَتّٰی تَطلُعَ الشَّمسُ، قَالَ وَ صَفوَانُ عِندَہٗ، قَالَ فَسئَلَہٗ عَمَّا قَالَتْ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا قَوْلُھَا "یَضرِبُنِی اِذَا صَلَّیتُ" فَاِنَّھَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَینِ وَ قَدْ نَھَیْتُھَا، قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَوْ کَانَتْ سُوْرَۃٌ وَاحِدَۃٌ لَکَفَتِ النَّاسَ، قَالَ وَ اَمَّا قَوْلُھَا "یُفَطِّرُنِی اِذَا صُمتُ" فَاِنَّھَا تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَ اَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلاَ اَصبِرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ تَصُوْمُ اِمْرَأَۃٌ اِلاَّ بِاِذْنِ زَوْجِھَا، قَالَ وَ اَمَّا قَوْلُھَا "اِنِّی لاَ اُصَلِّی حَتّٰی تَطلُعَ الشَّمسُ" فَاِنَّا اَھْلُ بَیْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذٰلِکَ لاَنَکَادُ نَستَیقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمسُ، قَالَ فَاِذَا اسْتَیقَظْتَ فَصَلِّ. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا میرے شوہر صفوان ابن معطل نماز پڑھنے پر مجھے مارتے ہیں اور روزہ رکھتی ہوں تو کھلوا دیتے ہیں، اور فجر کی نماز دن نکل آنے کے بعد پڑھتے ہیں۔ راوی ابوسعید کہتے ہیں کہ صفوان ہمارے ساتھ اسی مجلس میں موجود تھے، آپؐ نے ان کی بیوی کی شکایات کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! نماز پڑھنے پر مارنے کی شکایت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دو دو سورتیں پڑھتی ہے حالاں کہ میں اسے اس سے منع کر چکا ہوں، اس پر آپؐ نے فرمایا ایک سورت کافی ہے دو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، صفوان نے کہا روزہ توڑوانے کی حقیقت یہ ہے کہ برابر روزہ رکھے چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں، صبر نہیں کر سکتا، اِس پر آپؐ نے حکم دیا کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت ہی سے نفل روزہ رکھ سکتی ہے اس کے بعد صفوان نے کہا دن نکلنے کے بعد نمازِ فجر پڑھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کے لیے یہ بات مشہور و معروف ہے ہماری نیند نہیں ٹوٹتی جب تک دن نہ نکل آئے اس پر آپؐ نے فرمایا اے صفوان جب نیند ٹوٹے تب نماز پڑھو۔

تشریح: شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فرائض کی انجام دہی سے روکے، البتہ بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ شوہر کی ضروریات کا خیال رکھے، دین داری کے شوق میں لمبی لمبی سورتیں نہ پڑھے، رہی نفل نماز و روزہ تو اس میں بلا اجازت شوہر مشغول نہ ہو۔

صفوان بن معطل اصحابِ نبیؐ میں سے ہیں، ان کے بارے میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا کہ وہ فجر

کی نماز میں سستی اور غفلت برتتے رہے ہوں، اور یہ کہ بیوی نے جس انداز میں بات پیش کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، ان کی نماز فجر ہمیشہ قضا نہیں ہوتی تھی اگر ہمیشہ قضا ہوتی تو نبی ﷺ انھیں ضرور ملامت کرتے، فجر قضا ہونے کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں، پہلی وجہ کی طرف اشارہ خود اِس حدیث میں ہے بعض لوگ بہت گہری نیند سوتے ہیں، قیامت کا شور ہو، کتنا ہی بلایئے ان کی نیند ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی، دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ راتوں کو نخلستانوں میں مزدوری پر سینچائی کا کام کرتے، ظاہر ہے جو شخص رات کے بڑے حصے میں جاگا ہو فجر کے وقت اس کا جاگنا آسان نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں عورتوں کے شوقِ عبادات کا کیا حال تھا۔

خاوند کی ناشکری

〈۱۱۴〉 عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ: مَرَّ بِیَ النَّبِیُّ ﷺ وَ اَنَا فِیْ جَوَارٍ اَتْرَابٍ لِیْ، فَسَلَّمَ عَلَیْنَا وَ قَالَ اِیَّا کُنَّ وَ کُفْرَ الْمُنْعِمِیْنَ، قَالَ وَ لَعَلَّ اِحْدَاکُنَّ تَطُوْلُ اَیْمَتُھَا مِنْ اَبَوَیْھَا. ثُمَّ یَرْزُقُھَا اللّٰہُ زَوْجًا وَ یَرْزُقُھَا مِنْہُ وَلَدًا. فَتَغْضَبُ الْغَضْبَةَ فَتَکْفُرُ فَتَقُوْلُ مَا رَأَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ. (الادب المفرد للبخاری)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں میں اپنی چند ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ہمارے پاس سے حضورؐ گزرے، آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا تم اچھا سلوک کرنے والے شوہروں کی ناشکری سے بچنا، پھر فرمایا تم عورتوں میں کسی کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنے والدین کے گھر لمبے عرصہ تک بیٹھی رہتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر دے دیتا ہے اور اس سے اولاد دیتا ہے پھر وہ کسی بات پر غصہ ہو جاتی ہے اور شوہر سے کہتی ہے مجھ کو تجھ سے کبھی آرام نہیں ملا، تو نے میرے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا۔

عورت شوہر کے گھر کی نگراں اور بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہے۔

〈۱۱۵〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالْاَمِیْرُ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ، فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.

(ریاض الصالحین)

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں ہر ایک نگراں و محافظ ہے اور تم میں سے ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی جو تمھاری نگرانی اور سرپرستی میں ہوں گے، امیر بھی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی، اور شوہر بھی اپنی بیوی (بچے اور دوسرے زیر کفالت لوگوں کا) نگراں ہے، اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ہے، پس تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور زیر نگرانی لوگوں کی بابت تم میں سے ہر ایک سے پوچھ ہوگی۔

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو صرف کھلانے پہنانے کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس کے دین و اخلاق کی حفاظت و نگرانی بھی اس کی ذمہ داری ہے اور بیوی کی نگرانی دوہری ہے وہ شوہر کے گھر اور مال کی نگراں تو ہے ہی، اس کے بچوں کی تربیت کی خصوصی ذمہ داری بھی اس پر ہے کیوں کہ شوہر تو معاش کے حصول کے لیے زیادہ تر باہر رہتا ہے اور بچے زیادہ تر اپنی ماؤں کے پاس رہتے ہیں اور باپ کے مقابلہ میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں، اسی لیے والدین کو مربی اعظم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھنے کی ترغیب دو، نصیحت کرو، ہر طرح سمجھاؤ اور جب دس برس کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر مارو اس حکم کی بجا آوری میں ماں کی یا باپ کی یا دونوں کی ہر کوتاہی پر باز پرس ہونی ہے!!

بیوی کا حق

(۱۱۶) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَرْءَ ةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، فَاِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، فَدَارِهَا تَعِيْشْ بِهَا. (المنذری بہ حوالہ صحیح ابن حبان)

ترجمہ: سمرہ بن جندبؓ نے کہا، ارشاد فرمایا رسول اللہؐ نے کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے، پس اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تو اچھی زندگی گزرے گی۔

تشریح: ''عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے'' اسی طرح کا محاورہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انبیاء:۳۷) ''انسان جلد بازی سے پیدا کیا گیا ہے'' پسلی اپنی ظاہری شکل میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے، اللہ نے اس کے اندر جھکاؤ رکھا ہے جس کی وجہ سے سینہ اور اس کے اندر کے اعضاء رئیسہ کی حفاظت ہوتی ہے اگر پسلی سیدھی ہوتی تو سینہ اور اس کے اندرونی اہم اعضاء کی حفاظت کیوں کر ہوتی، عورت پسلی کے مانند ہے جو شوہر اور اس کے گھر کی محافظ ہے، مرد بالعموم بچا بچا کر رکھنے کی فطرت نہیں رکھتا اور یہ

صفت بالعموم عورتوں کے اندر پائی جاتی ہے، اگر عورت کے اندر یہ خوبی نہ ہوتی تو گھر گرہستی کا نظام برباد ہو جاتا، حضور ﷺ نے عورت کو پسلی سے تشبیہ دی ہے اور اس کی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپؐ کے ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عورتیں ٹیڑھی ہوتی ہیں اور مرد بڑے سیدھے ہوتے ہیں۔ آپؐ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مزاج اور اس کے سوچنے اور کرنے کا ڈھنگ مرد سے مختلف ہوتا ہے اور خاندانی نظام میں مرد کو سربراہی اور بالادستی کے منصب پر فائز کیا گیا ہے، اب اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے جذبات وحسیات کی پروانہ کرے، صرف اپنی بات منوانے پر اصرار کرے تو گھر حقیقی مسرتوں سے محروم اور جھگڑے فساد کا جہنم بن جائے گا، اس لیے نبی کریم (علیه التحية و التسليم) مردوں کو عورتوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے پیش آنے کی تعلیم دیتے ہیں، تاکہ گھر راحت کدہ رہے جہنم نہ بنے، اس حدیث کی بعض روایتوں کے آخری الفاظ یہ ہیں فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا یعنی آپؐ اُمت کو حکم دیتے ہیں کہ بیویوں کے ساتھ خود بھی اچھا سلوک کرو اور دوسروں کو ان سے اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کرو۔

شوہر کا حق اور عورت کی مساویانہ شرکت کار جہاد کے ثواب میں

﴿۱۱۷﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَافِدَةُ النِّسَاءِ اِلَيْكَ، هٰذَا الْجِهَادُ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى الرِّجَالِ فَاِنْ اُصِيْبُوْا اُجِرُوْا، وَ اِنْ قُتِلُوْا كَانُوْا اَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، وَ نَحْنُ مَعْشَرَ النِّسَاءِ نَقُوْمُ عَلَيْهِمْ، فَمَا لَنَا مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبْلِغِيْ مَنْ لَقِيْتِ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّ طَاعَةَ الزَّوْجِ وَاعْتِرَافًا بِحَقِّهٖ يَعْدِلُ ذٰلِكَ، وَ قَلِيْلٌ مِنْكُنَّ مَنْ يَّفْعَلُهٗ ـــ رَوَاهُ الْبَزَّارُ هٰكَذَا مُخْتَصَرًا، وَالطَّبَرَانِيُّ فِيْ حَدِيْثٍ قَالَ فِيْ آخِرِهٖ ـــ ثُمَّ جَاءَتْهُ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ اِمْرَأَةٌ، فَقَالَتْ اِنِّيْ رَسُوْلُ النِّسَاءِ اِلَيْكَ، وَمَا مِنْهُنَّ اِمْرَأَةٌ عَلِمَتْ اَوْلَمْ تَعْلَمْ اِلَّا وَهِيَ تَهْوٰى مَخْرَجِيْ اِلَيْكَ، اَللّٰهُ رَبُّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَاِلٰهُهُنَّ، وَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ كَتَبَ اللّٰهُ الْجِهَادَ عَلَى الرِّجَالِ فَاِنْ اَصَابُوْا اُجِرُوْا، وَ اِنِ اسْتُشْهِدُوْا كَانُوْا اَحْيَاءً عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ، فَمَا يَعْدِلُ ذٰلِكَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ مِنَ الطَّاعَةِ؟ قَالَ طَاعَةُ

اَزْوَاجِھِنَّ وَ الْمَعْرِفَةُ بِحُقُوْقِھِمْ، وَ قَلِیْلٌ مِّنْکُنَّ مِنْ یَّفْعَلُهٗ. (المنذری)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے عورتوں نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ (یہ عرض کرنے کے لیے کہ) جہاد صرف مردوں پر فرض ہوا ہے، اگر وہ زخمی ہو جائیں تو اجر پائیں، شہید ہو جائیں تو زندہ رہیں اپنے رب کے پاس اور اس کی بخششوں اور انعامات سے بہرہ ور ہوں، اور ہم عورتیں ان کے پیچھے ان کے گھر کی حفاظت کرتی ہیں اور اپنے مجاہد مردوں کی ضروریات کا خیال رکھتی ہیں تو ہمیں اس خدمت کا کیا صلہ ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جن عورتوں سے ملو ان تک میری یہ بات پہنچا دو، مجاہد شوہروں کی اطاعت و وفاداری اور ان کے حقوق کو پہچاننا جہاد کے برابر درجہ رکھتا ہے لیکن تم عورتوں میں کم ہی ایسا کرتی ہیں۔ (یہ تو مسندِ بزار کی روایت ہے جو مختصر ہے اور طبرانی نے یہ حدیث قدرے تفصیل سے روایت کی ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:

''ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں اور ہر عورت خواہ اسے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو میرے آپ کے پاس آنے کو پسند کرتی ہے، مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ اللہ مردوں اور عورتوں دونوں کا آقا اور معبود و حاکم ہے اور آپ مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں، مردوں پر جہاد فرض ہوا ہے، اگر وہ دشمنانِ دین کو ماریں تو انھیں اجر ملے اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو برتر زندگی پائیں، رب کا قرب نصیب ہو اور رب کے انعامات سے شاد کام ہوں، تو ہم کیا کریں جو ان کے ہم پلہ اجر پائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا اِن شوہروں کی اطاعت اور حقوق شناسی کا وہی مقام ہے جو مردوں کے میدان جہاد کے کام کا ہے۔''

تشریح: نمائندہ خاتون کا نام اسماء بنت یزید ہے۔ یہ بڑی پڑھی لکھی خاتون اور بہت عمدہ مقرر ہیں، اپنے مدعا کو بڑی خوب صورتی سے پیش کرنے کا سلیقہ اللہ نے انھیں دیا تھا۔ چناں چہ نبی ﷺ نے حاضرین مجلس کے سامنے اس پہلو سے ان کی تعریف فرمائی، حضرت اسماء حضورؐ کے پاس ''مساواتِ مرد و زن'' کا مسئلہ لے کر نہیں گئی تھیں بلکہ وہ اور دوسری اُس عہد کی خواتین یہ بشارت حاصل کرنا چاہتی تھیں کہ اقامتِ دین کے مختلف مراحل میں پیچھے کام کرنے والی خواتین اقامتِ دین کے اجر سے محروم نہ رہیں گی، نہ صرف یہ کہ محروم نہ رہیں گی، میدانِ جہاد کے کاموں میں لگے ہوئے مردوں کے برابر انعام کی حق دار ہوں گی۔

پڑوسیوں کا حق

ہم سایہ کو تکلیف پہنچانا ایمان کے منافی ہے

〈۱۱۸〉 عَنْ اَبِیْ شُرَیْحِ نِ الْخُزَاعِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ.

ترجمہ: حضرت ابوشریح الخزاعی نے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا بہ خدا وہ ایمان نہیں رکھتا، بہ خدا وہ ایمان نہیں رکھتا، بہ خدا وہ ایمان نہیں رکھتا، لوگوں نے گھبرا کر پوچھا کون اے اللہ کے رسولؐ؟ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص ایمان نہیں رکھتا، جس کا پڑوسی اس کی ایذا کوشی اور تکلیف رسانی سے محفوظ نہ ہو۔

مومن کا بھوکا پڑوسی

〈۱۱۹〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَ جَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود تو پیٹ بھر کھا کر سوئے اور اس کا ہم سایہ بھوکا سوئے۔

پڑوسیوں کی خبر گیری

〈۱۲۰〉 عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَۃً فَاَکْثِرْ مَاءَ ھَا وَ تَعَاھَدْ جِیْرَانَکَ. (مسلم)

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر جب تم گوشت پکاؤ تو شوربہ زیادہ کر دو اور پڑوسیوں کی خبر گیری کرو (معلوم کرو کس کے یہاں سالن نہیں ہے یا کمی ہے اس کے یہاں بھیجو)۔

پڑوسیوں کے یہاں ہدیہ بھیجنے کی اہمیت

〈۱۲۱〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَۃٌ لِجَارَتِھَا وَلَوْ فِرْسَنَ شَاۃٍ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مسلمان خواتین کو خطاب کر کے فرمایا: اے مسلم عورتو! کوئی عورت اپنی پڑوسن کو چھوٹی سے چھوٹی چیز بہ طور ہدیہ بھیجنے کو حقیر نہ جانے، اگر اس کے پاس، بکری کی کھر ہی ہو تو وہی بھیجے۔

تشریح: ''بکری کی کھر'' عربی کا محاورہ ہے ''معمولی چیز'' کے معنی میں آتا ہے، عورتوں کی عام فطرت یہ ہے کہ کوئی معمولی اور تھوڑی چیز اپنے پڑوس میں بھیجنا پسند نہیں کرتیں، ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اچھی سے اچھی چیز بھیجیں، اس لیے آپؐ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ معمولی سے معمولی چیز اپنی پڑوسن کے یہاں بھیجو، پس جن عورتوں کے پاس پڑوس سے ہدیہ آئے تو محبت اور خوش دلی سے قبول کرنا چاہیے، اس کو نہ تو حقیر جانیں نہ تنقید کریں جیسا کہ غیر تربیت یافتہ عورتوں کا طریقہ ہوتا ہے۔

قیامت کا پہلا مقدمہ پڑوسیوں کا جھگڑا

﴿۱۲۲﴾ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَارَانِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن دو آدمیوں کا مقدمہ خدا کی عدالت میں سب سے پہلے پیش ہوگا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔

تشریح: یعنی قیامت کے دن حقوق العباد کے مقدمات میں سب سے پہلا مقدمہ خدا کی عدالت میں دو پڑوسیوں کا مقدمہ پیش ہوگا جو ہم سایہ ہونے کے باوجود ایک نے دوسرے کو ستایا، دبایا، گرایا۔ یاد رہے تمام مسلمانوں کا حساب نبی اکرمؐ کی موجودگی میں ہوگا، جس مقدمہ کا اس حدیث میں ذکر ہے اس میں آپؐ گواہی دیں گے کہ میں نے صاف صاف بتادیا تھا کہ مسلمان پر مسلمان کے کیا حقوق ہیں اور پڑوسیوں کو پڑوسیوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کی تعلیم دی ہے۔

مستحق ترین پڑوسی

﴿۱۲۳﴾ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهَا مِنْكَ بَابًا. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! میرے دو پڑوسی ہیں تو ان میں کس کے یہاں کوئی چیز بہ طور ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا اُس پڑوسی کے یہاں جس کا دروازہ تیرے دروازے سے قریب تر ہے۔

پڑوسی کے ساتھ سلوک کا نتیجہ جنت یا جہنم

﴿۱۲۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلاَنَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلاَتِهَا وَ صِيَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا، قَالَ هِیَ فِی النَّارِ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلاَنَةَ تُذْكَرُ قِلَّةُ صِيَامِهَا وَ صَدَقَتِهَا وَ صَلاَتِهَا وَ اِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاِقِطِ وَلاَ تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! فلاں عورت نفلؐ! نماز پڑھنے، روزے رکھنے اور صدقہ کرنے میں بہت مشہور ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو ستاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گی، اس آدمی نے کہا ایک دوسری عورت ہے جو کم نفل نماز پڑھتی، کم نفل روزے رکھتی اور تھوڑی مقدار میں صدقہ کرتی ہے، وہ پنیر کے چند ٹکڑے غریبوں کو دیتی ہے لیکن پڑوسیوں کو اپنی زبان سے نہیں ستاتی، آپؐ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

مہمان کا حق

﴿۱۲۵﴾ عَنْ خُوَيْلِدِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ، جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَ لَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ، وَلاَ يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِیَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت خویلدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہوں تو اپنے مہمان کی خاطر تواضع کریں، پہلا دن انعام وعطیہ کا دن ہے (جس میں مہمان کی خوب خاطر داری کرنی چاہیے) اور مہمانی تین دن کی ہے، تین دن کے بعد میزبان جو کچھ کرے گا وہ اس کے لیے موجبِ اجر ہوگا اور مہمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے میزبان کے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرے، جس کے نتیجہ میں وہ ضیق اور پریشانی میں پڑ جائے۔

تشریح: اس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کو تعلیم دی گئی ہے، میزبان کو خاطر داری کی، مہمان کو تین دن سے زیادہ قیام نہ کرنے کی، (اِلاّ یہ کہ میزبان بہ خوشی مزید ٹھہرانا چاہے)۔ اس حدیث کے آخری حصہ کی اچھی تشریح وہ حدیث کرتی ہے جو صحیح مسلم میں آئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے پاس قیام کرے یہاں تک کہ اسے پریشانی میں مبتلا کردے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! وہ کس طرح اسے پریشانی میں مبتلا کردے گا؟ آپؐ نے فرمایا ''وہ اِس طرح کہ میزبان کے پاس ٹھہرا رہے اور اس کے پاس مہمان داری کے لیے کچھ نہ ہو!

فقراء و مساکین کے حقوق

مفلسوں کے ساتھ خدا کا تعلق

〈۱۲۶〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ، قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اُطْعِمُکَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؟ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ؟ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ، یَابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تُسْقِنِیْ، قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَسْقِیْکَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؟ قَالَ اِسْتَسْقَاکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ، اَمَا اِنَّکَ لَوْ سَقَیْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ. (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن کہے گا اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، وہ کہے گا اے میرے رب میں تجھے کیوں کر کھلاتا جب کہ تو رب العالمین ہے، (لوگوں کی پرورش تو کرتا ہے پھر تجھے کھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے) اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اس نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے نہیں دیا (حالاں کہ تیرے پاس دینے کے لیے بہت کچھ تھا) کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کے پیٹ کی آگ بجھا دیتا تو اس کا اجر میرے پاس سے تو پاتا پھر اللہ اس سے کہے گا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا پر تو نے میری پیاس نہیں بجھائی، وہ کہے گا اے میرے رب میں کیوں کر تجھے پلاتا جب کہ تو رب العالمین ہے (تو سب کو پلاتا ہے اور پھر تجھے پیاس کہاں لاحق ہوتی ہے)۔ وہ کہے گا کیا تجھے علم ہے کہ میرے فلاں پیاسے بندے نے تجھ

سے پانی مانگا تھا پر تو نے اس کی پیاس نہیں بجھائی (حالاں کہ تیرے پاس فاضل پانی موجود تھا) کیا تجھے معلوم نہیں اگر تو اس کی پیاس بجھا دیتا تو اس کا انعام تجھے میرے پاس سے ملتا۔

مسلم مساکین کی مدد

﴿۱۲۷﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ اَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ، وَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقٰی مُؤْمِنًا عَلٰی ظَمَأٍ، سَقَاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ، وَ اَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّۃِ. (ترمذی)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ ؐ نے فرمایا: جس کسی مسلمان نے کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلایا، اللہ اس کو قیامت کے دن جنتی غذا کھلائے گا، اور جس کسی مسلمان نے کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلایا، اللہ اس کو قیامت کے دن مہر بند اعلیٰ درجہ کا مشروب پلائے گا اور جس کسی مسلمان نے، کسی کپڑے سے محروم مسلمان کو کپڑا پہنایا، اللہ اس کو قیامت کے دن جنتی پوشاک پہنائے گا۔

سب سے زیادہ مستحق مدد مسکین

﴿۱۲۸﴾ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ لَہٗ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْأَلُ النَّاسَ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: اصل مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس سائل بن کر جاتا ہے اور ایک دو لقمے یا ایک دو کھجور لے کر لوٹتا ہے بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس ضرورت پوری کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے اور لوگ اس کے حال کو نہیں جان پاتے کہ اسے دیں اور غیرت اور شرم کی وجہ سے وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔

خادموں کے حقوق

﴿۱۲۹﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِلْمَمْلُوْکِ طَعَامُہٗ وَ کِسْوَتُہٗ وَلَا یُکَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ. (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلام اور باندی کا حق یہ ہے کہ انھیں کھانا کھلایا جائے اور کپڑے دئے جائیں اور ان پر کام کا اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جسے وہ سہار کر سکتے ہوں۔

تشریح: اصل حدیث میں ''مملوک'' کا لفظ آیا ہے جس سے مراد لونڈی اور غلام ہیں، جو اسلام سے پہلے عرب سوسائٹی میں پائے جاتے تھے، لوگ اِن کے ساتھ حیوانات سے بدتر سلوک کرتے، انھیں ٹھیک سے کھانا اور کپڑا نہ دیتے اور ناقابل برداشت حد تک ان سے کام لیتے، جب اسلام آیا تو یہ طبقہ موجود تھا، اس لیے نبی کریم ﷺ نے مسلم معاشرہ کو حکم دیا کہ انھیں کھلاؤ، کپڑے پہناؤ اور ہلکی خدمت لو۔

یہی حکم اس مستقل نوکر کا ہے جس کا شب و روز آپ کے پاس گزرتا ہے، خادموں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے متعلق ابوقلابہؒ کی حدیث کا ترجمہ سنیے وہ کہتے ہیں:

> ''حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس ان کی گورنری کے زمانہ میں ایک آدمی آیا، اس نے دیکھا گورنر صاحب اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا یہ کیا؟ حضرت سلمانؓ نے کہا ہم نے اپنے ملازم کو ایک کام سے باہر بھیج دیا ہے اور ہمیں یہ ناپسند ہے کہ اس پر دو کاموں کا بار ڈالیں۔''

〈۱۳۰〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْكُمْ، فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ یَدَیْهِ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْكُلُ، وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ، وَلَا یُكَلِّفُهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا یَغْلِبُهُ، فَاِنْ كَلَّفَهُ مَا یَغْلِبُهُ فَلْیُعِنْهُ عَلَیْهِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارے بھائی ہیں یہ غلام، انھیں اللہ نے تمھارے تصرف میں دے دیا ہے، تو اللہ نے جس شخص کے بھائی کو اس کا ماتحت بنا دیا ہے چاہیے کہ اسے وہ کھانا کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہ پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے، اور اس سے ایسا کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو، اگر کسی موقع پر اس سے بھاری کام کرانا پڑ جائے تو اس میں اس کا ہاتھ بٹائے۔

〈۱۳۱〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَاءَهٗ بِهٖ وَ قَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْیُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْیَاْكُلْ، فَاِنْ كَانَ

الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِيْلاً فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَيْنِ. (مسلم)

ترجمه: ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا تیار کرکے اس کے پاس لائے اور حال یہ ہے کہ کھانا پکانے میں آنچ اور دھوئیں کی مصیبت جھیلی ہے، تو اسے اپنے پاس بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمہ اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔

غلام کو مارنے کی ممانعت

〈۱۳۲〉 عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلاَماً فَقَالَ لاَ تَضْرِبْهُ فَاِنِّیْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ الْمُصَلِّيْنَ وَ قَدْ رَأَيْتُهُ يُصَلِّیْ. (مشکوٰۃ)

ترجمه: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک غلام ہبہ کیا اور کہا: اسے مارنا مت، اس لیے کہ مجھے نمازیوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے اور میں نے اِسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

ملازموں کے ساتھ نرمی کا صلہ

〈۱۳۳〉 عَنْ عَمْرِوبْنِ حُرَيْثٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا خَفَّفْتَ عَلٰی خَادِمِکَ مِنْ عَمَلِهٖ كَانَ لَهٗ اَجْراً فِیْ مَوَازِيْنِکَ. (المنذری بہ حوالہ مسند ابویعلیٰ)

ترجمه: عمرو بن حریث کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ملازمین سے جتنی ہلکی خدمت لوگے اتنا ہی اجر و ثواب تمھارے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

رفقائے سفر کے حقوق

رفقائے سفر کی خدمت

〈۱۳۴〉 عَنۡ سَهۡلِ بۡنِ سَعۡدٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَيِّدُ الۡقَوۡمِ خَادِمُهُمۡ، فَمَنۡ سَبَقَهُمۡ بِخِدۡمَةٍ لَمۡ يَسۡبِقُوۡهُ بِعَمَلٍ اِلَّا الشَّهَادَةَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم کا سردار (امیر قافلہ) ان کا خادم ہوتا ہے تو جو امیر قافلہ اہل قافلہ کی خدمت میں پیش پیش ہو تو کوئی شخص اس سے کسی عمل کی بدولت نہیں بڑھ سکتا۔ بہ جز شہادت کے (جس کا مقام بہت اونچا ہے)۔

زائد از ضرورت چیزیں رفیق سفر کو دو

〈۱۳۵〉 عَنۡ اَبِىۡ سَعِيۡدِنِ الۡخُدۡرِىِّؓ قَالَ بَيۡنَمَا نَحۡنُ فِىۡ سَفَرٍ اِذۡ جَاءَهٗ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ فَجَعَلَ يَصۡرِفُ وَجۡهَهٗ يَمِيۡنًا وَ شِمَالاً، فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنۡ كَانَ مَعَهٗ فَضۡلُ ظَهۡرٍ فَلۡيَعُدۡ بِهٖ عَلٰى مَنۡ لاَ ظَهۡرَ لَهٗ، وَ مَنۡ كَانَ مَعَهٗ فَضۡلُ زَادٍ فَلۡيَعُدۡ بِهٖ عَلٰى مَنۡ لاَ زَادَ لَهٗ، قَالَ فَذَكَرَ مِنۡ اَصۡنَافِ الۡمَالِ حَتّٰى رَأَيۡنَا اَنَّهٗ لاَ حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِى الۡفَضۡلِ. (مسلم)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ سفر میں تھے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوار ہو کر آیا اور ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا (آپؐ سمجھ گئے کہ یہ آدمی ضرورت مند ہے) تو آپؐ نے لوگوں سے کہا جس شخص کے پاس کوئی زائد سواری ہو تو اسے

چاہیے کہ وہ اسے دے جس کے پاس سواری کا جانور نہیں اور جس کے پاس فاضل کھانا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس شخص کو دے جس کے پاس کھانا نہیں ہے، ابوسعید راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے مال کی بہت سی اقسام کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ہم میں سے کسی کا زائد از ضرورت مال میں کوئی حق نہیں ہے۔

〈۱۳۶〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَکُوْنُ اِبِلٌ وَ بُیُوْتٌ لِلشَّیَاطِیْنِ اَمَّا اِبِلُ الشَّیَاطِیْنِ فَقَدْ رَأَیْتُهَا یَخْرُجُ اَحَدُکُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَعَهٗ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلاَ یَعْلُوْ بَعِیْرًا مِنْهَا وَ یَمُرُّ بِاَخِیْهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهٖ فَلاَ یَحْمِلُهٗ، وَ اَمَّا بُیُوْتُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَمْ اَرَهَا. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ اونٹ شیاطین کا حصہ ہوتے ہیں اور کچھ گھر بھی، شیطانی اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں، تم میں سے کوئی اپنے ساتھ بہت سی سواریاں لے کر نکلتا ہے، انھیں خوب موٹا تازہ بنا رکھا ہے اور ان میں کسی پر وہ سوار نہیں ہوتا، اور وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جس کے پاس سواری نہیں ہے تو یہ اُسے اپنی سواریوں میں سے کسی پر سوار نہیں کرتا ہے۔ رہے شیطانی گھر تو میں نے انھیں نہیں دیکھا۔

تشریح: شیطانی گھروں سے مراد وہ مکانات ہیں جنھیں لوگ بلاضرورت محض تفاخر اور دولت کی نمائش کے لیے بناتے ہیں نہ خود ان میں رہتے ہیں نہ بے گھر لوگوں کو رہنے کے لیے دیتے ہیں۔ اسلام ایسی نمائش پسند نہیں کرتا، حضورؐ نے ایسے مکانات نہیں دیکھے کیوں کہ مسلم معاشرہ میں اُس وقت ایسے نمائشی لوگ نہیں تھے۔ البتہ بعد کے ادوار میں ہمارے بزرگوں نے ایسے مکانات دیکھے اور ہم بھی اپنے زمانے کے بعض دولت مند مسلمانوں کے یہاں ایسے نمائشی مکانات دیکھ رہے ہیں۔

بیمار کا حق

〈۱۳۷〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ، قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهٗ. (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے بتایا اللہ عزوجل قیامت کے دن ایک آدمی سے کہے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تھا تو میری عیادت کو نہیں آیا، وہ کہے گا اے میرے رب کیسے تیری عیادت کو آتا اور تو رب العالمین ہے (بیمار پڑنا تو تیری شان کے خلاف ہے)۔ اللہ کہے گا کیا تجھے معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تھا پر تو اس کی عیادت کو نہیں گیا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

تشریح: عیادت عربی زبان میں صرف مزاج پرسی کو نہیں کہتے، عیادت کا مفہوم خبر گیری ہے یعنی مریض اگر نادار ہے، دوا کے لیے پیسے اس کے پاس نہیں ہیں، تو تم اس کی دوا کا انتظام کرو، اگر اس کے پاس پیسے تو ہیں مگر دوا لانے والا کوئی نہیں تو تم لا دو یا لانے کے لیے سوچو۔ اللہ کو مریض کے پاس پانے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تم سے خوش ہوتا، اس کا قرب تمھیں حاصل ہوتا۔

مریض، بھوکے اور قیدی کے ساتھ حسنِ سلوک

﴿۱۳۸﴾ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ ؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ فُکُّوا الْعَانِیَ. (بخاری)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مریض کی عیادت کرو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کی رہائی کا انتظام کرو۔

غیر مسلم کی عیادت

﴿۱۳۹﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ ﷺ، فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ ﷺ یَعُوْدُہٗ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ، فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ، وَھُوَ عِنْدَہٗ، فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ، فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، بیمار پڑا، تو آپؐ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اس کے سرہانے آپؐ بیٹھے اور کہا ''اسلام قبول کر''، تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ نے کہا تو ابوالقاسم کی بات مان لے، چناں چہ وہ اسلام لایا، اس کے بعد آپؐ وہاں سے یہ کہتے ہوئے اٹھے شکر ہے اللہ کا جس نے اسے جہنم کی آگ سے بچالیا۔

تشریح: نبی ﷺ کی پاکیزہ سیرت سے دوست اور دشمن سبھی واقف تھے اور تمام یہودی آپؐ کے دشمن نہ تھے، اور اس یہودی کو آپؐ سے ذاتی تعلق تھا، آپؐ کی دعوت سے متاثر تھا اسی لیے اس نے اپنے لڑکے کو پیغمبرؐ کی خدمت کے لیے بھیجا تھا۔

عیادت کے آداب

﴿۱۴۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوْسِ وَ قِلَّةُ الصَّخَبِ فِي الْعِيَادَةِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ. (مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض وثواب المرض)

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرا جائے اور شوروشغب بالکل نہ ہو۔

مسلمان کا حق مسلمان پر

جان و مال کی حرمت

﴿۱۴۱﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ، قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اَلاَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ثَلاثًا، وَیْلَکُمْ اَوْ وَیْحَکُمْ اُنْظُرُوْا لاَ تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ رِقَابَ بَعْضٍ. (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا: سنو اللہ نے تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزت و آبرو کو محترم قرار دیا ہے، جس طرح تمھارا یہ دن محترم ہے تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اِس مہینہ میں! بتاؤ میں نے پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا ہاں آپ نے ہم تک پہنچا دیا، یہ فقرہ آپؐ نے تین بار دہرایا اور لوگوں نے تین بار ہاں کہا۔ اس کے بعد آپؐ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے اپنی اُمت کو بات پہنچا دی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا سنو! دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

تشریح: حجۃ الوداع (رخصتی حج) نام ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کا جس کے دو تین مہینہ بعد آپؐ نے وفات پائی، اس حج کی اہمیت یہ ہے کہ اس وقت کی پوری اسلامی دنیا سے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حج میں شریک ہوئے تھے، یہ بات تمام اسلامی مقبوضہ علاقے میں مشہور ہوگئی تھی کہ اللہ کے آخری پیغمبرؐ کی امامت میں حج ہوگا، اور اس حج کے دوران آپؐ نے مکہ میں، عرفات کے میدان میں، مزدلفہ میں اور منیٰ میں جو خطبے ارشاد فرمائے ان کی حیثیت ''وصیت'' کی

سی تھی جو آپؐ پوری اُمت مسلمہ کو کر رہے تھے، ان کو بھی جو حج میں شریک تھے، ان کو بھی جو پیچھے رہ گئے تھے اور ان تمام لوگوں کو بھی جو قیامت تک آپؐ کی امت میں شامل ہوں گے اس حج میں واضح طور پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد شاید میں تم سے ملاقات نہ کر سکوں گا اور تقریروں کا ڈھنگ واضح طور پر بتاتا ہے کہ آپؐ اپنی پوری امت کو ــ دنیا سے جانے والے کی حیثیت سے ــ وصیت فرما رہے ہیں، اس وصیت میں دو باتوں پر بڑا زور دیا گیا ہے ایک یہ کہ ہر مسلمان دوسرے کو نہ قتل کرے، نہ اس کا مال ہتھیائے اور نہ اس کی عزت و آبرو برباد کرے اور نہ معاشرہ کی نگاہ میں اسے گرانے کی کوشش کرے، دوسری بات جس کی آپؐ نے بڑی تاکید فرمائی وہ یہ تھی کہ شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں، یاد رکھیں اور ادا کریں۔

دیکھئے آدمی کا بیٹا کتنا ہی ناکارہ ہو لیکن اپنے باپ کی وصیت کو یاد رکھتا اور اس کو جاری کرتا ہے لیکن تمام باپوں سے بڑھ کر شفیق باپ ــ نبی ﷺ ــ کی وصیت کو امت کی اکثریت کس طرح بھلا بیٹھی ہے، نالائقی کی ایک حد ہوتی ہے!!!

مومن، مومن کا آئینہ ہے

〈۱۴۲〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَکُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَ یَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اس کا حامی ہوتا ہے۔

تشریح: ''مسلمان، مسلمان کا آئینہ ہے'' یعنی اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتا ہے، جس طرح اپنی تکلیف پر تڑپتا ہے اسی طرح بھائی کی تکلیف پر تڑپ اٹھتا اور اسے دور کرنے کے لیے بے چین ہوتا ہے ایک دوسری حدیث کے الفاظ اس کی بہترین تشریح کرتے ہیں اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰةُ اَخِیْهِ فَاِنْ رَاٰی بِهٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْهُ ''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے تو اگر اسے تکلیف میں مبتلا دیکھے تو اس کی تکلیف دور کر دے'' اسی طرح اپنے بھائی کے اندر کوئی کمزوری پائے تو اسے اپنی کمزوری سمجھ کر دور کرے۔

محبت، رحمت اور شفقت

〈۱۴۳〉 عَنْ نُعْمَانَ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَوَادِّهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ، اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: نعمانؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کو آپس میں رحم کرنے میں، محبت کرنے میں اور شفقت سے پیش آنے میں جسم کی طرح تو پائے گا، جسم کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک عضو بیمار ہو جائے تو تمام اعضاء اس کی ٹیس محسوس کرتے ہیں، آدمی کی نیند اڑ جاتی ہے اور سارا جسم بخار سے تپنے لگتا ہے۔

مضبوط اخوّت

〈۱۴۴〉 عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کے لیے عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا ہے اس کو سمجھانے کے لیے آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کیا۔

تشریح: اس حدیث میں مسلمان سوسائٹی کو مضبوط عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح اس کی اینٹیں ایک دوسری سے جڑی ہوتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو آپس میں جڑا رہنا چاہیے اور جس طرح ایک اینٹ دوسری کو قوت اور سہارا دیتی ہے اسی طرح انھیں بھی ایک دوسرے کو سہارا دینا چاہیے، اور یہ ہر آن ان کے سامنے رہے کہ ان کی قوت کا راز باہم جڑے رہنے میں ہے، اگر وہ بکھری ہوئی اینٹوں کے مانند رہے تو انھیں ہوا کا جھونکا اڑا لے جا سکتا اور پانی کا ہر ریلا بہا لے جا سکتا ہے۔

مسلمان کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم

〈۱۴۵〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم ہو ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! اس کے مظلوم ہونے کی صورت میں مدد کرنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی کیوں کر مدد کی جائے، آپؐ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روک دو، یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی چیز بیچو تو عیب بتا کر بیچو

﴿۱۴۶﴾ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِیْهِ شَیْئًا وَ فِیْهِ عَیْبٌ اِلَّا بَیَّنَهٗ لَهٗ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: عقبہ بن عامر کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، جو مسلمان کسی مسلمان کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور وہ عیب دار ہو تو عیب کو صاف صاف اس کے سامنے رکھ دے۔

تشریح: تاجر کو خریدار کے سامنے عیب بیان کرنا لازم ہے، خریدار مسلمان ہو یا غیر مسلم جیسا کہ آئندہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

قطع تعلق کی مدت

﴿۱۴۷﴾ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ، یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَ یُعْرِضُ هٰذَا وَ خَیْرُ هُمَا الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابو ایوب انصاریؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے ترکِ تعلق کرے تین دن سے زیادہ، دونوں کہیں ملیں تو یہ اپنا منہ ادھر پھیر لے اور یہ اِدھر پھیر لے۔ ان دونوں میں بہترین مسلمان وہ ہے جو سلام میں پہل کرے اور ترکِ تعلق کی شیطانی پالیسی ختم کردے۔

صالح مسلمان کا حق

﴿۱۴۸﴾ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَقِیْلُوْا ذَوِی الْهَیْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھی سیرت و خصلت کے آدمیوں سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کرو، سوائے حدود کے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک اور پرہیزگار آدمی اگر پھسل کر گناہ میں گر پڑے تو پہلی لغزش پر اسے نظروں سے نہ گراؤ، نہ اس کا چرچا کرو بلکہ پردہ ڈالو، البتہ اگر زنا کا ارتکاب کرے یا چوری کرے تو سزا دی جائے گی۔ غرض ایسے گناہوں پر سزا کا نفاذ اسلامی نظام سے تعلق رکھتا ہے، بہ صورتِ دیگر توبہ کرانا کافی ہوگا۔

اجتماعی اخلاق

﴿۱۴۹﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوْا وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلاَ تَنَاجَشُوْا وَلاَ تَبَاغَضُوْا، وَلاَ تَدَابَرُوْا وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَاناً. (بخاری)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ، اس لیے کہ بدگمانی سے جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی، اور دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرتے نہ پھرو (بری نیت سے) اور نہ ٹوہ میں لگو (کسی کے عیب کی) اور دلالی نہ کرو (گاہکوں کو پھنسانے کے لیے)، آپس میں بُغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی کاٹ میں نہ لگو، اللہ کے بندے بنو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔

چھ حق

﴿۱۵۰﴾ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ، قِیْلَ مَا ھُنَّ؟ قَالَ اِذَا لَقِیْتَہٗ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ، وَ اِذَا دَعَاکَ فَاَجِبْہُ، وَ اِذَا اسْتَنْصَحَکَ فَانْصَحْ لَہٗ، وَ اِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتْہُ وَ اِذَا مَرِضَ فَعُدْہُ، وَ اِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْہُ. (مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا: مسلمانوں کے مسلمانوں پر چھ حق ہیں۔ پوچھا گیا وہ چھ باتیں کون سی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ چھ باتیں یہ ہیں (۱) جب تو کسی مسلمان سے ملے تو اسے سلام کر (۲) اگر وہ دعوت دے تو قبول کر (۳) اگر وہ تجھ سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس

کے ساتھ خیر خواہی کر(۴) جب اسے چھینک آئے اور الحمد للہ کہے تو تو جواب دے (۵) جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جا (۶) جب وہ مرجائے تو قبرستان اس کے پیچھے پیچھے جا۔

تشریح: سلام کرنے کا مطلب صرف السلام علیکم کے الفاظ کہہ دینا نہیں ہے، بلکہ وہ ایک اقرار ہے اس بات کا کہ میری طرف سے تیری جان، مال اور آبرو محفوظ ہے، انھیں میری طرف سے کوئی خطرہ نہیں اور دعا ہے اس بات کی کہ اللہ تیرے دین وایمان کو ہر طرح کی آفتوں سے بچائے تجھ پر اپنی رحمت نازل کرے، یہ ہے روح السلام علیکم کی جو اپنے جسم سے نکل چکی ہے۔ اب تو صرف الفاظ رہ گئے۔ تشمیت کے معنی ہیں چھینکنے والے کے لیے کلمۂ خیر کہنا مثلاً یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا یعنی اللہ تجھ پر رحمت نازل فرمائے، تجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جس پر تیرے بدخواہوں کو ہنسنے کا موقع ملے۔

غیر مسلم شہریوں کے حقوق

〈۱۵۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا اَوِ انْتَقَصَهٗ اَوْ كَلَّفَهٗ فَوْقَ طَاقَتِهٖ اَوْ اَخَذَ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ، فَاَنَا حَجِيْجُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: اسلامی نظام میں کسی غیر مسلم شہری پر جس کی جان، مال، آبرو کی حفاظت کا مسلمانوں نے معاہدہ کیا ہے جو شخص ظلم کرے گا یا اس کی حق ماری کرے گا یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے گا یا غیر مسلم شہری کی کوئی چیز بلا اس کی رضامندی کے لے لیگا تو میں خدا کی عدالت میں دائر ہونے والے مقدمہ میں اُس غیر مسلم شہری کی طرف سے وکیل بنوں گا۔

تشریح: اس سے پہلے والدین، پڑوسی، مہمان، بیمار اور رفقاء سفر فقراء ومساکین عنوانات کے تحت جو حدیثیں آئی ہیں، اُن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں چاہے اسلامی نظام قائم ہو یا غیر اسلامی نظام قائم ہو۔ یہ حدیث اس صورتِ حال سے متعلق ہے جب کسی ملک میں اسلام کی حکومت قائم ہو۔ حدیث کا آخری ٹکڑا خاص طور پر اہمیت کا حامل ہے۔ اگر نبیؐ محشر میں کسی غیر مسلم کے مقدمہ میں اس کے وکیل بن کر عدالت میں آئیں تو مسلمان مدعا علیہ کی شرمناک شکست لازمی ہے!!

حیوانات کے حقوق

〈۱۵۲〉 عَنْ سُهَيْلِ بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعِيْرٍ قَدْ لَحِقَ ظَهْرُهٗ بِبَطْنِهٖ، فَقَالَ اِتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ، فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً

وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً. (ابوداؤد)

ترجمہ: سہیلؓ کہتے ہیں نبی ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے مل گئی تھی، آپؐ نے فرمایا: اِن بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ کے غصہ سے بچنے کی فکر کرو، ان پرسواری کرو اس حال میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں اور سفر ختم ہونے کے بعد ان کو اچھی حالت میں چھوڑو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مویشیوں کو بھوکا رکھنا خدا کے غضب کا باعث ہے، خوب اچھی طرح کھلایئے پلایئے اور کام لیجئے پراتنا کام نہ لیجئے کہ ادھ موا کر چھوڑیئے، آگے جو حدیث آ رہی ہے اس سے مزید وضاحت ہوگی۔

﴿۱۵۳﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ... فَدَخَلَ حَائِطاً لِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا فِيْهِ جَمَلٌ فَلَمَّا رَاَى الْجَمَلُ النَّبِيَّ ﷺ جَرْجَرَ وَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ، فَاَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَحَ سَرَاتَهُ اَىْ سَنَامَهُ وَ ذِفْرَاهُ فَسَكَنَ فَقَالَ مَنْ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ؟ لِمَنْ هٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًى مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ هٰذَا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ اَفَلاَ تَتَّقِي اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ الْبَهِيْمَةِ الَّتِيْ مَلَّكَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا؟ فَاِنَّهُ يَشْكُوْ اِلَيَّ اَنَّكَ تُجِيْعُهُ وَ تُدْئِبُهُ. (ریاض الصالحین)

ترجمہ: عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے... کہ نبی ﷺ (کسی ضرورت سے) ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، جس میں ایک اونٹ بیٹھا ہوا تھا، جب اونٹ نے نبیِ رحمت کو دیکھا تو غم ناک آواز نکالی اور دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپؐ اس کے قریب گئے اور کوہان اور دونوں کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا تو اسے ذرا سکون ملا، آپؐ نے پوچھا اِس اونٹ کا مالک کون ہے، یہ کس کا اونٹ ہے؟ تو انصار میں سے ایک نوجوان آیا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپؐ نے اس سے کہا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اس غریب جانور کے بارے میں جسے اللہ نے تیرے تصرف میں دیا ہے (کہ اللہ تجھ سے کتنا سخت محاسبہ کرے گا) یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور مسلسل کام لیتا ہے۔

﴿۱۵۴﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ

فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْاَرْضِ، وَ اِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَةِ فَاَسْرِعُوْا عَلَیْهَا السَّیْرَ. (مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم شادابی و سرسبزی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حق دو (گھاس چرنے دو) اور جب تم خشک سالی کے زمانے میں سفر کرو تو ان کو تیز چلاؤ (تاکہ جلد منزل پر پہنچ جائیں اور بھوک اور پیاس کی مصیبت سے بچ جائیں)۔

ذبح کا طریقہ

﴿۱۵۵﴾ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ، فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ، وَ اِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَهٗ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَهٗ. (مسلم)

ترجمہ: شداد بن اوسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر کام بہتر طریق پر کرنا فرض کیا ہے۔ پس جب کسی کو (قانونی بنیاد پر) قتل کرو تو بھلے طریقہ سے قتل کرو (کان آنکھ وغیرہ کا مثلہ نہ کرو) اور جب تم جانور کو ذبح کرو تو عمدہ طریقے سے ذبح کرو، تم میں ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کرلے اور جانور کو دیر تک تڑپنے کے لیے نہ چھوڑے، اس طرح ذبح کرے کہ جلدی سے اس کی جان نکل جائے، (اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے کے بعد جب جانور کا تڑپنا بند ہو جائے تب اس کی کھال اتارے اور بوٹیاں کرے)۔

جانور کے چہرہ پر مارنے کی ممانعت

﴿۱۵۶﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَرَّ حِمَارٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَدْ کُوِیَ فِیْ وَجْهِهٖ یَفُوْرُ مِنْخَرَاهُ مِنْ دَمٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا ثُمَّ نَهٰی عَنِ الْکَیِّ فِی الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِی الْوَجْهِ. (مسلم، ابن حبان، ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں، نبیؐ کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرہ کو داغا گیا تھا اور دونوں نتھنوں سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا، آپؐ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا اللہ لعنت کرے اس پر جس نے یہ حرکت کی ہے، **پھر آپؐ نے ممانعت فرما دی کہ چہرہ کو داغا نہ جائے اور نہ چہرہ پر مارا جائے۔**

تشریح: نبی رحمت کا یہ ارشاد بچوں کے اساتذہ ہمیشہ دھیان میں رکھیں، بچوں کے چہرے پر کبھی نہ ماریں! جب جانور کے چہرے پر مارنا صحیح نہیں ہے تو بچوں کے چہرے پر مارنا کس طرح صحیح ہوگا۔

جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت

﴿۱۵۷﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ. (ترمذی)

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں: رسول اللہؐ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: مرغ بازی، بٹیر بازی، دنبہ بازی وغیرہ سب ناجائز ہیں۔

جانوروں کی تکلیف کا خیال رکھنا

﴿۱۵۸﴾ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَأَيْنَا حُمُرَّةً مَعَهَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَ تِ الْحُمُرَّةُ فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ فَجَّعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا، وَ رَأىٰ قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ، قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ نے فرمایا: ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، آپؐ قضا حاجت کو چلے گئے تو ہم نے ایک لال چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دو بچوں کو پکڑ لیا، تو چڑیا آئی اور پر کھول کر بچوں پر منڈلانے لگی، اتنے میں آپؐ تشریف لائے اور اس کی بے قراری دیکھی، آپؐ نے فرمایا کس نے اس کے بچے چھین کر دُکھ پہنچایا ہے۔ اس کے بچے واپس کرو، اور آپؐ نے چیونٹیوں کے بل دیکھے جنھیں ہم نے جلا دیا تھا، آپؐ کے پوچھنے پر ہم نے بتایا ہم لوگوں نے جلایا ہے، آپؐ نے فرمایا آگ کی سزا دینا آگ کے مالک (اللہ) کے لیے مناسب ہے۔

تشریح: چارپائی کے کھٹملوں پر گرم پانی ڈالنے کا فتویٰ امام احمد بن حنبلؒ نے دیا ہے، ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جب اور دوائیں میسر نہ ہوں یا ناکام ہو جائیں تب گرم پانی ڈالنا چاہیے۔

جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلو

﴿۱۵۹﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰی رَجُلٍ وَاضِعٍ رِجْلَهٗ عَلٰی صَفْحَةِ شَاةٍ وَهُوَ يُحِدُّ شَفْرَتَهٗ وَهِيَ تَلْحَظُ اِلَيْهِ بِبَصَرِهَا، قَالَ اَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟ اَوْ تُرِيْدُ اَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَتَيْنِ؟ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَتُرِيْدُ اَنْ تُمِيْتَهَا مَوْتَاتٍ؟ هَلَّا اَحْدَدْتَ شَفْرَتَكَ قَبْلَ اَنْ تُضْجِعَهَا؟ (ترغیب)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا نبیؐ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو بکری کو گرا کر، اس کے چہرے کو اپنے پیر سے دبائے چھری تیز کر رہا ہے اور بکری اس منظر کو دیکھ رہی ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: کیا یہ بکری ذبح کرنے سے پہلے ہی نہ مر جائے گی، کیا تم اس کو دوہری موت دینی چاہتے ہو، اور ایک دوسری روایت میں ہے کیا تم اس کو کئی بار موت دینی چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے ہی چھری تیز کیوں نہ کرلی۔

جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرو

﴿۱۶۰﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِحَدِّ الشِّفَارِ، وَ اَنْ تُوَارٰی عَنِ الْبَهَائِمِ وَ قَالَ اِذَا ذَبَحَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ. (المنذری)

ترجمہ: ابن عمرؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے جانور کو تیز چھری سے ذبح کرنے کا حکم دیا اور اس بات کا بھی حکم دیا کہ جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جانور ذبح کرے تو جلدی سے اس کا کام تمام کردے (دیر تک تڑپتا نہ چھوڑے)۔

جانوروں پر نشانہ بازی کی ممانعت

﴿۱۶۱﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ مَرَّ بِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوْا طَيْرًا اَوْ دَجَاجَةً يَتَرَامَوْنَهَا، وَ قَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّا رَاَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا. (بخاری، مسلم، کتاب الذبائح والصید)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ کا گزر قریش کے چند نوجوانوں پر ہوا جو ایک چڑیا یا مرغی کو باندھ کر

اس پر تیر برسا رہے تھے (نشانہ بازی کی مشق کررہے تھے) اور چڑیا کے مالک سے طے کرلیا تھا کہ جو تیر خطا کر جائے گا وہ اس کا ہوگا، جب ان نوجوانوں نے ابن عمرؓ کو دیکھا تو ادھر ادھر دبک گئے، ابن عمرؓ نے فرمایا یہ حرکت کس نے کی، اللہ لعنت کرے اس پر جس نے یہ حرکت کی، رسول اللہؐ نے ان پر لعنت کی جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائیں (اس پر نشانہ بازی کی مشق کریں)۔

جانوروں سے متعلق جامع بات

〈۱۶۲〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اِشْتَدَّ عَلَیْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاِذَا کَلْبٌ یَلْهَثُ یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْکَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِیْ کَانَ بَلَغَ بِیْ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خُفَّهٗ ثُمَّ اَمْسَکَهٗ بِفِیْهِ فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَلَهٗ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ فَقَالَ نَعَمْ فِیْ کُلِّ ذَاتِ کَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی پیدل جارہا تھا کہ اُسے شدید پیاس لگی، ایک کم گہرا کنواں تھا اس میں اُترا، پیاس بجھائی اور باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا زبان نکالے ہانپ رہا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کھا رہا ہے، اس نے سوچا کہ اس کتے کو بھی سخت پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی۔ چناں چہ وہ فوراً کنوئیں میں اُترا، اپنے چمڑے کے موزہ میں پانی بھر کر موزہ منہ میں تھامے باہر آیا اور کتے کو پلایا، تو اللہ نے اس کے عمل کی قدر کی اور اس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے پوچھا کیا جانوروں پر رحم کرنے سے اجر ملتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہر جان دار کے ساتھ رحیمانہ سلوک پر ثواب ملتا ہے۔

معاملات

ہاتھ کی کمائی کی فضیلت

〈۱۶۳〉 عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرَبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ اَنْ یَّاْکُلَ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ، وَ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت مقدام کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر کھانا کبھی کسی نے نہیں کھایا اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنی کمائی کھاتے تھے۔

مزدور کی کمائی

〈۱۶۴〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ خَیْرُ الْکَسْبِ کَسْبُ الْعَامِلِ اِذَا نَصَحَ. (مسند احمد)

ترجمہ: ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطے کہ اپنے مالک کا کام خیر خواہی اور خلوص سے انجام دے۔

محنت کی کمائی

〈۱۶۵〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ.

(المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: ابن عمر نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ؐ نے فرمایا: اللہ اُس مسلمان سے محبت کرتا ہے جو محنت کر کے روزی کماتا ہے۔

دیانت دارانہ تجارت

〈۱۶۶〉 عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَیُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ؟ قَالَ عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَ كُلُّ بَيْعٍ مَبْرُوْرٍ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ کہتے ہیں، کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! کمائی کے ذرائع میں کون سا ذریعہ سب سے زیادہ عمدہ اور پاکیزہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور دیانت دارانہ تجارت۔

امانت دار اور سچے تاجر کا رُتبہ

〈۱۶۷〉 عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ. (ترمذی)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچے اور امانت دار تاجر کو نبیوں، صدیقوں اور شہدا کی معیت ورفاقت نصیب ہوگی۔

غیر دیانت دار تاجروں کا انجام

〈۱۶۸〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلتُّجَّارُ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰى وَ بَرَّ وَ صَدَقَ. (ترمذی ــــ رفاعہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تاجر لوگ محشر میں لائے جائیں گے کھلے بدکار کی حیثیت میں، البتہ وہ تاجر فاسق و فاجر کی حیثیت میں محشر میں نہیں لائے جائیں گے، جنھوں نے اپنی تجارت میں تقویٰ اختیار کیا اور پورا حق دیا اور سچ بولا ہوگا۔

ناجائز حربوں سے برکت ختم ہوجاتی ہے

〈۱۶۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْحَلْفِ فِی الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ. (مسلم ــــ ابوقتادۃ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے تاجروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تجارت میں قسموں کی کثرت سے بچو یہ چیز وقتی طور پر تو تجارت کو فروغ دیتی ہے لیکن آخر کار برکت ختم کر دیتی ہے۔

تشریح: جھوٹی قسمیں کھا کر تھوڑی دیر کے لیے تجارت خوب چمکائی جاسکتی ہے لیکن یہی چیز دکان کو لے بیٹھتی ہے، ہمیشہ کے لیے دنیا کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا!

﴿۱۷۰﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلاَ ثَةٌ لاَ یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلاَ یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلاَ یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ، قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ. (ترمذی ــــ ابوذر غفاری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ تو بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ ان کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب دے گا۔ ابوذر غفاریؓ نے پوچھا کون لوگ ہیں یہ بدبخت و نامراد لوگ اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا (از راہِ غرور) ٹخنہ سے نیچے تہبند رکھنے والا، احسان کر کے احسان جتانے والا، تیسرا جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنی دکان چمکانے والا تاجر!

تجارتی لغزشوں کا کفارہ ــــ صدقہ

﴿۱۷۱﴾ عَنْ قَیْسِ اَبِیْ غَرْزَةَ قَالَ کُنَّا نُسَمّٰی فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّمَاسِرَةَ فَمَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمَّانَا بِاسْمٍ هُوَ اَحْسَنُ، فَقَالَ یَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَیْعَ یَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت قیس ابوغرزہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم تاجروں کو "سماسرہ" کہا جاتا تھا تو ایک دن آپؐ ہمارے پاس سے گزرے تو آپؐ نے ہمیں اس سے بہتر نام دیا، آپؐ نے فرمایا اے تاجر لوگو! مال کے بیچنے میں بہت سی لایعنی باتیں کہنے اور جھوٹی قسم کھانے کا امکان ہوتا ہے لہٰذا تم لوگ صدقہ کرو تا کہ لغزشوں کا کفارہ ہوسکے۔

احتکار حرام ہے

﴿۱۷۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ احْتَکَرَ فَهُوَ خَاطِیٌٔ (المنتقیٰ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس تاجر نے احتکار کیا وہ گنہگار ہے۔

تشریح: احتکار کے معنی ہیں ضرورت کی اشیا کو روک لینا، بازار میں نہ لانا اور قیمتوں کے خوب

چڑھنے کا انتظار کرنا، اور جب قیمتیں چڑھ جائیں تب مال کو باہر نکالنا اور خوب نفع کمانا، یہ ذہنیت تاجروں میں ہوتی ہے اس لیے نبی ﷺ نے اس ذہنیت پر ضرب لگائی، کیوں کہ یہ ذہنیت آدمی کو سنگ دل اور بے رحم بناتی ہے اور اسلام بنی نوعِ انسان کے ساتھ رحمت وشفقت کی تعلیم دیتا ہے۔

احتکار صرف غلہ کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں بلکہ تمام اشیائے ضرورت کو عام ہے، ضروریاتِ زندگی (مثلاً تیل، دیسی گھی، بناسپتی گھی، شکر وغیرہ) میں سے کسی کے ساتھ یہ عمل کرے گا گنہگار ہوگا اور یہ ایک لعنتی فعل ہوگا جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

﴿۱۷۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ.

(ابن ماجہ۔عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تاجر اشیائے ضرورت کو نہیں روکتا بلکہ وقت پر بازار میں لاتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہے اسے اللہ رزق دے گا، اور اشیائے ضرورت کو روکنے والا ملعون ہے (وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہے کیوں کہ اس نے لعنتی فعل کیا ہے)۔

محتکِر کی کج فطرتی

﴿۱۷۴﴾ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَکِرُ، اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ، وَ اِنْ اَغْلاَھَا فَرِحَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت معاذ کہتے ہیں کہ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ کتنا برا ہے اشیاءِ ضرورت کو روکے رکھنے والا آدمی! اگر چیزوں کا بھاؤ گرتا ہے تو اسے غم ہوتا ہے، اور گرانی آتی ہے تو خوش ہوتا ہے۔

خراب مال کا عیب گاہک سے نہ چھپاؤ

﴿۱۷۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّبِیْعَ شَیْئًا اِلَّا بَیَّنَ مَا فِیْہِ، وَلاَ یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَعْلَمُ ذٰلِکَ اِلَّا بَیَّنَہٗ. (المنتقیٰ — واثلہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں جائز ہے کسی تاجر کے لیے کہ وہ کوئی چیز بیچے مگر یہ کہ جو کچھ اس کے اندر عیب ہے اسے بیان کردے اور نہیں جائز ہے کسی کے لیے جو اِس عیب کو جانتا ہو مگر یہ کہ یہ عیب خریدار کو بتادے۔

تشریح: تاجر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ گاہک سے اپنے مال کا عیب چھپائے، اسی طرح مال خریدتے وقت کوئی ایسا شخص موجود ہے جو عیب سے واقف ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ خریدار کے سامنے عیب رکھ دے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان تاجر پر حرام ہے کہ خریدار کو دھوکا دے۔ نبی ﷺ ایک غلہ کے تاجر کے پاس پہنچے اور غلہ کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر کا حصہ پانی سے تر تھا، آپؐ نے پوچھا یہ کیا؟ اس نے جواب دیا حضورؐ بارش سے یہ بھیگ گیا ہے، آپؐ نے فرمایا پھر اسے اوپر کیوں نہ رکھا؟ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ''جو لوگ ہم کو دھوکا دیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔'' (مشکوٰۃ)

خرید وفروخت میں نرمی کا حکم

〈۱۷۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَ اِذَا اشْتَرٰى وَ اِذَا اقْتَضٰى. (بخاری ــــ جابرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا جو خرید و فروخت میں اور قرض کا تقاضا کرنے میں نرمی اور خوش اخلاقی برتے۔

غصب

〈۱۷۷〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ. (بخاری و مسلم ــــ سعید بن زید)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لے گا تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

تشریح: ایک دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے: خبردار کسی پر ظلم نہ کرنا، کسی آدمی کا مال لینا جائز نہیں سوائے اس کے کہ صاحب مال اپنی خوشی سے دے۔

〈۱۷۸〉 عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِى الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ. (بخاری)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا، رسول اللہ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آجائے گا جس میں آدمی اس کی پروا نہ کرے گا کہ اس نے جو مال کمایا وہ حلال ہے یا حرام ہے۔

زائد پانی کو روکنا

اللہ کے مغضوب بندے

﴿۱۷۹﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثَلاَ ثَۃٌ لاَ یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلاَ یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ، رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَۃٍ لَقَدْ اُعْطِیَ بِھَا اَکْثَرَ مِمَّا اُعْطِیَ وَھُوَ کَاذِبٌ، وَ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ کَاذِبَۃٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَ رَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اَلْیَوْمَ اَمْنَعُکَ فَضْلِیْ کَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَاءٍ لَمْ تَعْمَلْ یَدَاکَ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ہوں گے جن سے قیامت کے دن اللہ بات نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف تاکے گا۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہوگی جنھوں نے اپنا مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھائی تھی اور اس کی وجہ سے زیادہ دام وصول کیے، دوسرے وہ لوگ جنھوں نے عصر کی نماز کے بعد (خانۂ خدا میں) جھوٹی قسم کھائی اور اس کے نتیجہ میں کسی مسلمان کا مال ہڑپ کیا، اور تیسرے وہ لوگ جو زائد از ضرورت پانی کو روکیں دوسرے بندگانِ خدا کو فائدہ نہ اٹھانے دیں، تو قیامت کے دن اللہ اِن لوگوں سے کہے گا آج میں اپنے فضل سے تم کو محروم کروں گا کیوں کہ تم نے فاضل پانی سے میرے بندوں کو محروم کیا تھا حالاں کہ وہ تمھارا اپنا پیدا کیا ہوا نہ تھا۔

تشریح: جھوٹی قسم کھانا ہر جگہ اور ہر وقت برا ہے لیکن مسجد میں اور برا ہے اور خاص طور پر عصر کی نماز کے بعد مسجد میں جھوٹ بولنا تو اور برا ہے، کیوں کہ عصر کی نماز میں خدا کے فرشتے نہایت کثرت سے شریک ہوتے ہیں، وہ بھی جو دن بھر اپنی ڈیوٹی انجام دیتے رہے اور وہ بھی جنھیں

رات میں اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، دونوں طرح کے فرشتے عصر کی نماز باجماعت میں شریک ہوتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اِن تمام فرشتوں کے سامنے جھوٹی قسم کھائی گئی، یہ سب فرشتے گواہی دیں گے کہ اِس نے ایک مسلمان کا مال لینے کے لیے ہمارے سامنے جھوٹی قسم کھائی!

مزدور کی اُجرت

〈۱۸۰〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَعْطُوا الْاَجِیْرَ اَجْرَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّجِفَّ عَرَقُہٗ.

(ابن ماجہ ــــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔

تشریح: کیوں کہ مزدور کہتے ہی اس شخص کو ہیں جس کو اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے روز محنت کرنی پڑتی ہے، اب اگر اس کی مزدوری کسی دوسرے دن پر ٹال دی جائے تو وہ اور اس کے بال بچے شام کو کیا کھائیں گے!!

مزدور کی وکالت اللہ کرے گا

〈۱۸۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثَلٰثَۃٌ اَنَا خَصْمُھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، رَجُلٌ اَعْطٰی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَہٗ، وَ رَجُلٌ نِ اسْتَاجَرَ اَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْہُ وَ لَمْ یُعْطِہٖ اَجْرَہٗ. (بخاری ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کے خلاف قیامت کے دن میری طرف سے مقدمہ دائر ہوگا ایک وہ لوگ جنھوں نے میرے نام پر کوئی معاہدہ کیا پھر بلا کسی معقول وجہ کے اسے توڑ ڈالا، دوسرے وہ جو کسی شریف اور آزاد آدمی کا اغوا کریں پھر اسے غلام بنا کر بیچیں، تیسرے وہ لوگ جو مزدور کو مزدوری پر لگائیں اس سے پوری محنت لیں اور مزدوری نہ دیں۔

ناجائز وصیت

ناجائز وصیت کی سزا دوزخ ہے

〈۱۸۲〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ وَالْمَرْأَۃَ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ سِتِّیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَحْضُرُ ھُمَا الْمَوْتُ فَیُضَارَّانِ فِی الْوَصِیَّۃِ فَتَجِبُ لَھُمَا النَّارُ ثُمَّ قَرَءَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ اَوْدَیْنٍ غَیْرَ مُضَآرٍّ اِلٰی قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (مسند احمد ـــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد اور اسی طرح کوئی عورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، لیکن جب اُن کے مرنے کا وقت آتا ہے تو وصیت کر کے ورثاء کو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں اور اس طرح ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتا ہے۔ اور ابو ہریرہؓ نے جو اس حدیث کے راوی ہیں سورۂ نساء آیت میراث کا آخری ٹکڑا پڑھا جو حدیث کے مضمون کی تائید کرتا ہے مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّۃٍ یُّوْصٰی بِھَآ سے ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ تک۔

تشریح: نیک آدمی بھی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے خفا ہو کر ایسی وصیت کر جاتا ہے، جس کی وجہ سے ورثاء محروم ہو جاتے ہیں حالاں کہ اللہ کی کتاب اور نبیؐ کی تشریحات کی رو سے انھیں حصہ ملنا چاہیے، ایسے مرد اور عورت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ساٹھ سال تک عبادت و اطاعت کرنے کے باوجود آخر کار یہ لوگ باطل وصیت کر کے اپنے کو جہنم کا مستحق بنا لیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے سورۂ نساء کا جو ٹکڑا پڑھا، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خبردار ورثاء کو نقصان پہنچانے والی کارروائی نہ کرنا، اللہ نے میراث کی جس طرح تقسیم کی ہے وہ علم و حکمت پر مبنی

ہے اس میں ناانصافی اور جذباتیت کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو لوگ اللہ ورسول کی نافرمانی کریں گے اور خدائی قانون کو توڑ دیں گے تو اللہ ان کو جہنم میں داخل کرے گا جہاں وہ رسوا کن عذاب سے دوچار ہوں گے۔

وراثت سے محروم کرنے کا انجام

〈۱۸۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَطَعَ مِيْرَاثَ وَارِثِهٖ قَطَعَ اللّٰهُ مِيْرَاثًا مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (ابن ماجہ ــــ انسؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا تو قیامت کے دن اللہ اس کو جنت کی میراث سے محروم کردے گا۔

وراثت سے محروم کرنے کا انجام دنیا میں

〈۱۸۴〉 عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ اَسْلَمَ وَ تَحْتَهٗ عَشْرُ نِسْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِخْتَرْ مِنْهُنَّ اَرْبَعَةً فَلَمَّا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ طَلَّقَ نِسَائَهٗ وَ قَسَمَ بَيْنَ اِخْوَةِ اَبِيْهِ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَظُنُّ الشَّيْطَانَ فِيْ مَايَسْتَرِقُ مِنَ السَّمْعِ سَمِعَ بِمَوْتِكَ فَقَذَفَهٗ فِيْ نَفْسِكَ وَ لَعَلَّكَ اَنْ لَّا تَمْكُثَ اِلَّا قَلِيْلًا، وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَتُرَاجِعَنَّ نِسَائَكَ وَ لَتُرْجِعَنَّ فِيْ مَالِكَ، وَ اِلَّا لَاُوَرِّثُهُنَّ مِنْكَ، وَلَاٰمُرَنَّ بِقَبْرِكَ كَمَا رُجِمَ قَبْرُ اَبِيْ رِغَالٍ. (مسند احمد۔ سالم بن عبداللہ)

ترجمہ: حضرت سالم اپنے باپ (عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ ثقیف کے غیلان بن سلمہ جب اسلام لائے تو اس وقت ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ان میں چار کا انتخاب کرو اور بقیہ کو چھوڑ دو۔ (اس کے بعد یہ قصہ پیش آیا کہ) غیلان نے حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں اپنی چاروں بیویوں کو طلاق دے دی اور اپنا پورا مال اپنے بھائیوں میں تقسیم کردیا، جب اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو ہوئی تو غیلان کو بلایا اور کہا میرا خیال ہے شیطان نے اوپر جاکر تمھاری موت کی خبر سن لی ہے اور آکر تمھیں بتا دیا ہے کہ اب تم تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے (اس لیے تم نے اپنی بیویوں کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے طلاق دی اور

ساری جائیداد بھائیوں میں تقسیم کردی)۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمھیں اپنی بیویوں سے رجوع کرنا ہوگا اور تقسیم شدہ جائیداد واپس لینی ہوگی، ورنہ (میں اسلامی حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے) تمھاری بیویوں کو تمھارا وارث بناؤں گا اور لوگوں کو حکم دوں گا کہ تمھاری قبر پر پتھر ماریں جیسے ابورِغال کی قبر پر مارتے ہیں۔

تشریح: پتھر مارنا ایسی سزا ہے جو ملعونوں کو دی جاتی ہے، اس حدیث نے بتایا کہ ورثاء کو محروم کرنا ایک لعنتی فعل ہے۔

ابورِغال زمانۂ جاہلیت کا وہ عرب ہے جس نے ابرہہ کے ساتھ ساز باز کی تھی اور کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے آنے والی فوج کو راستہ بتایا تھا، اس لیے اِس ملعون شخص کی قبر پر لوگ پتھر مارتے تھے۔

وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں

〈۱۸۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی وارث کے حق میں مرنے والے کی وصیت نافذ نہ ہوگی البتہ ورثاء کی اجازت سے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

وصیت کی آخری حد

〈۱۸۶〉 عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ عَادَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ اَنَا مَرِيْضٌ فَقَالَ اَوْصَيْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ بِكَمْ؟ قُلْتُ بِمَالِیْ كُلِّهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ فَمَا تَرَكْتَ لِوَلَدِكَ؟ قُلْتُ هُمْ اَغْنِيَاءُ بِخَيْرٍ فَقَالَ اَوْصِ بِالْعُشْرِ، قَالَ فَمَازِلْتُ اُنَاقِصُهٗ حَتّٰى قَالَ اَوْصِ بِالثُّلُثِ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ. (ترمذی)

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں، میں بیمار تھا تو اللہ کے رسولؐ میری عیادت کو تشریف لائے، آپؐ نے پوچھا کیا تم نے وصیت کردی؟ میں نے کہا ہاں، آپؐ نے پوچھا کتنے کی وصیت کی ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کردی ہے، راہِ خدا میں دے دیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا اپنی اولاد کے لیے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا وہ مال دار ہیں اچھی حالت میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا دسواں حصہ راہِ خدا میں دو۔ سعد فرماتے ہیں میں برابر عرض کرتا رہا کہ

حضور یہ تو بہت کم ہے کچھ اور بڑھائیے، تب آپؐ نے فرمایا اچھا ایک تہائی راہِ خدا میں دے دو اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے والا اپنے پورے مال کا ایک تہائی وقف کر سکتا ہے کسی مدرسہ پر، مسجد پر اور کسی محتاج کو بھی دے سکتا ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے اعزاء پر نظر ڈالے کہ ان میں کسے از روئے قانون حصہ نہیں ملنے والا ہے اور کس کی مالی حالت کیا ہے، ایسے اعزاء کو دینا زیادہ اجر کا باعث ہوگا۔

سودی کاروبار

﴿۱۸۷﴾ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَعَنَ آکِلَ الرِّبَا وَ مُؤْکِلَهٗ وَ شَاهِدَیْهِ وَ کَاتِبَهٗ.

(بخاری و مسلم۔ عبداللہ بن مسعودؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے لعنت کی سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں اور سودی دستاویز لکھنے والے پر۔

تشریح: امام نسائی کی روایت کا ترجمہ یہ ہے ''جان بوجھ کر سود کھانے، کھلانے، گواہی دینے اور لکھنے والوں پر حضور ﷺ قیامت کے دن لعنت فرمائیں گے۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی اکرمؐ کی شفاعت سے ایسے لوگ محروم رہیں گے، نہ صرف یہ کہ شفاعت سے محروم رہیں گے بلکہ نبی کی لعنت ان کے حصہ میں آئے گی۔ اللہ پناہ میں رکھے!

سودخور کا انجام بد

﴿۱۸۸﴾ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ رَأَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ، فَاَخْرَجَانِیْ اِلٰی اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا عَلٰی نَهْرٍ مِّنْ دَمٍ فِیْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، وَ عَلٰی شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ بَیْنَ یَدَیْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِیْ فِی النَّهْرِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ رَمَی الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِیْ فِیْهِ، فَرَدَّهٗ حَیْثُ کَانَ، فَجَعَلَ کُلَّمَا جَاءَ لِیَخْرُجَ رَمٰی فِیْ فِیْهِ بِحَجَرٍ فَیَرْجِعُ کَمَا کَانَ، فَقُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِیْ رَأَیْتُهٗ فِی النَّهْرِ؟ قَالَ اٰکِلُ الرِّبَا. (بخاری)

ترجمہ: سمرہ بن جندب کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: آج رات میں نے دیکھا دو آدمی میرے

پاس آئے وہ مجھے ایک مقدس سرزمین کی طرف لے گئے وہاں سے آگے کو ہم تینوں چلے، یہاں تک کہ خون کے ایک دریا کے پاس پہنچے، جس میں ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور دریا کے کنارے پر ایک اور آدمی تھا جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ وہ آدمی جو دریا میں کھڑا تھا نکلنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو کنارے پر کھڑا آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر وہیں پہنچا دیتا ہے جہاں سے وہ چلا تھا اسی طرح مسلسل ہو رہا تھا۔ وہ نکلنے کی کوشش کرتا اور یہ اس کے منہ پر پتھر مار کر لوٹا دیتا۔ نبی ﷺ نے پوچھا یہ جو خون کے دریا میں ہے کون ہے تو ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے کہا یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں سود کھاتا تھا۔

تشریح: سود خور کا سود، خون کا دریا بن گیا ہے جس میں اسے کھڑا کر دیا گیا ہے، اس کو سود سے محبت تھی، محبوب کے پاس پہنچا دیا گیا اور کنارے پر کھڑا آدمی وہ غریب محتاج ہے جس کی غریبی سے فائدہ اٹھا کر اس نے زائد رقم (سود) اینٹھی تھی۔

رشوت

﴿۱۸۹﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ.

(بخاری و مسلم۔ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی طرف سے لعنت ہے رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر۔

تشریح: اِس حدیث میں مطلق طور پر رشوت لینے دینے کا ذکر ہے اور المنتقٰی میں ابو ہریرہؓ کی روایت کا ترجمہ یہ ہے ''اللہ کی لعنت ہے حاکم کو رشوت دینے والے پر اور اس حاکم پر بھی لعنت ہے جو رشوت لے۔ رشوت کسے کہتے ہیں؟ رشوت اس رقم کو کہتے ہیں جو دوسرں کا حق ہڑپ کرنے کے لیے حکومت کے کلرکوں اور افسروں کو دی جاتی ہے، اور وہ رقم ہرگز رشوت نہیں ہے جو اپنے جائز حق کے حصول کے لیے باطل نظام حکومت کے بے ایمان کارندوں کو دل کی پوری نفرت کے ساتھ اپنی جیب سے نکال کر دینی پڑتی ہے، جس کے بغیر اپنا جائز حق نہیں نکلتا ہے۔ یہی رائے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ہے اور یہی رائے محدث خطابیؒ نے اپنی کتاب معالم السنن میں پیش کی ہے اور یہی بات قرآن، سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

مشتبہات سے پرہیز

〈۱۹۰〉 **اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلحَلاَلُ بَیِّنٌ وَالْحَرامُ بَیِّنٌ، وَ بَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِھَۃٌ، فَاِنْ تَرَکَ مَا یَشْتَبِہُ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ کَانَ لِمَا اسْتَبَانَ اَتْرَکَ، وَ مَنِ اجْتَرءَ عَلٰی مَا یَشُکُّ فِیْہِ مِنَ الْاِثْمِ اَوْشَکَ اَنْ یُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ، وَالْمَعَاصِیْ حِمَی اللّٰہُ مَنْ یَّرْتَعُ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یُوَاقِعَہٗ.** (بخاری ومسلم۔نعمان بن بشیرؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہیں، پس جو شخص مشتبہ گناہوں سے بچے گا، وہ بدرجۂ اولیٰ کھلے ہوئے گناہ سے بچے گا، اور جو شخص مشتبہ گناہوں کے کرڈالنے میں جری ہوگا اس کا کھلے گناہوں میں پڑنا زیادہ متوقع ہے۔ اور معصیتیں اللہ کے ممنوعہ علاقہ کی حیثیت رکھتی ہیں (جس کے اندر گھسنا جرم ہے) اور جو جانور ممنوعہ علاقہ کے بالکل سرے پر چرتا ہے اس کے ممنوعہ علاقہ میں جاپڑنے کا بہت زیادہ امکان رہتا ہے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا نہ حرام ہونا قطعی ہو نہ حلال ہونا صاف صاف معلوم ہو، بلکہ اس کے بعض پہلو حلال معلوم ہوتے ہوں اور بعض حرام دکھائی دیتے ہوں تو مومن کا کام یہ ہے کہ ان کے پاس نہ جائے اور ظاہر ہے جو مشتبہ چیزوں سے بچتا ہو وہ کھلے ہوئے حرام کا ارتکاب کیسے کرسکتا ہے، اس کے برعکس جو مشتبہ چیزوں کے ناجائز پہلوؤں کو جاننے کے باوجود انھیں اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص کھلے گناہ کے کرنے میں اور جری ہوسکتا ہے، اور یہ دل کی خطرناک حالت ہے، جس سے چوکنا رہنا لازم ہے۔ حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔

〈۱۹۱〉 **اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لاَ یَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لاَ بَاْسَ بِہٖ حَذَرًا مِمَّا بِہِ الْبَاسُ.** (ترمذی۔عطیہ سعدیؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص متقی بندوں کی فہرست میں نہیں آسکتا جب تک گناہ میں پڑنے کے ڈر سے وہ چیز نہ چھوڑے جس میں کوئی گناہ نہیں۔

تشریح: ایک چیز مباح ہے اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کی سرحد گناہ سے ملی ہوئی

ہے۔ آدمی محسوس کرتا ہے کہ اگر میں اس مباح کی مینڈ پر گشت کرتا رہا تو ممکن ہے قدم پھسل جائے اور میں گناہ میں گر پڑوں، اس ڈر سے وہ مباح سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیتا ہے۔ دل کی یہی حالت ہے جس کو شریعت کی زبان میں تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔

قرض دینے کی ترغیب

〈۱۹۲〉 اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُلُّ قَرْضٍ صَدَقَةٌ. (المنذری۔ عبداللہ ابن مسعودؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قرض صدقہ ہے۔

تشریح: اللہ نے جس کو زاید از ضرورت مال دیا ہے اس کو چاہیے کہ ضرورت مندوں کے کام آئے، ان کی مدد کرے، جس کی ایک شکل یہ ہے کہ انھیں قرض دے اور متعین مدت پر ادا نہ کر سکے تو مزید مہلت دے یا معاف کردے قرض دینا کارِثواب ہے اور مزید مہلت دینے پر دہرے اجر کا وعدہ ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آیا ہے، اور اگر معاف کردے تو یہ خدا کو بہت پسند ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۸۰ میں ارشاد ہوا ہے وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ یعنی تنگ دست مقروض کا قرضہ معاف کردو تو یہ بہترین عمل ہے اگر تم جانتے ہو کہ یہ عمل کتنے بڑے اجر کا موجب ہے۔

تنگ دست قرض دار کو مہلت دینے کا اجر

〈۱۹۳〉 اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کَانَ رَجُلٌ یُدَایِنُ النَّاسَ فَکَانَ یَقُوْلُ لِفَتَاہُ اِذَا اَتَیْتَ مُعْسِرًا تَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنَّا، قَالَ فَلَقِیَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.
(بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی تھا جو ضرورت مندوں کو قرض دیا کرتا اور جب قرض کی وصولی کے لیے اپنے کارندہ کو بھیجتا تو اس سے کہتا دیکھو اگر کوئی مقروض تنگ دست ہو تو معاف کر دینا (عفو و درگزر سے کام لینا، وصولی میں سختی نہ برتنا) امید ہے اللہ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چناں چہ جب وہ اللہ سے ملا تو اللہ نے اس کے ساتھ عفو درگزر کا معاملہ کیا۔

مقروض کو مہلت دینے کا انعام

〈۱۹۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تَلَقَّتِ الْمَلَائِکَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَقَالُوْا عَمِلْتَ مِنَ الْخَیْرِ شَیْئًا؟ قَالَ لَا، قَالُوْا تَذَکَّرْ، قَالَ کُنْتُ اُدَایِنُ النَّاسَ فَاٰمُرُ فِتْیَانِیْ اَنْ یُّنْظِرُوا الْمُعْسِرَ وَ یَتَجَوَّزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ. (بخاری، حذیفہ)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے جو مسلمان گزرے ہیں، ان میں ایک آدمی کی جان فرشتوں نے قبض کی اُس سے پوچھا تم نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرشتوں نے کہا یاد کرو دیکھو تم نے کوئی نیک کام کیا ہے اس نے سوچا اور کہا، ہاں یاد آیا میں دنیا میں ضرورت مندوں کو قرضے دیا کرتا تھا اور اپنے ملازموں کو ہدایت کرتا تھا کہ تنگ دست مقروض اگر مقررہ وقت پر قرض واپس نہ کر سکے تو مزید مہلت دے دینا اور جو مقروض واپس کرے اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، اللہ نے فرشتوں سے کہا اس کی غلطیوں کو معاف کرو (کیوں کہ یہ میرے محتاج بندوں سے رحم وکرم کا معاملہ کرتا تھا)۔

مال دار کی ٹال مٹول ظلم ہے

〈۱۹۵〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ، فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُکُمْ عَلٰی مَلِیْءٍ فَلْیَتْبَعْ. (بخاری ومسلم ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قرض دار قرض ادا کر سکتا ہے اس کا ٹال مٹول کرنا ظالمانہ فعل ہے، اور اگر مقروض قرض خواہ سے کہے کہ تم اپنا قرض فلاں سے جا کر وصول کرلو (میں نے اس سے کہہ دیا ہے) تو قرض خواہ کو چاہیے کہ جس آدمی کا حوالہ دیا جا رہا ہے اس سے جا کر وصول کرلے (یہ نہ کہے کہ میں تو تمہی سے وصول کروں گا میں کسی اور کو کیا جانوں)۔

ٹال مٹول کی قانونی سزا

〈۱۹۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ. (ابوداؤد۔ شرید سلمیؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مقروض جو قرض واپس کر سکتا ہو، وہ اگر ٹال مٹول کرے تو جائز ہے کہ سوسائٹی کی نگاہ میں گرایا جائے اور سزا دی جائے۔

حسنِ ادائیِ قرض

〈۱۹۷〉 عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِسْتَسْلَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَکْرًا فَجَاءَ تْہُ اِبِلٌ مِّنَ الصَّدَقَۃِ، قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَاَمَرَنِیْ اَنْ اَقْضِیَ الرَّجُلَ بَکْرَہٗ، فَقُلْتُ لَا اَجِدُ اِلَّا جَمَلاً خِیَارًا رَبَاعِیًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَعْطِہٖ اِیَّاہُ فَاِنَّ خَیْرَ النَّاسِ اَحْسَنُہُمْ قَضَاءً۔ (مسلم)

ترجمہ: ابورافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کم عمر اونٹ کسی سے بہ طورِ قرض لیا، پھر زکوٰۃ کے کچھ اونٹ آئے تو آپؐ نے ابورافع سے کہا قرض واپس کردو، میں نے عرض کیا کہ اِن میں ایک ہی اونٹ ہے جو بہت عمدہ ہے اور سات سال کا ہے (قرض خواہ کا اونٹ اِس سے گھٹیا تھا)۔آپؐ نے فرمایا یہی اونٹ اس کو دے دو، اس لیے کہ بہترین انسان وہ ہے جو بہترین طریقہ پر قرض ادا کرے۔

تشریح: اصل حدیث میں ''اِبل'' کا لفظ آیا ہے، جس کا اطلاق اونٹ اور اونٹنیوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے، زکوٰۃ کے مویشی جو آئے تھے ان میں صرف ایک اونٹ تھا باقی سب اونٹنیاں تھیں۔

خیانت کار سے خیانت کرنے کی ممانعت

〈۱۹۸〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَدِّ الْاَمَانَۃَ اِلٰی مَنِ اْتَمَنَکَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَکَ۔ (ترمذی ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تم کو قابل اعتماد جانا اور اپنی امانت تمھارے سپرد کی اس کی امانت واپس کرو، اور جس نے تم سے خیانت کی تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرنا (بلکہ اپنے حق کو وصول کرنے کے لیے جائز طریقے اختیار کرنا)۔

ادائیِ قرض میں نیت کا اثر

〈۱۹۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ ھَا اَدَّی اللّٰہُ عَنْہُ، وَمَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَھَا اَتْلَفَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (بخاری۔ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں کا مال بہ طور قرض لیا اور اسے واپس

کرنے کی نیت رکھتا ہے اور کسی وجہ سے واپس نہ کر سکا تو اللہ اس کی طرف سے ادا کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور نیت اس کو واپس کرنے کی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اِس بری نیت کی وجہ سے اسے برباد کر کے رہے گا۔

قیامت میں مقروض کی معافی نہیں

﴿۲۰۰﴾ اِنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَغْفِرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ.

(مسلم ــــ عبداللہ بن عمرؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس نے خدا کی راہ میں جان قربان کی اس کا ہر گناہ معاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔

تشریح: یہ حدیث قرض کی اہمیت کو اچھی طرح واضح کرتی ہے، ایک شخص جس نے جہاد میں حصہ لیا اور دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی، اس کے ذمہ کسی کا قرض تھا جسے اس نے ادا نہیں کیا تو وہ معاف نہ ہوگا کیوں کہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ قرض کا محاسبہ لازماً ہوگا، قرض خواہ عدالت میں آئے گا، جب تک قرض خواہ معاف نہ کرے معافی کی کوئی شکل نہیں۔

اس حدیث میں جس شہید مقروض کا ذکر ہے اگر وہ قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا تھا مگر ادا نہ کر سکا تو امید ہے وہ چھٹکارا پا جائے گا ان شاء اللہ۔ احادیث میں آتا ہے کہ اگر آدمی دینے کی نیت رکھتا ہو اور ادا نہ کر سکے اور مر جائے تو قیامت کے دن اللہ صاحبِ حق کو بلائے گا اور معاف کرنے کے لیے اس سے کہے گا اور اس کے بدلے جنت کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت دینے کا وعدہ کرے گا تو صاحبِ حق اپنے حق کو معاف کر دے گا، لیکن اگر کسی نے باوجود قدرت رکھنے کے صاحبِ حق کو اس کا حق نہیں لوٹایا اور نہ دنیا میں صاحبِ حق سے معاف کرایا تو آخرت میں اس کی گاڑی گہرے دَل دَل میں پھنس جائے گی۔ (ترغیب)

کھیتی اور باغ بانی

کسان کا صدقہ

﴿۲۰۱﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَزْرَعُ زَرْعًا اَوْ یَغْرِسُ غَرْسًا فَیَأْکُلُ مِنْهُ طَیْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِیْمَةٌ اِلَّا کَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. (مسلم — انسؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان کاشت کرتا ہے یا باغ لگاتا ہے اور اس کے کھیتوں کے غلّے اور باغ کے پھلوں میں سے چڑیاں یا انسان یا جانور کھالے تو یہ اس کے لیے صدقہ بنتا ہے (کسان کو اس پر اجر و ثواب ملے گا)۔

نکاح

نکاح بھی اہم معاملہ اور معاہدہ ہے جو مرد و عورت کے درمیان میں زندگی بھر کی رفاقت کے لیے طے پاتا ہے اس لیے نکاح اور اس کے متعلقات کو معاملات کے زیر عنوان لایا جارہا ہے۔

نکاح کی ترغیب

﴿۲۰۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ. (بخاری و مسلم — ابن مسعودؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی نکاح کی ذمے داریاں

اٹھانے کی سکت رکھتا ہواسے شادی کر لینی چاہیے۔ کیوں کہ شادی نگاہ کو پست رکھتی ہے اور شہوانی خواہشات کو بے لگام نہیں ہونے دیتی، اور جو نکاح کی ذمہ داریاں اٹھانے کی سکت نہیں رکھتا وہ، روزہ رکھے اس لیے کہ روزہ شہوت کو توڑنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

تشریح: نگاہ کو پست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شادی آوارگیِ نظر سے بچاتی ہے۔ ادھر ادھر غلط جگہوں پر نظر کو جانے سے روکتی ہے۔

دین دار بیوی کا انتخاب کرو

〈۲۰۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (بخاری ومسلم۔ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کی خاندانی شرافت کی وجہ سے، اس کی خوب صورتی کی وجہ سے اور اس کے دین دار ہونے کی وجہ سے، تو تم دین دار عورت کو حاصل کرو، تمھارا بھلا ہو!

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے جوانوں کو ہدایت کی کہ شادی کے سلسلے میں اصل چیز جو دیکھنے کی ہے وہ عورت کی دین داری اور تقویٰ ہے۔ ویسے یہ چاروں خوبیاں جمع ہو جائیں تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن دین داری کو نظر انداز کرنا اور صرف مال و جمال کی بنیاد پر شادی کرنا مسلمان کا کام نہیں ہے۔

〈۲۰۴〉 اِنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسٰى حُسْنُهُنَّ اَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تَزَوَّجُوْهُنَّ لِاَمْوَالِهِنَّ، فَعَسٰى اَمْوَالُهُنَّ اَنْ يُطْغِيَهُنَّ، وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَى الدِّيْنِ وَلَاَمَةٌ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ. (المنتقیٰ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے ان کے ظاہری حسن و جمال کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہوسکتا ہے ان کا حسن و جمال ان کو تباہ کر دے (اور وہ اچھی بیوی نہ بنیں، غرورِ حسن کے فتنہ کا شکار ہو جائیں) اور ان سے شادی نہ کرو ان کے مال کی وجہ سے ہوسکتا ہے ان کا مال ان کو طغیان و سرکشی میں مبتلا کر دے، بلکہ دین داری کی بنیاد پر شادی کرو، سیاہ رنگت والی دین دار باندی (گوری اور خاندانی عورت کے مقابلہ میں) بہتر اور افضل ہے۔

دین دار مرد کا انتخاب کرو

﴿۲۰۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا خَطَبَ اِلَیْکُم مَنْ تَرْضَوْنَ دِیْنَهٗ وَ خُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ، اِنْ لَا تَفْعَلُوْهُ تَکُنْ فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ کَبِیْرٌ. (ترمذی)

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمھارے پاس شادی کا پیغام کوئی ایسا شخص لائے جو تمھاری نظر میں دین دار اور اچھے اخلاق کا ہو تو اس سے شادی کر دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو مسلم معاشرہ فتنہ اور فساد میں مبتلا ہو جائے گا (اور دیکھ لیجیے اپنے پیغمبرؐ کی بات نہ ماننے کی وجہ سے مسلم معاشرہ کیسے کیسے فتنوں کی آماج گاہ بن گیا ہے)۔

خطبۂ نکاح

﴿۲۰۶﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّشَهُّدَ فِی الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِی الْحَاجَةِ وَ ذَکَرَ تَشَهُّدَ الصَّلٰوةِ، قَالَ وَالتَّشَهُّدُ فِی الْحَاجَةِ اَنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَسْتَعِیْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، قَالَ وَ یَقْرَءُ ثَلَاثَ اٰیَاتٍ ـــــ فَفَسَّرَهَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ ـــــ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ، اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا، اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. (ترمذی)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز والا تشہد بھی سکھایا اور نکاح کا خطبہ بھی، ابن مسعودؓ نے نماز کا تشہد بتانے کے بعد کہا کہ نکاح کا خطبہ یہ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

> ”شکر اور تعریف صرف اللہ کے لیے ہے، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں، ہم اسی سے گناہوں کی بخشش کے طلب گار ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں کے مقابلہ اپنے کو خدا کی پناہ میں دیتے ہیں، جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گم راہ کرنے والا نہیں (اور وہ ہدایت انھی کو دیتا ہے جن کے اندر ہدایت کی طلب پاتا ہے) اور جسے وہ گم راہ کر دے

اسے کوئی سیدھی راہ نہیں دکھا سکتا (اور وہ گم راہ انھی کو کرتا ہے جو گم رہی کو پسند کرتے ہیں) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر تین آیتیں پڑھتے ہیں جو سفیان ثوریؒ کی تفسیر کے مطابق یہ ہیں۔ پہلی آیت سورۂ آلِ عمران کی ہے جس کا نمبر ۱۰۲ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے غصہ اور عذاب سے پورے طور پر بچے رہنے کی فکر رکھنا اور نہ مرنا مگر خدا کی فرماں برداری کی حالت میں۔''

اور دوسری آیت سورۂ نساء کی پہلی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اے لوگو! اپنے پروردگار کی ناراضی سے بچنا جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کے ذریعہ بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے، پس اپنے رب کی نافرمانی سے بچنا جس کا نام لے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرتے ہو اور رشتہ داروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا، یاد رکھو اللہ تمھاری نگرانی کر رہا ہے۔''

اور تیسری جگہ کی دونوں آیتیں سورۂ احزاب میں ہیں جن کا نمبر ۷۰، ۷۱ ہے، اُن کا ترجمہ سنیے:

''اے اہلِ ایمان اللہ کی ناراضی سے ڈرنا، اس کی نافرمانی سے بچنا اور سیدھی اور حق بات کہنا تو اللہ تمھیں مزید صالح بنائے گا اور گناہوں کو معاف کرے گا اور جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کریں گے وہ عظیم کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔''

پورے قرآن میں سے اس دائمی معاہدہ ـــــ نکاح ـــــ کے موقع پر اِن تین مقامات کی آیتوں کا انتخاب کمال درجہ پیغمبرانہ بصیرت کی دلیل ہے۔ اِن آیتوں کے ترجمے بہ غور پڑھیے۔ ان میں عام مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے جن کی شادی ہو چکی ہے کہ مرد اپنی بیویوں کے حقوق پہچانیں، بیویاں اپنے شوہروں کے حقوق پہچانیں اور خاص طور پر ان دونوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ زندگی بھر کی رفاقت کے اس معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ میں نے قبول کیا کے مفہوم کو یاد رکھنا اور نیا رشتہ جو دو خاندانوں کے درمیان میں قائم ہو رہا ہے اس کے تقاضوں کو دھیان میں رکھنا۔

مہر

فرضیت مہر

﴿۲۰۷﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہٖ الْفُرُوْجَ. (بخاری ومسلم۔ عقبہ بن عامرؓ)

ترجمہ: شرطوں میں وہ شرط پوری کیے جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے، جس کے ذریعہ تم اپنی بیویوں کی عصمت کے مالک بنے ہو (مہر کی ادائیگی فرض ہے، یہ تم پر تمھاری بیوی کا قرض ہے جسے بہ ہر حال ادا کرنا ہوگا)۔

معمولی مہر کی فضیلت

﴿۲۰۸﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ الصَّدَاقِ اَیْسَرُہٗ. (المنتقیٰ۔ عقبہ بن عامرؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بہترین مہر وہ ہے جو تھوڑا ہو جو بہ آسانی دیا جا سکے۔

﴿۲۰۹﴾ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ اَلَا لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَاءِ، فَاِنَّھَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِی الدُّنْیَا وَ تَقْوٰی عِنْدَ اللّٰہِ لَكَانَ اَوْلَاكُمْ بِھَا نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ، مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ نَكَحَ شَیْئًا مِنْ نِّسَائِہٖ وَلَا اَنْكَحَ شَیْئًا مِنْ بَنَاتِہٖ عَلٰی اَكْثَرَ مِنِ اثْنَتَیْ عَشَرَةَ اُوْقِیَةً. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: اے، سنو عورتوں کے بھاری مہر نہ باندھا کرو، اس لیے کہ اگر یہ دنیا میں شرف وعزت کی چیز ہوتی اور اللہ کی نظر میں یہ کوئی متقیانہ فعل ہوتا تو اِس کے سب سے زیادہ حق دار نبی ﷺ ہوتے، مجھے نہیں معلوم کہ رسول اللہ ﷺ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی لڑکیوں میں سے کسی کی شادی کی ہو۔

تشریح: حضرت عمرؓ جس چیز سے روک رہے ہیں وہ یہ ہے کہ لوگ خاندانی شرافت کے غرور کی

وجہ سے بھاری بھاری مہر مقرر کرتے ہیں، جن کا ادا کرنا ان کے بس میں نہیں ہوتا اور پھر وہ گلے کا پھانس بن جاتا ہے اسی لیے حضرت عمرؓ بھاری مہر مقرر کرنے سے روک رہے ہیں۔

ایک اوقیہ ساڑھے دس تولہ چاندی کے برابر ہوتا ہے، پس ایک سو چھبیس تولہ چاندی سے زیادہ پر نہ آپؐ کا نکاح ہوا نہ اپنی صاحب زادیوں میں کسی کا اس سے زیادہ مہر مقرر کیا۔ رہا اُم حبیبہؓ کا مہر جو اس سے زیادہ تھا تو یہ مہر حبش کے بادشاہ نجاشی نے مقرر کیا تھا اور خود انھوں نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تھا، ایک سو چھبیس تولہ چاندی جتنے روپیوں کی آتی ہو اتنے روپے مقرر کرنا نبیؐ کا اسوہ ہے!

ناپسندیدہ ولیمہ

〈۲۱۰〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَ یُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ، وَ مَنْ تَرَکَ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ. (بخاری و مسلم۔ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بدترین کھانا اُس ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مال داروں (غیر محتاجوں لوگوں) کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے اور جس نے دعوت ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے اور اس دعوت میں غریبوں کو خاص اہمیت کے ساتھ بلایا جائے اور نیز دعوت ولیمہ کو بلا کسی معقول سبب کے رد کرنا خلاف سنت ہے۔ اسلام کسی موقع پر غریبوں کو نہیں بھولتا، اس نے اپنے ماننے والوں کو ہدایت کی کہ شادی کی دعوت کے موقع پر معاشرہ کے غریب طبقہ کو نہ بھولنا!

فاسق کی دعوت سے اجتناب

〈۲۱۱〉 نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اِجَابَۃِ طَعَامِ الْفَاسِقِیْنَ. (مشکوٰۃ ـــ عمران بن حصینؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فاسق لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا ہے۔

تشریح: فاسق وہ ہے جو اللہ و رسول ﷺ کے احکام کو ڈھٹائی سے توڑتا ہے۔ ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ دین کی بے عزتی کرنے والے کو ''عزت بخشنے'' جا رہے ہیں۔ البتہ ہم دور دعوت میں ہیں اور اس دور میں ہر ایک کے لیے دعوت کا دروازہ کھلا رکھنا ہوگا اس لیے اصلاح و دعوت کی نیت سے بہ وقتِ ضرورت دعوت قبول کی جا سکتی ہے۔

خیانت میں شیطان کے لیے کشش

〈۲۱۲〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَا لَمْ یَخُنْ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ، فَاِذَا خَانَہٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِھِمَا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ) وَ جَاءَ الشَّیْطَانُ.
(ابوداؤد۔ ابوہریرۃؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تک کسی کاروبار کے دو شریک باہم خیانت اور بے ایمانی نہ کریں میں ان کے ساتھ رہتا ہوں (کاروبار میں برکت اور ترقی ہوتی ہے)۔ لیکن جب ان میں سے ایک شریک اپنے ساتھی سے خیانت کرتا ہے تو میں ان سے علیحدہ ہو جاتا ہوں اور شیطان آجاتا ہے (میں اپنی رحمت اور مدد کا ہاتھ کھینچ لیتا ہوں اور شیطان آ کر ان کے کاروبار کو تباہی کی راہ پر ڈال دیتا ہے)۔

جائز مقصد کے لیے مال کمانا عبادت ہے

〈۲۱۳〉 عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ فَرَاٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ جَلَدِہٖ وَ نَشَاطِہٖ، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ کَانَ ھٰذَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی وَلَدِہٖ صِغَارًا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی وَالِدَیْہِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی عَلٰی نَفْسِہٖ یُعِفُّھَا فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ اِنْ کَانَ خَرَجَ یَسْعٰی رِیَاءً وَ مُفَاخَرَۃً فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ الشَّیْطَانِ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا، (یہ محنت مزدوری کے لیے جارہا تھا) آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے اس کی محنت اور سرگرمی کو دیکھ کر کہا اے اللہ کے رسولؐ! اگر اس کی دلچسپی اور سرگرمی اللہ کی راہ میں ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا، آپؐ نے فرمایا اگر وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش کے لیے دوڑ دھوپ کررہا ہے تو یہ اللہ کی راہ ہی میں شمار ہوگی، اور اگر بوڑھے والدین کی پرورش کے لیے کوشش کررہا ہے تو یہ بھی اللہ کی راہ میں شمار ہوگی، اور اگر اپنی ذات کے لیے دوڑ دھوپ کررہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے تو یہ بھی اللہ کی راہ میں شمار ہوگی، اور اگر اس کی کوشش کا مقصود یہ ہو کہ لوگوں پر مالی برتری جتائے، لوگوں کے سامنے اپنی تونگری کی نمایش کرے تو اس کی یہ ساری محنت شیطان کی راہ میں شمار ہوگی۔

تشریح: حسنِ نیت آدمی کی پوری زندگی اور اس کے ہر کام کو عبادت بنا دیتی ہے، اور نیت کی خرابی اچھے اعمال کو گناہ بنا دیتی ہے۔ اسلام نے زہد و تقویٰ اور عبادت کا جو وسیع تصور پیش کیا ہے وہ اِس حدیث سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے۔

مال کے بارے میں صحیح طرزِ فکر

(۲۱۴) عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ: كَانَ الْمَالُ فِيمَا مَضٰى يُكْرَهُ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ، وَ قَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوكُ، وَقَالَ مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ مِنْ هٰذِهِ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ، فَإِنَّهُ زَمَانٌ إِنِ احْتَاجَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِينَهُ، وَ قَالَ اَلْحَلَالُ لَا تَحْتَمِلُ السَّرَفَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: سفیان ثوریؒ نے فرمایا: اب سے پہلے ـــــ دورِ نبوت اور خلافت میں ـــــ مال ایک ناپسندیدہ چیز سمجھا جاتا تھا، لیکن ہمارے اس زمانہ میں مال تو مومن کی ڈھال ہے۔ نیز فرمایا اگر ہمارے پاس آج یہ درہم و دینار نہ ہوتے تو یہ بادشاہ لوگ ہم کو اپنا رومال بنا لیتے ـــــ آج جس شخص کے پاس یہ درہم و دینار ہوں تو انھیں اچھی حالت میں رکھے، (تجارت وغیرہ کرے، مال کو بڑھائے) کیوں کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر آدمی محتاج ہو جائے تو سب سے پہلے اپنا دین بیچ دے گا ـــــ نیز انھوں نے فرمایا حلال کمائی میں اسراف نہیں ہوتا۔

تشریح: ''بادشاہ اور امراء ہم کو اپنا رومال بنا لیتے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمارے پاس مال نہ ہوتا تو ہم ان کے پاس جانے پر مجبور ہوتے، اور وہ ہمیں اپنے باطل اغراض میں استعمال کرتے، لیکن ہمارے پاس مال موجود ہے، ہم ان سے بے نیاز ہیں اس لیے ہم ان سے محفوظ ہیں، دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں لوگوں کا ایمان مضبوط تھا اس لیے تنگ دستی کی حالت میں وہ ہر طرح کی آفتوں سے محفوظ رہے اور آج کل کے لوگوں کا ایمان بالعموم کمزور ہے اس لیے فقر و احتیاج کی حالت میں اپنا دین و ایمان بیچ دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اس پہلو سے حضرت سفیانؒ نصیحت کر رہے ہیں ان کا منشا عیش کوشی کی تلقین نہیں ہے۔

آخری ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اچھا کھائے اچھا پہنے تو اس کو فضول خرچی نہیں کہتے، بہ شرطے کہ اس نے جائز ذرائع سے مال کمایا ہو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حلال کمائی فضول خرچی میں صرف نہ ہونی چاہیے۔

اخلاقیات

برے اخلاق

تکبر

〈۲۱۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ کِبْرٍ، فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَ نَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ. (مسلم ــــ عبداللہ بن مسعودؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا جنت میں نہیں جاسکے گا، اس پر ایک آدمی نے پوچھا آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے؟ اور کیا ایسا ذوق رکھنے والا جنت سے محروم ہو جائے گا؟) آپؐ نے فرمایا نہیں، یہ تکبر نہیں ہے اللہ صاحب جمال و کمال ہے اور جمال و کمال کو پسند کرتا ہے۔ تکبر کے معنی ہیں اللہ کے حق کو ادا نہ کرنا، اس کے حکم سے سرتابی کرنا اور خدا کے بندوں کو حقیر جاننا۔

تشریح: سورۂ اعراف کے دوسرے رکوع میں آدمؑ و ابلیس کی داستان سے تکبر کا مفہوم پوری وضاحت سے سامنے آتا ہے۔ ابلیس اللہ کو اپنا خالق اور رب مانتا ہے پر اس نے اسے حکم دیا تو نہ مانا اور اکڑ گیا تو خدا نے اس سے کہا ''جا بھاگ یہاں سے، تیرے لیے روا نہیں کہ مقام سعادت میں رہتے ہوئے تو تکبر کرے، جا بھاگ یہاں سے تو میری نظر میں خوار و ذلیل ہے۔'' اور ظاہر ہے جو خدا کے مقابلہ میں اکڑے گا وہ لازماً خدا کے بندوں کو حقیر جانے گا۔

حرص اور بخل

〈۲۱۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ یَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْاِیْمَانُ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ اَبَدًا.

(نسائی ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: مال کا لالچ اور ایمان دونوں کسی بندے کے دل میں ہرگز جمع نہ ہوں گے۔

تشریح: شحّ، مال کے لالچ اور بخیلی کو کہتے ہیں، ظاہر ہے جو مال کا حریص ہوگا وہ لازماً بخیل ہوگا۔ یہ دونوں باتیں ایمان سے میل نہیں کھاتیں، ایمان تو یہ چاہتا ہے کہ آدمی مال کا پجاری نہ بنے بلکہ جو کچھ کمائے اس میں سے دین کے پھیلانے میں اور غریبوں پر خرچ کرے اور مال کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے اور بچا بچا کر رکھنے کی ذہنیت نہ دینی ضرورتوں میں خرچ کرنے دیتی ہے اور نہ بے سہارا بندگانِ خدا پر رحم کرنے دیتی ہے۔

برے خیالات کی پرورش نہ کرو

﴿۲۱۷﴾ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ کُتِبَ عَلَی ابْنِ آدَمَ نَصِیْبُهٗ مِنَ الزِّنَا، فَهُوَ مُدْرِکٌ ذٰلِکَ لَا مَحَالَةَ اَلْعَیْنَانِ زِنَاهُمَا اَلنَّظْرُ، وَالْاُذْنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْکَلَامُ، وَالْیَدُ زِنَاهَا اَلْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا اَلْخُطٰی، وَالْقَلْبُ یَهْوٰی وَ یَتَمَنّٰی، وَ یُصَدِّقُ ذٰلِکَ الْفَرْجُ اَوْ یُکَذِّبُهٗ، وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ وَ اَبِیْ دَاوٗدَ وَ اَلْفَمُ زِنَاهُ الْقُبَلُ. (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی ـــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: (غافل) آدمی کے لیے اس کا حصۂ زنا مل کر رہے گا، شہوت کی نظر سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، شہوانی باتیں سننا کانوں کا زنا ہے، اس موضوع پر گفتگو کرنا زبان کا زنا ہے، پکڑنا ہاتھ کا زنا ہے، اس کے لیے چل کر جانا پیروں کا زنا ہے، اس موضوع پر گفتگو کرنا زبان کی زنا ہے۔ خواہش اور تمنا دل کا زنا ہے، اور شرم گاہ یا تو زنا کا عمل کر بیٹھے گی یا ارتکاب سے رک جائے گی، اور مسلم و ابوداؤد میں اتنا اضافہ ہے اور بوسہ لینا منہ کا زنا ہے۔

تشریح: یہ حدیث بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں بنیادی طور پر جو مسئلہ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دل جسم انسانی میں حکمراں کی حیثیت رکھتا ہے، اگر کوئی برا خیال دل میں آئے اور آدمی اس کو پالے تو پھر گناہ سے روکنے والی کوئی چیز نہ ہوگی، اور جب دل برے خیالات کی پرورش کرے گا تو تمام اعضا اس کی خواہش کو پورا کرنے میں لگ جائیں گے اس لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اگر برا خیال دل میں آئے تو اس کو بزور ہٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں یہ مسئلہ نہیں بیان ہوا ہے کہ زنا کرنے پر آدمی مجبور ہے کیوں کہ تقدیر میں لکھ گیا ہے اور تقدیر کے

لکھے کو کون مٹا سکتا ہے، بلکہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ آدمی اگر غافل رہے اور ایمانی تربیت نہ کرے تو زنا، مقدمات زنا اور دوسرے جرائم سے نہیں بچ سکتا۔ یہاں یہ بات بھی نوٹ کیجیے کہ برے خیالات کو دل میں پالنے پر پکڑ ہوگی۔

کسی کا راز فاش نہ کرو

〈۲۱۸〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِیْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ اَمَانَةٌ.

(ابوداؤد۔۔۔ جابر بن عبداللہؓ)

ترجمہ: جب کوئی آدمی تم سے بات کرے اور ادھر ادھر مڑ کر دیکھے تو اس کی بات کو امانت جانو (وہ بات راز کی ہے اسے راز رکھنا چاہتا ہے جبھی تو ادھر ادھر مڑ کر دیکھتا ہے)۔

بدکاری

〈۲۱۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا شَبَابَ قُرَیْشٍ اِحْفَظُوْا فُرُوْجَكُمْ لَا تَزْنُوْا اَلَا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ. (المنذری بہ حوالہ حاکم وبیہقی۔۔۔ ابن عباسؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریشی جوانو! تم اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، زنا کا ارتکاب نہ ہونے پائے، جو لوگ عفت و پاک دامنی کے ساتھ زندگی گزاریں گے وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے ''جس کی جوانی، آفات جوانی سے محفوظ رہی وہ جنت کا مستحق ہے۔''

مشابہت سے ممانعت

〈۲۲۰〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُتَشَبِّهِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. (ترغیب بہ حوالہ بخاری وابوداؤد ونسائی)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، اور لعنت فرمائی ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔

〈۲۲۱〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ، وَالْمَرْاَةُ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ. (ترغیب بہ حوالہ ابوداؤد، نسائی وغیرہ)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا لعنت فرمائی اللہ کے رسول ﷺ نے اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور لعنت فرمائی اِس عورت پر جو مردانہ لباس پہنے۔

〈۲۲۲〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ یَدَیْهِ وَ رِجْلَیْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا یَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَاَمَرَ بِهٖ فَنُفِیَ اِلَی النَّقِیْعِ، فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلاَ تَقْتُلُهٗ؟ فَقَالَ اِنِّیْ نُهِیْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّیْنَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مخنث (ہیجڑا) لایا گیا جس نے اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں پیروں میں مہندی لگا رکھی تھی (یعنی ہاتھ پیر سرخ تھے) آپؐ نے پوچھا یہ کیسا آدمی ہے ہاتھ اور پیر سرخ کیوں کر رکھے ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ عورتوں کے مشابہ بننا چاہتا ہے۔ چناں چہ آپؐ کے حکم سے اسے مقام نقیع میں جلاوطن کیا گیا، لوگوں نے عرض کیا اسے آپ قتل کیوں نہیں کر دیتے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے نمازیوں (مسلمانوں) کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

مجلسی آداب

〈۲۲۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَیَجْلِسَ فِیْهِ، وَلٰکِنْ تَفَسَّحُوْا وَ تَوَسَّعُوْا. (مسند احمد ــــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی، دوسرے کو جو پہلے سے بیٹھا ہوا ہے، اس کی جگہ سے اٹھا کر خود نہ بیٹھ جائے بلکہ اہل مجلس کو چاہیے کہ آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کریں اور بیٹھنے کی گنجائش کریں۔

〈۲۲۴〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَا کُنْتُمْ ثَلاَ ثَةً فَلاَ یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا، قَالَ قُلْنَا فَاِنْ کَانُوْا اَرْبَعَةً، قَالَ فَلاَ یَضُرُّ وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِاِبْنِ مَسْعُوْدٍ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُحْزِنُهٗ. (مسند احمد۔ ابن عمرؓ)

ترجمہ: نبیؐ نے فرمایا: جب تم تین آدمی کسی جگہ بیٹھے ہو، تو دو آدمی آپس میں رازدارانہ باتیں تیسرے آدمی کو چھوڑ کر نہ کریں (کیوں کہ یہ برتاؤ تیسرے آدمی کو غمگین کرے گا) جب یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ نے سنائی تو ان کے شاگرد ابو صالح نے پوچھا اگر مجلس میں چار آدمی ہوں تو ان میں دو

آدمی باہم راز کی باتیں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔

﴿۲۲۵﴾ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لاَ یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِھِمَا. (ابوداؤد و ترمذی)

ترجمہ: عمرو بن شعیبؒ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: کسی آدمی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ دو پاس بیٹھے ہوئے آدمیوں کے بیچ میں آکر بیٹھ جائے بغیر ان دونوں سے اجازت لیے۔

لباس کس قیمت کا ہو

﴿۲۲۶﴾ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَسْأَلُہٗ رَجُلٌ مَا اَلْبَسُ مِنَ الثِّیَابِ؟ قَالَ مَالاَ یَزْدِیْکَ فِیْہِ السُّفَھَاءُ وَلاَ یُعِیْبُکَ بِہِ الْحُکَمَاءُ، قَالَ مَا ھُوَ؟ قَالَ مَا بَیْنَ الْخَمْسَۃِ دَرَاھِمَ اِلَی الْعِشْرِیْنَ دِرْھَماً (ترغیب بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: ابو یعفور کہتے ہیں، ایک آدمی نے میرے سامنے عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا میں کس طرح کے کپڑے پہنوں؟ انھوں نے فرمایا ایسے کپڑے پہنو کہ بے وقوف تمھیں ان کپڑوں کی وجہ سے حقیر نہ جانیں اور عقل مند لوگ تم پر اعتراض نہ کریں، اس نے پوچھا وہ کس قیمت کا ہو؟ انھوں نے فرمایا پانچ درہم سے لے کر بیس درہم کی قیمت کا ہو۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے زمانہ میں پانچ درہم بہت ہوتے تھے، اُس زمانے میں پانچ درہم میں پوری پوشاک تیار ہو جاتی تھی، اس تمدنی فرق کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

تکبر کی علامت ــــــ مغرورانہ لباس

﴿۲۲۷﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ وَلاَ جُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْکَعْبَیْنِ، وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ، قَالَ ذٰلِکَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، وَلاَ یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے: مومن کا تہبند (پاجامہ) اس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے اور اگر اس کے نیچے ٹخنہ تک رہے تو کوئی گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے (گناہ کی بات ہے)۔ یہ بات آپؐ نے تین بار دہرائی اور پھر کہا اللہ

قیامت کے دن ان لوگوں کو نہیں دیکھے گا جو ازراہِ تکبر اپنے تہبند (پاجامے) زمین پر گھسیٹتے ہیں۔

﴿۲۲۸﴾ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلاءَ لاَ يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِزَارِىْ يَسْتَرْخِىْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَهُ، فَقَالَ اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ يَفْعَلُهُ خُيَلاءَ (بخاری۔ابن عمرؓ)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنا کپڑا (تہبند، پاجامہ) ازراہِ تکبر زمین پر گھسیٹے گا (ٹخنہ سے نیچے رکھے گا) اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا (نفرت اور غصہ کی وجہ سے)۔ یہ سن کر ابوبکرؓ نے عرض کیا میرا تہبند ٹخنہ سے نیچے چلا جایا کرتا ہے اگر میں اسے نہ سنبھالتا رہوں (تو کیا میں بھی اپنے رب کی نظرِ رحمت سے محروم ہو جاؤں گا)۔ آپؐ نے فرمایا تم تو ازراہِ تکبر قصد وارادہ سے ایسا نہیں کرتے پھر تم خدا کی نگاہِ کرم سے کیوں محروم ہو جاؤ گے۔

﴿۲۲۹﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ وَ الْبَسْ مَا شِئْتَ اِنْ اَخْطَأَتْکَ اِثْنَتَانِ سَرَفٌ وَ مُخِيْلَةٌ. (بخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا: جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پہنو بہ شرطے کہ تمھارے اندر تکبر نہ ہو اور فضول خرچی سے بچو۔

قیامت اور ظلم کی تاریکیاں

﴿۲۳۰﴾ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (بخاری ومسلم ــــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: نبیؐ نے فرمایا: ظلم، ظالم کے لیے قیامت کے دن شدید تاریکیوں کی شکل میں نمودار ہوگا۔

ظالم سے تعاون اسلام سے بغاوت ہے

﴿۲۳۱﴾ عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهُ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: اوس بن شرحبیلؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اسے قوت پہنچائے دراں حالے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلامیت سے خارج ہو گیا (کسی ظالم کا جان بوجھ کر ساتھ دینا مسلمان کا کام نہیں ہے)۔

ظلم کا انجامِ بد

〈۲۳۲〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ تَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لاَدِرْھَمَ لَہٗ وَلاَ مَتَاعَ، فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِصَلٰوۃٍ وَ صِیَامٍ وَ زَکٰوۃٍ، وَ یَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ ھٰذَا، وَ قَذَفَ ھٰذَا، وَ اَکَلَ مَالَ ھٰذَا، وَ سَفَکَ دَمَ ھٰذَا، وَ ضَرَبَ ھٰذَا، فَیُعْطٰی ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ وَ ھٰذَا مِنْ حَسَنَاتِہٖ، فَاِنْ فَنِیَتْ حَسَنَاتُہٗ قَبْلَ اَنْ یُقْضٰی مَا عَلَیْہِ اُخِذَ مِنْ خَطَایَاھُمْ فَطُرِحَتْ عَلَیْہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ. (مسلم۔ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو دیوالیہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا دیوالیہ ہمارے یہاں وہ شخص کہلاتا ہے، جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ دوسرا کوئی سامان۔ آپؐ نے فرمایا: میری اُمت میں دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اسی کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حقوق ابھی باقی ہیں تو اُن کی غلطیاں اِس کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اِسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

تشریح: یہ ہے حقوق العباد کی اہمیت! خدا کے حقوق ادا کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ بندوں کی حق ماری نہ کریں، ورنہ یہ نماز و روزہ اور دوسرے نیک کام سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔

مظلوم کی فریاد

〈۲۳۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِیَّاکَ وَ دَعْوَۃَ الْمَظْلُوْمِ، فَاِنَّمَا یَسْئَالُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّہٗ وَ اِنَّ اللّٰہَ لاَ یَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّہٗ. (مشکوٰۃ۔۔۔علیؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بد دعا سے بچو کیوں کہ وہ اللہ سے صرف اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحبِ حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا۔

تشریح: اِس حدیث میں مظلوم کی آہ لینے سے روکا گیا ہے، کیوں کہ اس کی آہ ظالم کو بھسم کر کے چھوڑتی ہے۔ جب مظلوم کی آہ آسمان پر جاتی ہے تو آسمان والا ظالم کو مختلف قسم کی آفتوں اور بے چینیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

غصہ

غصہ پر قابو رکھنا

〈۲۳۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (بخاری۔ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: طاقت ور وہ نہیں ہے جو کشتی میں دوسروں کو پچھاڑ تا ہے، واقعی طاقت ور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھتا ہو (غصہ کی حالت میں کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا جو اللہ ورسول کو ناپسند ہو)۔

غصہ کا علاج

〈۲۳۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ، وَ اِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ، وَ اِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ، فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ. (ابوداؤد۔عطیہ سعدیؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے، تو جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وضو کرلے۔

تشریح: شیطانی اثر والا غصہ وہ ہے جو اپنی ذات کے لیے آئے، اور وہ غصہ جو مومن کو دین کے دشمنوں پر آتا ہے وہ نہایت عمدہ غصہ ہے اگر کوئی تمھارے دین کو تباہ کرنے آرہا ہے تو اس وقت غصہ نہ آنا ایمانی کمزوری اور بے غیرتی کی علامت ہے۔

〈۲۳۶〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ، فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَ اِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ. (مشکوٰۃ۔ابوذرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے، اس سے غصہ چلا جائے تو بہت اچھی بات ہے ورنہ لیٹ جائے (تو غصہ دور ہو جائے گا)۔

کسی کی نقل اتارنا

﴿۲۳۷﴾ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَکَیْتُ اَحَدًا وَ اَنَّ لِیْ کَذَا وَ کَذَا.

(ترمذی ـــــ عائشہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کسی کی نقل اُتارنا پسند نہیں کرتا چاہے اس کے عوض مجھے ڈھیروں دولت ملے۔

دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونے کا انجام

﴿۲۳۸﴾ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْکَ فَیَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَ یَبْتَلِیْکَ.

(ترمذی ـــــ واثلہؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش نہ ہو، ورنہ اللہ اس پر رحم فرمائے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

مومنانہ اخلاق

﴿۲۳۹﴾ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ مَنْ اِذَا غَضِبَ لَمْ یُدْخِلْهُ غَضَبُهٗ فِیْ بَاطِلٍ، وَمَنْ اِذَا رَضِیَ لَمْ یُخْرِجْهُ رِضَاهُ عَنْ حَقٍّ وَ مَنْ اِذَا قَدَرَ لَمْ یَتَعَاطَ مَا لَیْسَ لَهٗ. (مشکوٰۃ۔انسؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین باتیں مومنانہ اخلاق میں سے ہیں۔ ایک یہ کہ جب مومن کو غصہ آتا ہے تو اس کا غصہ باطل اختیار کرنے پر نہیں اُبھارتا، دوسری یہ کہ جب وہ خوش ہوتا ہے تو خوشی اس کو دائرۂ حق سے باہر نہیں نکلنے دیتی، اور تیسری بات یہ کہ جب وہ طاقت ور ہوتا ہے تو دوسروں کی چیز نہیں چھینتا۔

جھوٹ

جھوٹ ــــ نفاق کی علامت

〈۲۴۰〉 اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ کَانَ مُنَافِقًا خَالِصاً وَ مَنْ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنْھُنَّ کَانَتْ فِیْہِ خَصْلَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَھُنَّ اِذَا اُوتُمِنَ خَانَ، وَ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، وَ اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

(بخاری ومسلم۔عبداللہ بن عمرو بن العاص)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں جس کے اندر ہوں گی وہ پکّا منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اسے ترک کردے۔ وہ چار خصلتیں یہ ہیں (۱) جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) جب کسی سے جھگڑا کرے تو گالی پر اتر آئے اور حق وانصاف سے ہٹ جائے۔

آنکھوں کا جھوٹ سب سے بڑا جھوٹ

〈۲۴۱〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْرَی الْفِرٰی اَنْ یُرِیَ الرَّجُلُ عَیْنَیْہِ مَا لَمْ تَرَیَا.

(بخاری۔ابن عمرؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی دونوں آنکھوں کو وہ خواب دکھائے جو انھوں نے نہیں دیکھا۔

تشریح: یعنی اس نے خواب دیکھا نہیں اور صبح کو اٹھ کر اہل مجلس سے کہتا ہے کہ آج میں نے

اتنے عمدہ عمدہ خواب دیکھے ہیں ایسا کرنا گویا آنکھوں سے جھوٹ بلوانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آنکھوں پر افترا پردازی ہے، ان کی طرف وہ بات منسوب کرتا ہے جو انھوں نے نہیں کیا۔

عظیم خیانت

﴿۲۴۲﴾ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ اُسَیْدِنِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا وَھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَ اَنْتَ بِہٖ کَاذِبٌ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سفیان حضرمیؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے: اس سے بڑی خیانت اور کیا ہوگی کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو اور وہ تمھاری بات کو سچ جانے حالاں کہ تم نے اس سے جھوٹ بولا۔

بچوں سے جھوٹ بولنا

﴿۲۴۳﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِیْ اُمِّیْ یَوْمًا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ فِیْ بَیْتِنَا، فَقَالَتْ تَعَالَ اُعْطِیْکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِیْهِ؟ قَالَتْ اَرَدْتُّ اَنْ اُعْطِیَهٗ تَمْراً، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَمَا اِنَّکِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کَذْبَةٌ. (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن عامرؓ کہتے ہیں، ایک دن جب کہ رسول اللہؐ ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے، میری والدہ نے مجھے پکارا یہاں آ، تجھے ایک چیز دوں گی، آپؐ نے پوچھا تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انھوں نے کہا میں اسے کھجور دینا چاہتی تھی، آپؐ نے فرمایا: اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا۔

تشریح: والدین کو یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے۔

﴿۲۴۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا یَصْلُحُ الْکَذِبُ فِیْ جِدٍّ وَلَا هَزْلٍ، وَلَا اَنْ یَعِدَ اَحَدُکُمْ وَلَدَهٗ شَیْئًا ثُمَّ لَا یُنْجِزُ لَهٗ. (الادب المفرد للبخاریؒ)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: جھوٹ بولنا کسی حال میں جائز نہیں، نہ سنجیدگی کے

ساتھ نہ مذاق کے طور پر، اور یہ بات بھی جائز نہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے وعدہ کرے پھر اسے پورا نہ کرے۔

مذاق میں جھوٹ

〈۲۴۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَيْلٌ لِّمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ. (ترمذی۔ بہز بن حکیمؒ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرابی ہے اس کے لیے جو جھوٹی باتیں کہے لوگوں کو ہنسانے کے لیے، خرابی ہے اس کے لیے، خرابی ہے اس کے لیے!

دو رُخا پن

〈۲۴۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ. (بخاری ومسلم۔ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: تم قیامت کے دن بدترین آدمی اس کو پاؤ گے جو دنیا میں دو چہرے رکھتا تھا، کچھ لوگوں سے ایک چہرہ سے ملتا اور دوسروں سے دوسرے چہرے کے ساتھ ملتا۔

تشریح: دو آدمیوں یا دو گروہوں کے درمیان جب رنجش ہو جاتی ہے تو ہر جگہ کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو دونوں کے پاس پہنچتے ہیں، دونوں کی ہاں میں ہاں ملاتے اور ان کی باہمی رنجش کو اور ہوا دیتے ہیں، یہ صلح کرانے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ عداوت کی آگ کو زیادہ سے زیادہ بھڑکانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

فحش گوئی اور بدزبانی

〈۲۴۷〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ فِیْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ، وَ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ. (ترمذی۔ ابوالدرداء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی میزان (ترازو) میں رکھی جائے گی وہ حسنِ اخلاق (عمدہ سیرت و کردار) ہوگا۔ اور اللہ کو اس شخص سے نفرت ہے جو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتا اور بدزبانی کرتا ہے۔

تشریح: حدیث میں خلقِ حسن کا لفظ آیا ہے جس کی تفسیر مشہور محدث عبداللہ بن مبارکؒ نے اِن الفاظ میں کی ہے ھُوَ طَلَاقَۃُ الْوَجْہِ وَ بَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَ کَفُّ الْاَذٰی یعنی حسنِ اخلاق یہ ہے کہ آدمی ہنستے ہوئے چہرے سے ملے، محتاج بندوں پر خرچ کرے اور کسی کو ایذا نہ دے۔

آگ کی دو زبانیں

〈۲۴۸〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ کَانَ ذَا وَجْھَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ. (ابوداؤد۔ عمارؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں دو رُخا پن اختیار کرے گا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی بنی ہوئی دو زبانیں ہوں گی۔

تشریح: عالمِ آخرت میں اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں اس لیے ہوں گی کہ دنیا میں اس کے منہ سے آگ نکلتی تھی جو دو آدمیوں کے باہمی تعلقات کو جلاتی تھی۔

مُردوں کی غیبت نہ کرو

〈۲۴۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا.
(الادب المفرد۔ عائشہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کو برا بھلا نہ کہو اس لیے کہ وہ اپنے اعمال کے ساتھ اپنے رب کے پاس جا چکے۔

غیبت اور بہتان کا فرق

〈۲۵۰〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ؟ قَالُوْا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ، قِیْلَ اَفَرَأَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَ اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ. (مشکوٰۃ۔ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا تذکرہ ایسے ڈھنگ سے کرے جسے وہ ناپسند کرے، لوگوں نے آپؐ سے کہا اگر میرے بھائی میں وہ بات واقعتاً ہو جو میں کہہ رہا ہوں تب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپؐ نے کہا اگر وہ بات اس کے اندر ہو تو یہ غیبت ہوئی اور اگر وہ بات اس کے اندر نہیں پائی جاتی تو یہ بہتان ہے۔

غیبت زنا سے بدتر گناہ ہے

〈۲۵۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ کَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لاَ یُغْفَرُ لَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ. (مشکوٰۃ ــــ ابوسعید وجابرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ سخت جرم ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ غیبت کس طرح زنا سے زیادہ سخت جرم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک شخص زنا کرنے کے بعد جب استغفار کرتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کردے، جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

غیبت کا کفارہ

〈۲۵۲〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنْ کَفَّارَۃِ الْغِیْبَۃِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَہٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ. (مشکوٰۃ ــــ انسؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تو دعائے مغفرت کرے اس کے لیے جس کی تو نے غیبت کی ہے، تو یوں کہے اے اللہ تو میری اور اس کی مغفرت فرما (یہ اسی صورت میں ہے کہ اس سے معافی مانگنا ممکن نہ رہ گیا ہو مثلاً وہ مر گیا ہو یا دور دراز علاقے میں چلا گیا ہو)۔

غیر کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد نہ کرو

〈۲۵۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ. (مشکوٰۃ ــــ ابوامامہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بدترین حال میں ہوگا وہ شخص جس نے دوسروں کی دنیا بنانے کی خاطر اپنی آخرت برباد کر ڈالی۔

قومی عصبیت

〈۲۵۴〉 عَنْ اَبِیْ فَسِیْلَۃَ قَالَ سَأَلْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ؟ قَالَ لاَ، وَلٰکِنْ مِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابوفسیلہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں یہ عصبیت نہیں ہے، عصبیت (تعصب اور فرقہ واریت) یہ ہے کہ آدمی اپنے لوگوں کی مدد کرے ظالمانہ کارروائیوں میں۔

بے جا حمایت ہلاکت ہے

﴿۲۵۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنْبِہٖ. (ابوداؤد ـــ ابن مسعودؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص باطل اور ناجائز کاموں میں اپنے قبیلہ (کنبہ، خاندان اور قوم) کا ساتھ دیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اونٹ کنوئیں میں گر رہا ہو اور یہ اس کی دُم پکڑ کر لٹک گیا اور اونٹ کے ساتھ یہ بھی کنوئیں میں جا گرا۔

﴿۲۵۶﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ، وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃً، وَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ (ابوداؤد ـــ جبیر بن مطعمؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے، وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کے جذبہ سے جنگ کرے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مرے۔

تشریح: عصبیت کا مطلب ہے ''میری اپنی قوم چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر'' یہ شیطانی جاہلی عصبیت ہے، اس نظریہ کی طرف بلانا، اس جذبہ سے جنگ کرنا اور اسی ذہنیت پر مرنا مسلمان کا کام نہیں ہے، ایسے لوگوں سے خدا کے پیغمبر نے بے تعلقی کا اعلان کیا ہے۔

منہ پر بے جا تعریف کی مذمت

﴿۲۵۷﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ. (مسلم ـــ مقدادؓ)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ پر خاک ڈالو۔

تشریح: ''مدّاحین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی قصیدہ خوانی ہوتا ہے، یہ لوگ آتے ہیں اور ''بخشش'' کے لالچ میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ جاہلیت میں

بھی تھے اور آج بھی پائے جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا ان کے منہ پر خاک ڈالو یعنی بخشش نہ دو، ناکام لوٹا دو۔

فاسق کی تعریف غضب خداوندی کا باعث ہے

〈۲۵۸〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰی وَاهْتَزَّلَہُ الْعَرْشُ. (مشکوٰۃ — انسؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عرش ہلنے لگتا ہے۔

تشریح: جو شخص خدا کے احکام کا احترام نہیں کرتا بلکہ علانیہ توڑتا ہے تو ایسا شخص ذرا بھی عزت و احترام کا مستحق نہیں، اب اگر مسلم معاشرہ میں ایسے لوگ سر آنکھوں پر بٹھائے جاتے ہیں، ان کو ایڈرس دیے جاتے ہیں اور ملک کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی جاتی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس معاشرہ کے لوگوں کو خدا کے دین سے محبت نہیں ہے۔ اگر ہے تو برائے نام ہے اور برائے نام محبت خدا کی اجتماعی رحمت و نصرت کا مستحق نہیں بناتی!

منہ پر تعریف

〈۲۵۹〉 عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْکَ ثَلاَ ثًا، مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَۃَ، فَلْیَقُلْ اَحْسَبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ، وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَداً. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ابوبکرہؓ کہتے ہیں ایک آدمی نے ایک شخص کی تعریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کی، (وہ آدمی بھی مجلس میں موجود تھا) آپؐ نے تعریف کرنے والے آدمی سے کہا تم نے تو اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپؐ نے تین بار دہرایا، تم میں جو کسی کی تعریف کرے اور ایسا کرنا ضروری بھی ہو تو یوں کہے میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی حقیقتِ حال سے واقف ہے اگر وہ اس کو ویسا سمجھتا ہو، اور کوئی کسی کو پاکیزہ نہ قرار دے خدا کے مقابلے میں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک شخص کے منہ پر اس کی تعریف کی گئی، آپؐ نے محسوس کیا کہ اِس کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے آپؐ نے ٹوکا، بتایا کہ اگر کسی کے بارے میں

کچھ کہنا ہی ہو تو یوں کہو میں فلاں کو نیک سمجھتا ہوں، فلاں شخص کو میں جنتی یا ولی اللہ خیال کرتا ہوں، یوں نہ کہے فلاں یقیناً جنتی ہے، اس طرح کہنے کا کسی بندے کو حق نہیں ہے کیا معلوم جسے وہ جنتی کہہ رہا ہے خدا کی نظر میں جنتی ہے یا نہیں، آدمی جب تک زندہ ہے ایمان کی آزمائش گاہ میں ہے کیا معلوم کب آدمی کا دل پلٹ جائے اور بھٹک جائے، اور مرنے کے بعد بھی قطعیت کے ساتھ جنتی کہنا صحیح نہیں ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ آدمی کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور موقع آپڑے تو اس کے منہ پر تعریف کی جا سکتی ہے۔

جھوٹی گواہی

〈۲۶۰〉 عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلٰوةَ الصُّبْحِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا، فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قَرَءَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (ابوداؤد)

ترجمہ: خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: جھوٹی گواہی دینا اور شرک کرنا دونوں برابر ہیں یہ جملہ آپ نے تین بار دہرایا، پھر آپ نے فَاجْتَنِبُوْا الخ (تم گندگی سے یعنی بتوں سے دور رہو اور جھوٹی بات کہنے سے، خدا کے لیے یکسو ہو جاؤ شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرو)۔

تشریح: آپ نے سورۂ حج کی جو آیت پڑھی اس میں ''قول الزور'' کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی جھوٹ کہنے کے ہیں اور جھوٹی بات کہنا ہر جگہ برا ہے چاہے عدالت کے اندر حاکم کے سامنے ہو یا کسی اور جگہ!

برا مذاق ـــ وعدہ خلافی ـــ جھگڑا اور مناظرہ

〈۲۶۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لاَ تُمَارِ اَخَاكَ وَلاَ تُمَازِحْهُ وَلاَ تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ (ترمذی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: تو اپنے بھائی سے مناظرہ نہ کر نہ اس سے مذاق کر، اور اُس سے وعدہ خلافی نہ کر۔

تشریح: جس بحث ومناظرہ سے روکا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مناظرہ کرنے والا پہلے سے طے کرلیتا ہے کہ اپنی بات پر اڑنا ہے، دوسرے کی بات کتنی ہی حق ہو اس کی کاٹ کرنی ہے۔

جس مذاق سے روکا گیا ہے وہ ایسا مذاق ہے جو دل دکھانے والا ہو خوش طبعی اور شریفانہ بذلہ سنجی سے نہیں روکا گیا ہے۔

ایفائے عہد کی نیت

〈۲۶۲〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاہُ وَمِنْ نِیَّتِہٖ اَنْ یَفِیَ لَہٗ فَلَمْ یَجِیءْ لِلْمِیْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ. (ابوداؤد۔ زید بن ارقمؓ)

ترجمہ: نبیؐ نے فرمایا: اگر کسی نے اپنے بھائی سے وعدہ کیا کہ میں فلاں جگہ فلاں وقت پر آؤں گا اور نیت اس وعدہ کو پورا کرنے کی تھی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وہ وعدہ پورا نہ کرسکا تو وہ گنہ گار نہ ہوگا۔

عیب چینی

〈۲۶۳〉 عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَسْبُکَ مِنْ صَفِیَّۃَ کَذَا وَ کَذَا تَعْنِیْ قَصِیْرَۃً، فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَۃً لَوْ مُزِجَ بِھَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْہُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عائشہؓ فرماتی ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا صفیہ کا یہ عیب کہ وہ ایسی ایسی ہے کافی ہے (مطلب یہ کہ وہ پستہ قد ہے اور یہ بہت بڑا عیب ہے) آپؐ نے کہا عائشہ! تم نے ایسا لفظ منہ سے نکالا ہے کہ اسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو گندا کردے۔

تشریح: عام حالات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، آپس میں ۔سوکن ہونے کے باوجود۔ بڑے میل ملاپ سے رہتی تھیں، لیکن کبھی غفلت میں کسی سے غلطی ہو ہی جاتی، ایسی ہی غلطی حضرت عائشہؓ سے ہوئی کہ انھوں نے حضرت صفیہؓ کی پست قامتی کو نشانہ بنایا (صفیہؓ چھوٹے قد کی تھیں) آپؐ نے سنتے ہی اظہارِ ناراضی فرمایا کہا تم نے نہایت گندی بات کہہ دی اور پھر حضرت عائشہؓ سے یہ غلطی سرزد نہیں ہوئی۔

اس حدیث کا یہ پہلو یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب بیوی کی غلط بات پر خاموش نہیں رہے بلکہ مناسب انداز میں غلطی پر متنبہ کیا۔

بلاتحقیق بات کو پھیلانا

﴿۲۶۴﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَاْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكِذْبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ، فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلاً اَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلاَ اَدْرِيْ مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ. (مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، نبی ﷺ نے فرمایا: شیطان آدمی کے بھیس میں لوگوں کے پاس آ کر جھوٹی بات کہتا ہے پھر اہل مجلس منتشر ہو جاتے ہیں، تو ان میں سے کوئی یوں کہتا ہے۔ ایک آدمی جس کے چہرہ کو میں پہچانتا ہوں، لیکن نام نہیں جانتا، وہ یہ بات کہہ رہا تھا۔

تشریح: اس حدیث میں مسلمانوں کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ کوئی بات بغیر تحقیق نہ کہی جائے نہ پھیلائی جائے۔ ہوسکتا ہے جس نے وہ بات کہی ہے شیطان ہو، لہٰذا بات کہنے والے کے بارے میں تحقیق کرو، بلاتحقیق بات پھیلانے سے معاشرہ کو سنگین نقصانات پہنچ سکتے ہیں۔

چغلی کھانا

﴿۲۶۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ. (بخاری ومسلم۔۔۔حذیفہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

﴿۲۶۶﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَ مَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لاَ يَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهٖ. (بخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا، آپؐ نے بتایا اِن دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسے گناہ پر نہیں ہو رہا ہے جسے وہ چھوڑ نہ سکتے تھے، چاہتے تو بہ آسانی اس سے بچ سکتے تھے، ہاں غافل اور بے پروا لوگوں پر اس سے بچنا شاق ہے تو ان میں ایک ادھر کی بات اُدھر جا کر لگایا کرتا تھا تا کہ دونوں کے تعلقات خراب ہو جائیں، اور رہا دوسرا تو وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

غیبت اور چغلی کی ممانعت

‹۲۶۷› نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّمِیْمَةِ وَ عَنِ الْغِیْبَةِ وَالْاِسْتِمَاعِ اِلَی الْغِیْبَةِ. (مشکوٰۃ۔ابن عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے چغلی کھانے ،غیبت کرنے اور غیبت سننے سے منع کیا ہے۔

حسد نیکیوں کے لیے آگ ہے

‹۲۶۸› اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابوداؤد۔ابوہریرہؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح بھسم کر ڈالتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

بدنگاہی

‹۲۶۹› عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظْرِ الْفُجَائَةِ فَقَالَ اِصْرِفْ بَصَرَکَ. (مسلم)

ترجمہ: جریر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑنے کے بارے میں پوچھا، آپؐ نے فرمایا تم اپنی نگاہ پھیر لو۔

‹۲۷۰› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّمَا لَکَ الْاُوْلٰی وَلَیْسَتْ لَکَ الْاٰخِرَةُ. (ابوداؤد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے فرمایا: اے علی! پرائی عورت پر دوبارہ نظر نہ ڈالو، پہلی تو معاف ہے، دوسری نظر ڈالنا تمھارے لیے جائز نہیں ہے۔

اخلاقی خوبیاں

نبیؐ کی بعثت کا مقصد

〈۲۷۱〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ. (موطاامام مالکؒ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے تا کہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام وکمال تک پہنچاؤں۔

تشریح: آپؐ کی نبوت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق ومعاملات کو درست کریں، ان کے اندر سے برے اخلاق کی جڑیں اکھاڑیں، اوران کی جگہ بہتر اخلاق پیدا کریں، یہی تزکیہ آپؐ کی بعثت کا مقصود ہے، حضورؐ نے خدا کی رہ نمائی میں تمام اچھے اخلاق کی فہرست مرتب کی اور پوری زندگی اور زندگی کے تمام گوشوں تک پھیلایا اور نافذ کیا اور مسلم معاشرہ کو ہر حال میں ان سے چمٹے رہنے کی ہدایت دی۔

''حسن اخلاق'' میں کتنی وسعت ہے اس کا اندازہ عبداللہ بن مبارکؒ کے اِن الفاظ سے کیجیے۔ ھُوَ طَلَاقَةُ الْوَجْهِ وَ بَذْلُ الْمَعْرُوْفِ وَ كَفُّ الْاَذىٰ یعنی حسن اخلاق یہ ہے خوش روئی سے ملنا، غریبوں پر مال خرچ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، دیکھئے حسن اخلاق کا دائرہ کتنا وسیع ہے! مزید وسعتوں کا اندازہ اگلے اور پچھلے عنوانات سے کیجیے۔

حسنِ اخلاق کی نصیحت

〈۲۷۲〉 عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ مَا وَصَّانِیْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اَنْ قَالَ یَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ (موطاامام مالکؒ)

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجتے وقت، جو آخری وصیت، رکاب پر پاؤں رکھتے وقت فرمائی وہ یہ تھی: اے معاذ لوگوں سے بہتر برتاؤ کرنا۔

وقار و سنجیدگی

〈۲۷۳〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْکَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّھُمَا اللّٰہُ اَلْحِلْمُ وَ الْاَنَاۃُ. (مسلم ــــ ابن عباسؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد کے لیڈر منذر بن عائذ سے فرمایا: تمھارے اندر دو باتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں حلم (غیر جذباتیت) اور وقار و سنجیدگی۔

تشریح: بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کا جو وفد ۹ ہجری میں مدینہ آیا تھا اس کے لیڈر منذر بن عائذ تھے جنھیں اشجّ کا لقب حضورؐ نے دیا تھا، اِس وفد کے دوسرے افراد تو مدینہ پہنچتے ہی نبیؐ کی ملاقات کو دوڑ پڑے، نہ نہایا نہ دھویا، نہ اپنے سامانوں کو ٹھیک سے رکھا اور نہ اپنے اونٹوں کو گھاس پانی دیا، حالاں کہ لمبے سفر سے آئے تھے، گرد وغبار سے اَٹے تھے، ان کے برعکس منذر نے جلد بازی کا ذرا مظاہرہ نہ کیا، اطمینان سے اُترے، اپنے اور دوسرے ارکانِ وفد کے سامانوں کو قرینے سے رکھا اور سواریوں کو چارہ پانی دیا پھر نہا دھو کر کپڑے بدل کر اطمینان سے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ہمیشہ آرائش وزیبائش سے اجتناب

〈۲۷۴〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ. (ابوداؤد ــــ ابوامامہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سادگی ایمان کا تقاضا ہے۔

تشریح: اصل حدیث میں ’’بذاذہ‘‘ کا لفظ آیا ہے، جس کا ترجمہ ہم نے سادگی کیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ مومن ہر وقت آرائش وزیبائش کے چکر میں نہیں رہتا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی حسبِ حیثیت نہ اچھا پہنے نہ اچھا کھائے، محدثین نے اس کا مفہوم یہ بتایا ہے تَرْکُ مُدَاوَمَۃِ الزِّیْنَۃِ (ہر وقت بناؤ سنگار کی عادت کو چھوڑنا)۔ (لسان العرب)

سلیقہ وصفائی

〈۲۷۵〉 عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَائِرًا، فَرَأٰی رَجُلاً شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ

شَعْرُهٗ، فَقَالَ مَا کَانَ یَجِدُ هٰذَا مَا یُسَکِّنُ رَأْسَهٗ؟ وَرَأٰی رَجُلاً عَلَیْهِ ثِیَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ مَا کَانَ یَجِدُ هٰذَا مَا یَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ؟ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جابرؓ کہتے ہیں، ہمارے یہاں رسول اللہ ﷺ ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، تو ایک آدمی کو دیکھا گرد و غبار میں اٹا ہوا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا کیا اس کے پاس کنگھا نہیں جس سے یہ اپنے بالوں کو درست کر لیتا، نیز ایک اور آدمی کو آپؐ نے دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا، آپؐ نے فرمایا کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑے دھو لے؟

پراگندہ بال رہنا شیطانی طریقہ ہے

﴿۲۷۶﴾ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّاسِ وَاللِّحْیَةِ، فَاَشَارَ اِلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِیَدِهٖ کَاَنَّهٗ یَاْمُرُهٗ بِاِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَ لِحْیَتِهٖ. فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلَیْسَ هٰذَا خَیْرًا مِنْ اَنْ یَاْتِیَ اَحَدُکُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّاسِ کَاَنَّهٗ شَیْطَانٌ. (مشکوٰۃ ــــ عطاء بن یسارؒ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسجد (نبوی) میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی داخل ہوا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جا کر اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو ٹھیک کرو، چناں چہ وہ گیا اور بالوں کو ٹھیک کر کے لوٹا، آپؐ نے فرمایا: کیا یہ بہتر نہیں ہے اس بات سے کہ آدمی کے بال پراگندہ اور منتشر ہوں ایسا معلوم ہوتا ہو گویا شیطان ہے۔

دولت اور پراگندہ حالی

﴿۲۷۷﴾ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ، فَقَالَ لِیْ اَلَکَ مَالٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ مِنْ اَیِّ الْمَالِ؟ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ، قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰهُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ، قَالَ فَاِذَا اٰتَاکَ اللّٰهُ مَالاً فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَیْکَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابوالاحوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے (میرے باپ نے) کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ میرے کپڑے نہایت گھٹیا اور معمولی درجے کے تھے، آپؐ نے پوچھا کیا تمھارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہاں، آپؐ نے پوچھا کس طرح کا مال ہے، میں نے عرض کیا ہر طرح کا مال اللہ نے دے رکھا ہے، اونٹ بھی ہیں گائیں بھی ہیں، گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی، تب آپؐ نے فرمایا جب اللہ نے اتنا مال تمھیں دے رکھا ہے تو اس کے فضل و احسان کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

تشریح: مطلب یہ کہ جب اللہ نے سب کچھ دے رکھا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کھاؤ پہنو، یہ کیا کہ اپنے پاس سب کچھ ہو مگر صورت ایسی بنائے رکھے گویا گھر میں بھونجی بھانگ نہیں، یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آپؐ عیش کوشی کی تعلیم نہیں دے رہے ہیں بلکہ متوازن زندگی گزارنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

بہترین اسلام کثرتِ سلام

〈۲۷۸〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ.
(بخاری و مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا دین اسلام کا کون سا کام بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: غریبوں، مسکینوں کو کھانا کھلانا اور ہر شخص کو سلام کرنا چاہے تم اس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

〈۲۷۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاَ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا، وَلاَ تُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی تَحَابُّوْا، اَوَلاَ اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ؟ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ.
(مسلم ـــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک مومن نہیں بنتے، اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمھیں وہ تدبیر نہ بتاؤں جس کو اگر کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے وہ تدبیر یہ ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو۔

تشریح: یعنی ایمان واسلام کا تقاضا ہے کہ آپس میں محبت ہو، اور محبت پیدا کرنے کا اکسیری نسخہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو، بہ شرطے کہ لوگوں کو سلام کے معنی ومفہوم معلوم ہوں اور السلام علیکم کی روح سے واقف ہوں۔

زبان اور شرم گاہ کی حفاظت

〈۲۸۰〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. (بخاری ــــ سہل بن سعدؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کی ضمانت مجھے دے دے (کہ میں اِن دونوں کی حفاظت کروں گا، ان سے گناہ سرزد نہ ہونے دوں گا) تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت لے لوں گا۔

تشریح: یہی دو کم زور مقام ہیں جہاں سے شیطان کو حملہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور بیشتر گناہ انھی سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے اِن پر پہرہ بٹھا دیا تو اس کے جنتی ہونے میں کیا شبہ رہا!

غیر ذمہ دارانہ باتیں

〈۲۸۱〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالاً يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالاً يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ. (بخاری ــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ ایک بات اپنی زبان سے نکالتا ہے جو خدا کو خوش کرنے والی ہوتی ہے، بندہ اس کو اہم نہیں جانتا لیکن اللہ اس بات کی وجہ سے اس کے درجے بلند کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات بول جاتا ہے اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، حالاں کہ وہی بات اسے جہنم میں لے جا گراتی ہے۔

تشریح: اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کو بے لگام نہ ہونے دے، ایسی بات نہ بولے جو جہنم میں لے جانے والی ہو۔

دعوتِ اسلامی اور اس کے متعلقات

اسلام کا مفہوم

〈۲۸۲〉 عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ حَیْدَةَ الْقُشَیْرِیِّ قَالَ... بِمَ بَعَثَکَ رَبُّنَا اِلَیْنَا؟ قَالَ بِدِیْنِ الْاِسْلَامِ، قَالَ وَمَا دِیْنُ الْاِسْلَامِ؟ قَالَ اَنْ تَقُوْلَ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَ تَخَلَّیْتُ، وَ تُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَ تُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ (الاستیعاب لابن عبدالبرؒ)

ترجمہ: معاویہ بن حیدہؓ... اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مکہ) پہنچا، میں نے پوچھا اللہ نے آپ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا میں دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، میں نے کہا دین اسلام کیا ہے اس کی تعلیمات کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اپنے پورے وجود کو اللہ کے سپرد کرو اور اپنی ہر چیز سے دست کش ہو جاؤ، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

تشریح: یہ مکّی دورِ دعوت کا واقعہ ہے اس میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اپنے آپ کو، اپنے جسم و جان کو، اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو غرض اپنی ہر چیز کو اللہ کے حوالے کرنے کا نام اسلام ہے، یہ مثبت پہلو ہوا، اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنے کو، اپنے جسم و جان کو، اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو، غرض اپنی پوری زندگی کو دوسروں کے حوالہ کرنے سے انکار کر دے، دوسرے لوگوں کو اپنی کسی چیز میں ذرا بھی شریک نہ کرے، دوسرے لفظوں میں اس کو یوں سمجھئے کہ اپنی کسی چیز کو ''اپنی'' نہ جانے بلکہ خدا کی امانت سمجھے اسی کا دوسرا نام توحید ہے اور توحید کی عملی شکل نماز ہے اس کو قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی پہلو سے اس میں ٹیڑھ نہ رہے اور اپنا مال خدا کے محتاج بندوں پر خرچ کیا جائے۔

کلمۂ طیبہ کی وسعت

﴿۲۸۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ...وَ تَکَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَا عَمِّ اِنِّیْ اُرِیْدُھُمْ عَلٰی کَلِمَۃٍ وَاحِدَۃٍ تَدِیْنُ لَھُمْ بِھَا الْعَرَبُ وَ تُؤَدِّیْ اِلَیْھِمْ بِھَا الْعَجَمُ الْجِزْیَۃَ، فَفَزِعُوْا لِکَلِمَتِہٖ وَ لِقَوْلِہٖ، فَقَالَ الْقَوْمُ کَلِمَۃً وَاحِدَۃً؟ نَعَمْ وَ اَبِیْکَ عَشْرًا، فَقَالُوْا مَا ھِیَ، وَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ وَ اَیُّ کَلِمَۃٍ ھِیَ یَا ابْنَ اَخِیْ؟ قَالَ ﷺ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. (مسند احمد و نسائی)

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ....رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا اے چچا! میں لوگوں سے صرف ایک کلمہ کے قبول کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں وہ کلمہ ایسا ہے جسے اگر یہ لوگ مان لیں تو پورا ملک عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور غیر عرب تو میں انھیں جزیہ دیں گی، لوگ یہ بات سن کر چونک پڑے اور کہا تم ایک کلمہ کا مطالبہ کرتے ہو، ہم دس کلمے (باتیں) ماننے کو تیار ہیں، بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے؟ ابو طالب نے بھی یہی بات دہرائی بھتیجے بتاؤ وہ کیا کلمہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

تشریح: یہ حدیث بھی مکی دورِ دعوت سے تعلق رکھتی ہے، آپؐ کی یہ گفتگو اس وقت ہوئی ہے جب قریشی لیڈر ابو طالب کے پاس یہ توقع لے کر آئے تھے کہ وہ اپنا ذاتی اثر و رسوخ اور سیاسی دباؤ ڈال کر اس نئی دعوت کو بند کرا دیں گے، ایسے ہی ایک موقع پر آپؐ نے ابو طالب سے کہا تھا ''اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیا جائے جب بھی مَا تَرَکْتُ ھٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یُظْھِرَہُ اللّٰہُ اَوْ اَھْلَکَ فِیْ طَلَبِہٖ ''میں اپنی دعوت بند نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اللہ اس دعوت کو غالب کر دے یا میں اس کی طلب میں مر جاؤں۔''

کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محض ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ اس سے پورا نظام توحید مراد ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہے، صرف نماز روزہ ہی قائم کرنا مطلوب نہیں ہے اس بنیاد پر پورا سیاسی نظام قائم کرنا ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی تو نبی ﷺ اس کا یہ فائدہ کیوں کر بتاتے کہ عرب تمھارے زیر اقتدار آ جائیں گے اور غیر عرب تو میں تمھیں جزیہ دیں گی۔ کیا بغیر سیاسی اقتدار کے یہ بات کسی طرح کل ممکن تھی یا آج ممکن ہے یا آئندہ کبھی ممکن ہوگی؟

دعوتِ اسلامی دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت ہے

﴿۲۸۴﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ...فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بِیْ مَا تَقُوْلُوْنَ، مَا جِئْتُكُمْ بِمَا جِئْتُكُمْ بِهٖ اَطْلُبُ اَمْوَالَكُمْ وَلاَ الشَّرَفَ فِیْكُمْ وَلاَ الْمُلْكَ عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَيْكُمْ رَسُوْلاً، وَ اَنْزَلَ عَلَیَّ كِتَابًا، وَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَكُوْنَ لَكُمْ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، فَبَلَّغْتُكُمْ رِسَالاَتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ، فَاِنْ تَقْبَلُوْا مِنِّیْ مَا جِئْتُكُمْ بِهٖ فَهُوَ حَظُّكُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (البدایہ والنھایۃ، ج ۳، ص ۵)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے ......رسول اللہ ﷺ نے قریشی لیڈروں کی بات سن کر فرمایا: مجھے اس چیز کی قطعاً حرص نہیں ہے جو تم پیش کر رہے ہو، میں جو دعوت تمھارے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ میں مال جمع کرنا چاہتا ہوں۔ یا شرف وعزت کا طالب ہوں یا تم پر حکومت واقتدار کا بھوکا ہوں، بلکہ اللہ نے مجھے تمھارے پاس نبی بنا کر بھیجا اور کتاب اتاری، اس نے مجھے حکم دیا کہ میں غلط نظامِ زندگی کے عواقب ونتائج سے آگاہ کردوں، اور جو لوگ مان لیں انھیں کامیابی کی خوش خبری دوں، تو میں نے اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا دیے، اور خیر خواہی سے سمجھایا، اگر تم میری دعوت کو اپنا لو تو یہ تمھاری خوش نصیبی ہوگی دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔

تشریح: یہ حدیث بھی مکّی دورِ دعوت سے متعلق ہے اور اس کا آخری جملہ قابلِ غور ہے۔ اگر حضورؐ کی دعوت صرف عباداتی نظام تک محدود تھی۔ اور زندگی کے جملہ مسائل اور معاملات سے بحث نہیں کرتی تھی اور صرف آخرت سنوارنے کے لیے تھی تو آخرت کے ساتھ یہ دنیا کا جوڑ کیسا؟!

تعارفی تقریر

﴿۲۸۵﴾ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ...قَالَ اَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا قَوْمًا اَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْاَصْنَامَ، وَ نَاْكُلُ الْمَيْتَةَ وَ نَاْتِی الْفَوَاحِشَ، وَ نَقْطَعُ الْاَرْحَامَ، وَ نُسِیْءُ الْجِوَارَ وَ يَاْكُلُ الْقَوِیُّ مِنَّا الضَّعِيْفَ، فَكُنَّا عَلٰی ذٰلِكَ، حَتّٰی بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْنَا رَسُوْلاً مِنَّا، نَعْرِفُ نَسَبَهٗ وَ صِدْقَهٗ وَ اَمَانَتَهٗ وَ عَفَافَهٗ فَدَعَانَا اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِنُوَحِّدَهٗ وَ نَعْبُدَهٗ وَ نَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ نَحْنُ وَ آبَاؤُنَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْاَوْثَانِ، وَ اَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَ اَدَاءِ الْاَمَانَةِ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ وَ

حُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَ نَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَ شَهَادَةِ الزُّوْرِ وَ اَكْلِ مَالِ الْيَتِيْمِ وَ قَذْفِ الْمُحْصَنَةِ، وَ اَمَرَنَا اَنْ نَعْبُدَ اللّٰهَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ. (مسند احمد)

ترجمہ: نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہؓ حبش میں پیش آنے والا قصہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ جعفر بن ابی طالب مسلمانوں کے نمایندہ کی حیثیت سے نجاشی کے دربار میں پہنچے اور اسلام کا تعارف کراتے ہوئے یہ تقریر کی:

اے بادشاہ! ہم لوگ جہالت اور جاہلیت کی زندگی بسر کر رہے تھے (اپنے ہاتھوں کے تراشے ہوئے) بتوں کی پرستش کرتے، مردار کھاتے، ہر طرح کی بے حیائی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے، رشتہ داروں کے حقوق برباد کرتے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے، اور طاقت ور کمزور کو کھاتا تھا، اسی حالت پر ہم مدتوں رہے، یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے پاس ہمیں میں سے ایک شخص کو پیغمبر بنا کر بھیجا، جس کی عالی نسبی سے، جس کی سچائی سے، جس کی امانت و دیانت سے اور جس کی عفت و پاک دامنی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم صرف اللہ کو معبود مانیں اور ان پتھروں اور دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے آباء و اجداد پوجا کر رہے تھے۔ اس پیغمبر نے ہم کو سچی بات کہنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، حرام سے بچنے اور خون ریزی سے رُک جانے کی تعلیم دی، اُس نے ہم کو بدکاریوں سے، جھوٹی گواہی دینے سے، یتیم کا مال ہڑپ کرنے سے اور پاک دامن عورتوں پر بہتان لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہم کو حکم دیا کہ بلا شرکتِ غیرے صرف اللہ کو معبود بناؤ، نماز قائم کرو اور خدا کے محتاج بندوں کو مالی سہارا دو۔

تشریح: یہ دعوتِ اسلامی کا قدرے تفصیلی تعارف ہے جسے ملک حبش کے بادشاہ نجاشی اور اس کے درباریوں کے سامنے جعفر بن ابی طالبؓ نے پیش کیا۔ اگر اسلام کی دعوت اتنی ہی سادہ اور مجہول سی دعوت ہوتی تو اتنی تفصیلات کی قطعاً ضرورت نہ تھی صرف اتنا کہنا کافی ہوتا کہ ہم اپنے طور پر اللہ اللہ کرنے والے ہیں، ہمیں زندگی کے دوسرے مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہے، خواہ مخواہ قریشی لیڈر ہمارے دشمن بن گئے ہیں، ان کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر ہم یہاں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تو یہاں بھی تعاقب کرتے آئے ہیں۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ ملک حبش کی بڑی اکثریت حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے والوں پر مشتمل تھی لیکن نجاشی اور کچھ تھوڑے سے دوسرے لوگ سچے عیسائی تھے، وہ صحیح مسیحی تعلیمات پر قائم تھے، حضورؐ کو یہ بات معلوم تھی اسی لیے مظلوم اہل ایمان کو حبشہ ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔

دعوتِ اسلامی اعلیٰ اخلاق اور بہترین اعمال کی دعوت ہے

〈۲۸۶〉 عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ...قَالَ مَفْرُوْقُ بْنُ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیّ اِلٰی مَا تَدْعُوْا یَا اَخَا قُرَیْشٍ؟ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالَ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی شَهَادَةِ اَنْ لاَ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ...قَالَ لَهٗ وَ اِلٰی مَا تَدْعُوْا اَیْضًا یَا اَخَا قُرَیْشٍ؟ فَتلاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ اِلٰی قَوْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ فَقَالَ لَهٗ مَفْرُوْقٌ وَ اِلٰی مَا تَدْعُوْا یَا اَخَا قُرَیْشٍ؟ فَتلاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ اِلٰی قَوْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ، فَقَالَ لَهٗ مَفْرُوْقٌ دَعَوْتَ وَاللّٰهِ یَا قُرَشِیُّ اِلٰی مَکَارِمِ الْاَخْلاَقِ وَ مَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ.

(البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۱۹۵)

ترجمہ: علی بن طالبؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں...مفروق شیبانی نے نبی ﷺ سے پوچھا اے قریشی: آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ لوگ اس بات کو مان لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں (خدائے واحد کی پرستش اور اطاعت کریں اور میری قیادت اور رہ نمائی میں زندگی گزاریں)۔ مفروق نے پوچھا اور کس چیز کی طرف آپ بلاتے ہیں؟ آپؐ نے قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ سے لے کر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تک کی آیتیں پڑھیں، پھر مفروق نے کہا اور کس چیز کی طرف بلاتے ہیں، تو آپؐ نے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ والی پوری آیت سنائی۔ یہ سب سن کر مفروق نے کہا بہ خدا آپؐ نے اونچے درجے کے اخلاقیات اور بہترین اعمال کی دعوت دی۔

تشریح: یہ واقعہ بھی مکّی دورِ دعوت کا ہے، حج کے زمانے میں آپؐ کا معمول یہ تھا کہ آپؐ اکیلے، یا ابوبکرؓ اور علیؓ کے ساتھ ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر پہنچتے اور ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش

فرماتے۔ کسی سال حج کے لیے قبیلۂ شیبان کے لوگ آئے ہوئے تھے، آپؐ ابوبکرؓ و علیؓ کو لے کر شیبانی قیام گاہ پر پہنچ گئے، ان کے سردار کا نام مفروق تھا، یہ ابوبکرؓ سے واقف تھا اور انھی کے قریب بیٹھا تھا، ابتدائی گفتگو انھی دونوں کے درمیان میں ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے مفروق اور دوسرے لوگوں سے نبی ﷺ کا تعارف کرایا، انھیں بتایا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں جن کا ذکر تم نے سنا ہوگا اِن لوگوں نے کہا ہاں ہم نے اِن کا چرچا سنا ہے، اس کے بعد مفروق نبی ﷺ سے مخاطب ہوا پوچھا اے قریشی آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ تب آپؐ نے سورۂ انعام کی آیات ۱۵۱ تا ۱۵۳ پڑھ کر سنائیں، اِن آیتوں میں خالص توحید اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے نیز غریبی کی وجہ سے قتل اولاد کی ممانعت کی گئی ہے، کھلی اور چھپی بدکاریوں سے روکا گیا ہے، یتیم کے مال کو ہڑپ کرنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ کوئی بات کہو تو انصاف کے ساتھ کہو چاہے اس کی زد تمھارے قریبی رشتہ دار پر پڑتی ہو، اور اللہ کے عہد بندگی کو پورا کرو۔

دیکھیے سورۂ انعام مکّی دور کی سورہ ہے اس میں دین کی بنیادی تعلیم سمٹ کر آگئی ہے جاہلی نظام کی خرابیوں پر تنقید کی گئی ہے، انھیں بتایا گیا ہے کہ معاشرہ کن بنیادوں پر قائم ہو کہ انسانیت ہر طرح کے امن و اطمینان اور خیر و سعادت سے ہم کنار ہو، اگر اسلامی دعوت محض نماز روزہ تک محدود ہوتی تو یہ تمام بنیادی اصول کیوں بیان کیے گئے ہیں؟ دراں حالے کہ بعد میں قائم ہونے والا سیاسی نظام انھی بنیادوں پر قائم ہوا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے سورۂ بنی اسرائیل کے تیسرے اور چوتھے رکوع کا مطالعہ کیجیے۔

دوسری آیت جو آپ نے شیبانیوں کے سامنے پڑھی وہ سورۂ نحل میں آئی ہے۔ آیت کا نمبر ۹۰ ہے اس میں اسلام کے بنیادی نقاطِ دعوت نہایت جامعیت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں، مفروق شیبانی نے غور و فکر کے لیے مہلت مانگی اور کہا لَعَلَّ ھٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ تَدْعُوْا اِلَیْہِ تَکْرَھُہُ الْمُلُوْکُ (یہ دعوت جو آپ دے رہے ہیں شاید بادشاہوں کو پسند نہ آئے گی) سوال یہ ہے کہ اسلامی دعوت اپنی انفرادی حیثیت میں اللہ اللہ کرنے کی دعوت ہے تو بادشاہوں اور بااقتدار لوگوں کے نزدیک ناپسندیدگی کی کیا وجہ ہوسکتی ہے، معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت کا مقصد یہ ہے کہ غیر الٰہی نظام زندگی کو ہٹا کر صالح الٰہی نظام قائم کیا جائے۔

〈۲۸۷〉 عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَكَّةَ يَعْنِیْ فِی اَوَّلِ النُّبُوَّةِ، فَقُلْتُ مَا اَنْتَ؟ قَالَ نَبِیٌّ، فَقُلْتُ وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ اَرْسَلَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی، فَقُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ اَرْسَلَکَ؟ قَالَ اَرْسَلَنِیْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَ کَسْرِ الْاَوْثَانِ وَ اَنْ یُوَحَّدُ اللّٰهُ لَا یُشْرَکُ بِهٖ شَیْءٌ. (مسلم وریاض الصالحین)

ترجمہ: عمرو بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس مکہ میں آپؐ کی نبوت کے ابتدائی زمانہ میں حاضر ہوا، میں نے پوچھا آپ کیا ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا میں نبی ہوں، میں نے پوچھا نبی کیا؟ آپؐ نے فرمایا مجھے خدا نے بھیجا ہے، میں نے کہا کیا چیز دے کر اللہ نے آپ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا مجھے خدا نے اس مقصد سے بھیجا ہے کہ میں لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دوں، اور بت پرستی ختم کی جائے اور صرف اللہ کو بلا شرکتِ غیرے معبود مانا جائے۔

بندوں کی بندگی یا خدا کی

〈۲۸۸〉 اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَتَبَ اِلٰی اَهْلِ نَجْرَانَ کِتَابًا وَ فِیْهِ ...اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْکُمْ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ، وَاَدْعُوْکُمْ اِلٰی وَلَایَةِ اللّٰهِ مِنْ وَلَایَةِ الْعِبَادِ. (تفسیر ابن کثیر ج ۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نجران کے باشندوں کو (جو مذہباً عیسائی تھے) حسب ذیل مضمون کا خط لکھا ''میں آپ لوگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی بندگی اور پرستش چھوڑ کر خدا کی بندگی اور پرستش اختیار کرو، نیز اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی آقائیت سے نکل کر خدا کی آقائیت اور اقتدار میں آجاؤ۔

صلہ رحمی کا وسیع مفہوم اور اس کے تقاضے

〈۲۸۹〉 قَالَ مَا ذَا یَاْمُرُکُمْ؟ قُلْتُ یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا، وَاتْرُکُوْا مَا یَقُوْلُ اٰبَاءُ کُمْ، وَ یَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ. (بخاری)

ترجمہ: (ہرقل نے ابوسفیان سے پوچھا) وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا وہ ہم سے کہتے ہیں اللہ کو معبود مانو، اور اس کی معبودیت میں کسی کو ذرا

بھی شریک نہ کرو، اور اپنے آباء واجداد کے غلط عقیدوں اور رسموں کو چھوڑو۔ وہ ہم کو نماز پڑھنے، سچائی اختیار کرنے، عفت وپاک دامنی کی زندگی گزارنے اور صلہ رحمی کی تلقین کرتے ہیں۔

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جو حدیثِ ہرقل کے نام سے مشہور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روم کا بادشاہ ہرقل بیت المقدس میں تھا کہ نبی ﷺ کا دعوتی خط اسے ملا، تب اس کو تلاش ہوئی کہ کوئی مکّی باشندہ ملے تاکہ معلومات حاصل کرے اتفاق سے ملک شام ہی میں ابوسفیان اور ان کے ساتھی مل گئے جو تجارت کے لیے آئے تھے، اس نے ابوسفیان سے جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ شدید مخالف تھے بہت سے سوالات کیے، انہی سوالات میں سے ایک سوال وہ ہے جو مندرجہ بالا ٹکڑے میں آیا ہے۔

اِس حدیث میں اور اس سے پہلے کئی حدیثوں میں 'صلہ رحمی' کا ذکر ہوا ہے، یہ لفظ بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے، جس میں تمام بنی نوعِ انسان آجاتے ہیں، ابوداؤد کی ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا ''نوعِ انسانی کے تمام افراد آپس میں حقیقی بھائی ہیں کیوں کہ وہ سب ایک باپ اور ماں (آدمؑ وحواؑ) سے پیدا ہوئے ہیں'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ شَهِیْدٌ یعنی میں اس پر گواہ ہوں میں اس کا اعلان کرتا ہوں ___ اور اسی حقیقت کا اعلان حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ایرانی سپہ سالار رستم اور اس کے فوجی کمانڈروں کے سامنے کیا، انھوں نے سب سے پہلے ایرانیوں کی غلط فہمی دور کی، فرمایا: ہم تاجر لوگ نہیں ہیں، ہمارا مقصد اپنے لیے نئی منڈیاں تلاش کرنا نہیں ہے، ہمارا نصب العین دنیا نہیں ہے بلکہ آخرت ہے، صرف آخرت! ہم حق کے علمبردار ہیں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلانا ہمارا مطمح نظر ہے'' یہ سن کر رستم نے کہا وہ دین حق کیا ہے اس کا تعارف کراؤ تب مغیرہؓ نے فرمایا: اَمَّا عَمُوْدُهَا الَّذِیْ لَا یَصْلُحُ شَیْءٌ مِنْهُ اِلَّا بِهٖ، فَشَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی ہمارے دین کی بنیاد اور مرکزی نقطہ۔ جس کے بغیر اس دین کا کوئی جز ٹھیک نہیں ہوتا۔ یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت کا اعلان کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ (مطلب یہ کہ توحید کو اپنائے اور محمد ﷺ کی قیادت اور رہنمائی تسلیم کرے) ایرانی سپہ سالار نے کہا یہ تو بہت اچھی تعلیم ہے کیا اِس دین کی کچھ اور بھی تعلیم ہے؟ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا: وَاِخْرَاجُ الْعِبَادِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ اللّٰهِ (اِس دین کی تعلیم یہ بھی ہے کہ انسانوں کو انسان کی بندگی سے نکال کر خدا کی بندگی میں لایا جائے۔'' ایرانی سپہ سالار

نے کہا یہ بھی اچھی تعلیم ہے، کیا یہ تمھارا دین کچھ اور بھی کہتا ہے؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا ہاں ہمارا دین یہ بھی کہتا ہے: وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ، فَهُمْ اِخْوَةٌ لِاَبٍ وَ اُمٍّ ''تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں، پس وہ سب کے سب آپس میں بھائی ہیں، سگے بھائی، ایک ماں باپ سے پیدا!!''

یہ ہے اِس دین کی بنیادی تعلیم جو مغیرہؓ نے پیش کی، اور اسی سپہ سالار کے سامنے حضرت رِبعی بن عامرؓ نے اپنے مقصد کی ترجمانی ان الفاظ میں کی: اَللّٰهُ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ، وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ، فَاَرْسَلَنَا بِدِيْنِهٖ اِلٰى خَلْقِهٖ لِنَدْعُوَهُمْ اِلَيْهِ. (البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۳۹)

''اللہ نے ہم کو اس بات پر مامور کیا ہے کہ خدا جن کو توفیق دے انھیں ہم انسانوں کی بندگی سے نکالیں اور اللہ کی بندگی میں داخل کریں، اور دنیائے تنگ سے نکال کر وسیع و کشادہ دنیا میں لائیں اور ظالمانہ نظام ہائے زندگی سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف کے سایہ میں بسائیں۔ پس اللہ نے ہمیں اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلائیں۔''

ہم نے یہ طویل اقتباس البدایہ سے، دو باتیں سامنے لانے کے لیے پیش کیا ہے، ایک یہ کہ اسلام میں صلہ رحمی کا دائرہ پوری نوعِ انسانی پر پھیلا ہوا ہے، دوسری اہم بات وہ ہے جس کا اعلان حضرت ربعی بن عامرؓ نے کیا ہے یعنی یہ کہ اُمت مسلمہ کی ''بعثت'' کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکالے اور اسلام کا نظام عدل قائم کرے تاکہ ظلم و جور کی ماری ہوئی دنیا نظام عدل کے سایہ میں امن و سکون سے رہ سکے۔

یہی عادلانہ نظام ہے جو نبی ﷺ کی پیغمبرانہ قیادت اور صحابہ کرامؓ کی ۲۳ سالہ جاں فشانیوں کے نتیجہ میں قائم ہوا تھا جسے خلافتِ راشدہ کا نام دیا گیا ہے، جسے دوسرے لفظوں میں نوعِ انسانی کا محافظ ادارہ کہیے۔ اس محافظ ادارہ کو نبیؐ کی وفات کے بعد خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ اتنی محنتوں اور قربانیوں کے بعد قائم شدہ نظام ٹوٹ پھوٹ نہ جائے، اس خطرہ کو صدیق اکبرؓ نے بھانپ لیا اور لوگوں کو جمع کیا، لوگوں پر وفات نبیؐ سے مایوسی طاری تھی کہ جب نبیؐ ہمارے درمیان نہ رہے تو اب کیا ہوگا، اِس پس منظر میں حضرت ابوبکرؓ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ، وَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَقَدَّمَ اِلَيْكُمْ

فِیْ اَمْرِہٖ فَلَا تَدْعُوْہُ جَزَعًا، وَ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اخْتَارَ لِنَبِیِّہٖ مَا عِنْدَہُ عَلٰی مَا عِنْدَکُمْ وَ قَبَضَہُ اِلٰی ثَوَابِہٖ وَ خَلَّفَ فِیْکُمْ کِتَابَہُ وَ سُنَّۃَ نَبِیِّہٖ، فَمَنْ اَخَذَ بِہِمَا عَرَفَ، وَمَنْ فَرَّقَ بَیْنَہُمَا اَنْکَرَ، یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ، وَلَا یَشْغَلَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ بِمَوْتِ نَبِیِّکُمْ وَلَا یَفْتِنَنَّکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ فَعَاجِلُوْہُ بِالَّذِیْ تُعْجِزُوْنَہُ وَلَا تَسْتَنْظِرُوْہُ فَیَلْحَقَ بِکُمْ.

''اے لوگو! جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معبود بنائے ہوئے تھا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد وفات پا گئے، اور جو شخص اللہ کو معبود بنائے ہوئے تھا اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے، وہ نہیں مرے گا، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا تمھیں حکم دے چکا ہے پس وفات نبی کے غم میں اس دین کی حفاظت نہ چھوڑ بیٹھو، اللہ نے نبی کو تمھارے درمیان سے اٹھا کر اپنے پاس بلانا پسند کیا، جہاں انھیں پیغمبرانہ کام کی انجام دہی کے انعام سے سرفراز فرمائے گا، اور تمھارے درمیان اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت چھوڑی، تو جو شخص ان دونوں پر عمل کرے گا وہ خیر کی راہ کرے گا۔ اور جو ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا وہ شر کا راستہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ نے تمھیں خطاب کر کے فرمایا تھا ''اے اہل ایمان ہمارے بھیجے نظامِ عدل پر پورے طور پر کاربند رہنا'' اور خبردار شیطان تم کو وفاتِ نبی کے غم میں نہ پھنسا دے اور تمھیں تمھارے دین سے نہ ہٹا دے، پس شیطان کے مقابلہ میں جلد از جلد ایسی تدبیر کرو کہ اسے شکست دے دو، اور اسے اپنا کام کرنے کی مہلت نہ دو، ورنہ وہ تم پر حملہ کر بیٹھے گا اور تمھارے دینی نظام کو برباد کر کے رکھ دے گا۔

یہ ہے اس نظامِ توحید کی اہمیت اور قدر و قیمت، جسے اس اُمت نے بہ تدریج کھو دیا، اور جو لوگ اس دینی نظام کو زندہ کرنا چاہتے ہیں وہ ہر چہار سمت سے اعتراض و تنقید کا نشانہ بنے ہوئے ہیں!!!

جماعت سازی

〈۲۹۰〉 اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِذَا کَانَ ثَلَاثَۃٌ فِیْ سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ.

(ابوداؤد۔ ابوسعید خدریؓ)

ترجمہ: نبیؐ نے فرمایا: جب تین آدمی سفر پر نکلیں تو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر بنالیں۔

تشریح: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں جب سفر کی حالت میں لوگوں پر جماعت بنا فرض کیا گیا ہے تو یہ بات بدرجۂ اولیٰ ضروری ہوگی کہ اہل ایمان ایک جماعت کی شکل اختیار کریں جب کہ اُن کا جماعتی نظام درہم برہم ہوگیا ہو، مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ انفرادی حالت میں زندگی گزاریں۔

﴿۲۹۱ {الف}﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَا یَحِلُّ لِثَلَاثَۃٍ یَکُوْنُوْنَ لِفَلَاۃٍ مِنَ الْاَرْضِ اِلَّا اَمَّرُوْا عَلَیْھِمْ اَحَدَھُمْ. (المنتقٰی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جو کسی صحرا و بیابان میں رہتے ہوں، ان کے لیے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے میں سے کسی کو اپنا امیر بنالیں۔

﴿۲۹۱ {ب}﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَۃِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَۃِ، وَالْھِجْرَۃِ، وَالْجِھَادِ (مشکوٰۃ بہ حوالہ ترمذی و مسند احمد ــــــ حارث بن اشعری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت کا، سننے کا، اطاعت کا، ہجرت کا اور جہاد کا۔

تشریح: نبی ﷺ اپنی اُمت کو پانچ باتوں کا حکم دیتے ہیں (۱) جماعتی زندگی گزارو (۲) جماعت کے ذمے داروں کی بات سنو (۳) ان کی اطاعت کرو (۴) ہجرت یعنی دین کا مطالبہ یہ ہو کہ اپنا وطن چھوڑو، وطن کی محبت پر قینچی چلادو، جو بھی تعلق دین کی راہ میں حائل ہو اسے توڑ ڈالو (۵) جہاد، یعنی اللہ کی بتائی ہوئی راہ میں اپنی تمام تر کوشش خرچ کر ڈالو، دین کو زندہ و طاقت ور بنانے میں پورا زور لگاؤ، زبان کے ذریعے، قلم کے ذریعے اور ہتھیار کے ذریعے، جیسا موقع ہو اور جو بھی ذرائع میسر ہوں ان سے کام لو۔

حدیث میں ''الجماعۃ'' کا لفظ آیا ہے، جس سے مراد وہ حالت ہے جب اقتدار اسلام کے ہاتھ میں ہو اور مسلمان ایک امیر پر متفق ہوں، اگر یہ حالت نہ ہو تو اُمت مسلمہ کیا کرے؟ یہ بڑا اہم سوال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جماعتی زندگی گزارو اور اجتماعی طور سے ایسی تنظیم برپا کرو، اور ایسے ڈھنگ سے دعوت کا کام کرو کہ 'الجماعۃ' وجود میں آئے۔ اللہ تعالیٰ سعی و کوشش کو بارآور کرے اس کی توفیق کے بغیر کوئی کام بابرکت نہیں ہوتا، اور توفیق خدا سے بلا چمٹے نہیں ملتی!!

اجتماع، اجتماعی کام اور اس کا انجام

〈۲۹۲〉 عَنْ عَمْرِوبْنِ عَبَسَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ رِجَالٌ لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ وَلاَ شُهَدَاءَ يُغْشِيْ بَيَاضُ وُجُوْهِهِمْ نَظَرَ النَّاظِرِيْنَ، يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ بِمَقْعَدِهِمْ وَ قُرْبِهِمْ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ جُمَّاعٌ مِنْ نَوَازِعِ الْقَبَائِلِ يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ، فَيَنْتَقُوْنَ اَطَايِبَ الْكَلَامِ كَمَا يَنْتَقِيْ آكِلُ التَّمْرِ اَطَايِبَهٗ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں میں نے سنا اللہ کے رسول ﷺ فرمارہے تھے: قیامت کے دن خدائے رحمان کی داہنی جانب کچھ ایسے آدمی ہوں گے جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید، ان کے چہروں کا نور دیکھنے والوں کی نظر کو خیرہ کرتا ہوگا۔ ان کے مقام ومرتبہ کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء بہت خوش ہورہے ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون لوگ ہوں گے اے اللہ کے رسول؟ آپؐ نے فرمایا: یہ مختلف قبائل اور بستیوں کے لوگ ہوں گے جو اللہ کے ذکر کے لیے دنیا میں اکٹھا ہوتے، پاکیزہ اور بہترین کلام چنتے تھے، جس طرح کھجور کھانے والا بہترین اور لذیذ کھجوروں کا انتخاب کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بہت بڑی بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جو مختلف بستیوں اور علاقوں کے رہنے والے ہیں لیکن دین اور دین کی دعوت نے انھیں اکٹھا کیا ہے، وہ سب مل کر نماز اوراد و وظائف، قرآن پڑھنے پڑھانے اور دین کو دوسروں تک پہنچانے کی سرگرمیوں میں اجتماعی طور پر مشغول ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں ''ذکراللہ'' کا لفظ آیا ہے۔ یہ لفظ قرآن وحدیث میں بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے قرآن، نماز، اوراد و وظائف اور تمام دعوتی سرگرمیاں مراد ہیں۔

امیر جماعت کی ذمہ داری

〈۲۹۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری ـــــ عبداللہ بن عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں ہر شخص محافظ اور نگراں ہے، اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو ان کی نگرانی میں ہیں۔ پس امیر جو لوگوں کا نگراں ہے اس سے اس کے زیر نگراں لوگوں کی بابت پوچھ ہوگی۔

〈۲۹۴〉 عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَيُّمَا وَالٍ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَلَمْ يَنْصَحْ لَهُمْ وَلَمْ يَجْهَدْ لَهُمْ كَنُصْحِهٖ وَجُهْدِهٖ لِنَفْسِهٖ، كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِي النَّارِ. (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

ترجمہ: حضرت معقل ابن یسارؓ کہتے ہیں، میں نے سنا نبیؐ فرما رہے تھے: جس کسی شخص نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کی کوئی ذمے داری قبول کی، اور ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور ان کے کام کی انجام دہی میں پوری کوشش نہ کی، جس طرح اپنے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے اور جس طرح اپنے ذاتی کاموں میں پوری کوشش کرتا ہے تو اللہ ایسے ذمے دار کو منہ کے بل جہنم میں گرا دے گا۔

خویش پروری

〈۲۹۵〉 عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ بَعَثَنِيْ اِلَى الشَّامِ، يَا يَزِيْدُ اِنَّ لَكَ قَرَابَةً عَسَيْتَ اَنْ تُؤْثِرَهُمْ بِالْاِمَارَةِ، وَ ذٰلِكَ اَكْبَرُ مَا اَخَافُ عَلَيْكَ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا فَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اَحَدًا مُحَابَاةً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا حَتّٰى يُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ. (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

ترجمہ: یزید بن ابو سفیانؓ کہتے ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے مجھے سپہ سالار بنا کر ملک شام کی طرف روانہ کیا تو اس موقع پر مجھے یہ نصیحت فرمائی: اے یزید! تمھارے کچھ رشتہ دار ہیں ہوسکتا ہے تم ان کو ذمہ داری سونپنے میں دوسروں پر ترجیح دو، یہ بڑا اندیشہ ہے جو مجھے تمھارے بارے میں لاحق ہے، سنو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا ذمے دار ہو اور وہ مسلمانوں پر کسی کو حاکم بنائے صرف رشتہ داری یا دوستی کی بنیاد پر، تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اس کی طرف سے وہ کوئی فدیہ قبول نہ کرے گا، یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دے گا۔

امیر کا ایثار

〈۲۹۶〉 قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنِّيْ اِنَّمَا اسْتَخْلَفْتُكَ نَظَرًا لِّمَا خَلَّفْتُ وَرَائِيْ، وَ قَدْ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَيْتَ

مِنُ اَثَرَتِهٖ اَنُفُسَنَا عَلٰی نَفُسِهٖ وَ اَهُلَنَا عَلٰی اَهُلِهٖ حَتّٰی اِنُ کُنَّا لَنَظَلُّ نُهُدِیُ اِلٰی اَهُلِهٖ مِنُ فُضُوُلِ مَا یَاتِیُنَا عَنُهُ. (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

ترجمہ: اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا: اے عمرؓ میں نے رعایا پر شفقت کے پیش نظر تمھیں خلیفہ منتخب کیا ہے، تم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے، تم نے دیکھا ہے نبی ﷺ کس طرح ہم کو اپنے اوپر اور ہمارے گھر والوں کو اپنے گھر والوں پر ترجیح دیتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو جو کچھ آپ کی طرف سے ملتا وہ اتنا زیادہ ہوتا کہ ہم اسے نبیؐ کے گھر بہ طور ہدیہ بھیجا کرتے۔

بردبار امیر

〈۲۹۷〉 خَطَبَ عُمَرُ بُنُ الُخَطَّابِؓ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَنَا عَلَیُکُمُ حَقُّ النَّصِیُحَةِ بِالُغَیُبِ وَالُمَعُوُنَةِ عَلَی الُخَیُرِ، اَیُّهَا الرِّعَاءُ اِنَّهٗ لَیُسَ مِنُ حِلُمٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ وَلاَ اَعَمَّ نَفُعًا مِنُ حِلُمِ اِمَامٍ وَ رِفُقِهٖ وَ لَیُسَ مِنُ جَهُلٍ اَبُغَضَ اِلَی اللّٰهِ وَ اَعَمَّ ضَرَرًا مِنُ جَهُلِ اِمَامٍ وَ خَرَقِهٖ. (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ)

ترجمہ: امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے (ایک مشترک اجتماع میں جس میں عوام اور ذمہ دارانِ حکومت موجود تھے) تقریر کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو ہمارا تم پر حق ہے کہ پیٹھ پیچھے ہمارے ساتھ خیر خواہی کرو اور نیکی کے کاموں میں ہماری مدد کرو، (پھر فرمایا) اے ذمہ دارانِ حکومت صاحبِ امر کی بردباری اور اس کی نرمی سے زیادہ نفع بخش اور محبوب اور کوئی بردباری اور نرمی نہیں ہے، اسی طرح امیر کی جذباتیت اور بے سلیقہ کام کرنے سے زیادہ ضرر رساں اور زیادہ مبغوض عنداللہ کوئی اور جذباتیت اور بے ڈھنگا پن نہیں ہے۔

مامورین کی ذمے داری

〈۲۹۸〉 قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ اَلسَّمُعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الُمَرُءِ الُمُسُلِمِ فِیُمَا اَحَبَّ وَ کَرِهَ مَالَمُ یُؤُمَرُ بِمَعُصِیَةٍ، فَاِذَا اُمِرَ بِمَعُصِیَةٍ فَلاَ سَمُعَ وَ لاَ طَاعَةَ.

(بخاری و مسلم۔ عبداللہ بن عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امیر جماعت کی بات کو غور سے سننا اور اسے بجالانا مسلمان

کے لیے ضروری ہے، چاہے وہ حکم اپنی طبیعت کے لیے خوش گوار ہو یا ناگوار، بہ شرطے کہ وہ حکم معصیت نہ ہو، اور اگر وہ حکم خلافِ شرع ہو تو نہ سنے نہ مانے۔

﴿۲۹۹﴾ عَنْ تَمِیْمِ نِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلاَثًا، قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَلِکِتَابِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ عَامَّتِھِمْ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت تمیم داری کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نام ہے وفاداری اور خیر خواہی کا یہ بات آپؐ نے تین بار دہرائی ہم نے پوچھا کس سے وفاداری اور خیر خواہی؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ سے، رسول سے، کتاب اللہ سے، مسلمانوں کے اجتماعی سیاسی نظام کے سربراہوں سے اور عام اہلِ اسلام سے۔

تشریح: ''نصیحت'' کا لفظ عربی زبان میں خیانت و بے ایمانی، کھوٹ اور ملاوٹ کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے، جس کا ترجمہ مخلصانہ وفاداری اور مخلصانہ خیر خواہی سے کیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے مخلصانہ وفاداری کا مطلب تو بالکل واضح ہے جسے ہم ''اللہ پر ایمان'' کے تحت بیان کر آئے ہیں، اسی طرح کتاب اور رسول سے مخلصانہ وفاداری کا مطلب قرآن اور نبیؐ پر ایمان کے تحت واضح کیا جا چکا ہے اور عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا کیا مطلب ہے اس کے لیے مسلمانوں کے حقوق کے عنوان کی مراجعت کیجیے، رہی مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کا تعلق ہو، اگر وہ حکم دیں تو وفادارانہ اطاعت ہونی چاہیے، اور دعوت و تنظیم کے امور میں خوش دلی کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے، وہ کسی غلط رُخ پر آپ کے نزدیک جا رہے ہوں تو محبت آمیز لہجہ میں اُنھیں ٹوکنا چاہیے، اگر کوئی نہیں ٹوکتا تو یہ جماعتی خیانت کے ہم معنی ہے اور وہ اپنے ذمہ دار کا خیر خواہ نہیں ہے، لیکن ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ذمے دار لوگ مخلصانہ تنقید برداشت کریں، نہ صرف برداشت کریں بلکہ لوگوں کو یہ تاثر دیں کہ ان کا ذمہ دار غلطی پر ٹوکنے کو پسند کرتا ہے، البتہ بے تکے طریقہ پر تنقید نہ ہونی چاہیے، اور حتی الامکان تنہائی میں ہونی چاہیے، ہم یہاں حضرت عمرؓ کی تاریخ سے دو نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے اوپر کی بات مزید واضح ہو جائے گی۔ پہلا نمونہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو کسی نے کسی بات پر ٹوکا تو مجلس میں سے کسی نے ٹوکنے والے کو دبانا یا خاموش کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: دَعْہُ لَاخَیْرَ فِیْھِمْ اِنْ لَمْ یَقُوْلُوْھَا لَنَا، وَلَا خَیْرَ فِیْنَا اِنْ لَمْ نَقْبَلْ (کتاب الخراج امام ابو یوسفؒ) یعنی اس

کو کہنے دو، اگر لوگ ہم سے اس طرح کی باتیں نہ کریں تو ان کے اندر کوئی خیر نہیں، اور اگر ہم اس طرح کی خیر خواہی نہ قبول کریں تو ہمارے اندر کوئی بھلائی نہیں۔

دوسرا نمونہ وہ خط ہے جو حضرت عمرؓ کے خلیفہ بننے کے بعد ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ نے انھیں مشترکہ طور پر لکھا، اس خط کے لفظ لفظ سے خیر خواہی ٹپکتی ہے اور پھر حضرت عمرؓ نے جو جواب دیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امیر کو کیسا ہونا چاہیے، ہم اِن دونوں خطوں کا ترجمہ دے رہے ہیں، عربی متن کے لیے المسلمون فروری ۱۹۵۴ء کی طرف رجوع کیجیے:

''یہ خط ہے ابو عبیدہ بن جراحؓ اور معاذ بن جبلؓ کی طرف سے امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے نام آپ پر سلامتی ہو۔

ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اپنی ذاتی اصلاح و تربیت کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے۔ اور اب تو آپ پر پوری اُمت کی تربیت و نگرانی کی ذمہ داری آپڑی ہے۔ امیر المومنین آپ کی مجلس میں اونچے درجے کے لوگ بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی، دشمن بھی آپ کے پاس آئیں گے اور دوست بھی، اور انصاف میں ہر ایک کا حصہ ہے تو آپ کو سوچنا ہے کہ آپ کیا طرزِ عمل اختیار فرمائیں، ہم آپ کو اُس دن سے ڈراتے ہیں جس میں خدائے جبار کے سامنے لوگ سرنگوں ہوں گے، دل خوف سے لرز رہے ہوں گے، اور خدائے جبار و قاہر کے سامنے سب کی دلیلیں بے کار ہو کر رہ جائیں گی، اُس دن تمام لوگ عاجز و بے بس ہوں گے، لوگ اس کی رحمت کی امید کر رہے اور اس کے عذاب سے ڈر رہے ہوں گے۔

ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ اس اُمت کے لوگ آخر زمانہ میں ظاہری طور پر ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور در پردہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ آپ ہمارے خط کو وہ حیثیت نہ دیں جو اس کی واقعی حیثیت ہے، ہم نے یہ خط خیر خواہی اور خلوص کے جذبہ سے لکھا ہے۔''

والسلام علیک

یہ خط امیر المؤمنین کے پاس پہنچا اور انھوں نے اس کا یہ جواب دیا:

عمر بن خطاب کی طرف سے ابو عبیدہؓ اور معاذؓ کے نام، تم دونوں پر سلامتی ہو، تم دونوں کا مشترکہ خط ملا، جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اب سے پہلے صرف اپنی ذات کے لیے فکر مند رہتا تھا لیکن اب تو پوری امت کی نگرانی اور حفاظت میرے سر آپڑی ہے۔

میرے سامنے اونچے درجہ کے لوگ بیٹھیں گے اور نچلے درجہ کے لوگ بھی، دوست بھی میرے پاس آئیں گے اور دشمن بھی، اور ہر ایک کا حق ہے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اس کے بعد تم نے لکھا ہے اے عمر! سوچو ایسی حالت میں کیا کرو گے۔ میں اس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمر کے پاس نہ تدبیر ہے نہ قوت، اگر اسے قوت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی طرف سے مل سکتی ہے، پھر آپ دونوں صاحبوں نے اس انجام سے ڈرایا ہے جس سے ہم سے پہلے کے لوگ ڈرائے گئے تھے، یہ لیل ونہار کی گردش پیہم جو ہماری مدت حیات سے وابستہ ہے، یہ برابر قریب کررہی ہے اس کو جو دور ہے اور ہر نئے کو بوسیدہ کررہی ہے، اور لارہی ہے ہر وعدہ کو یہاں تک کہ دنیا کی عمر ختم ہوجائے گی اور آخرت نمودار ہوگی جس میں ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔ پھر تم نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ اس امت کے لوگ آخر زمانہ میں ظاہراً ایک دوسرے کے دوست ہوں گے اور باطناً ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے تو یاد رکھو تم وہ لوگ نہیں ہو جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے، اور نہ یہ زمانہ وہ زمانہ ہے جب یہ منافقت ظاہر ہوگی، وہ تو وہ زمانہ ہوگا جب لوگ اپنے دنیاوی مفاد کے لیے ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور دنیاوی مفاد بچانے کے لیے ایک دوسرے سے ڈریں گے۔ پھر تم نے لکھا ہے کہ اللہ کی پناہ کہ میں تمھارے خط سے کوئی غلط تاثر لوں، بلاشبہ تم سچ کہتے ہو، تم نے خیر خواہی وخلوص کے جذبہ سے یہ خط لکھا ہے، آئندہ خط لکھنا بند نہ کرنا میں آپ دونوں کے مشوروں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ والسلام

تبلیغ ودعوت کے اہم اصول

〈۳۰۰〉 كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُّ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ، وَ اِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر پنجشنبہ کے دن لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کرتے۔ ایک آدمی نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! میری خواہش ہے آپ ہر دن وعظ فرمائیں، انھوں نے کہا ہر دن تقریر کرنے سے جو چیز روکتی ہے وہ یہ اندیشہ ہے کہ تم لوگ اکتا جاؤ گے، میں ناغہ دے کر وعظ کہتا ہوں کیوں کہ نبیؐ بھی ہمیں ناغہ سے نصیحت فرماتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے عمل سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دین کی تبلیغ لوگوں کے سر پر سوار ہو کر نہیں کرنی چاہیے بلکہ حالات کا جائزہ لینا چاہیے، موقع و محل دیکھنا چاہیے، لوگ سننے کے موڈ میں ہوں تب اپنی بات سنانی چاہیے۔ مزید توضیح آنے والی حدیثوں سے ہو رہی ہے۔

﴿۳۰۱﴾ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَاِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ، فَاِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلاَثَ مَرَّاتٍ، وَلاَ تُمِلَّنَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ، وَ اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ حَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيْثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ، وَلٰكِنْ اَنْصِتْ، فَاِذَا اَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهُ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَاِنِّيْ عَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ اَصْحَابَهُ لاَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے شاگرد عکرمہ کو یہ نصیحت کی: ہر ہفتہ ایک بار جمعہ کے دن وعظ کہو اور دو بار کر سکتے ہو، اور تین بار سے زیادہ ہفتہ میں وعظ نہ کہنا، خبردار کثرت سے وعظ کہہ کر لوگوں کو قرآن سے متنفر نہ کرنا، اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس پہنچو اور وہ اپنی کسی گفتگو میں مشغول ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر وعظ شروع کر دو، اگر ایسا کرو گے تو ان کو وعظ و نصیحت سے متنفر کر دو گے، بلکہ ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرو، اور جب ان کے اندر خواہش پاؤ اور وہ تم سے کہیں تو اپنی بات کہو اور دیکھو دعا میں مسجع اور مقفیٰ عبارتیں بولنے سے پرہیز کرنا کیوں کہ میں نے نبی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھا ہے وہ تکلف کے ساتھ عبارت آرائی نہیں کرتے تھے۔

تشریح: ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں آپؐ نے فرمایا لَا تُبَغِّضُوْا عِبَادَ اللّٰهِ عِبَادَةَ اللّٰهِ یعنی ایسا ڈھنگ نہ اختیار کرو کہ لوگ اللہ کی بندگی سے نفرت کرنے لگیں۔

﴿۳۰۲﴾ قَالَ عَلِيٌّ اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهَوَاتٍ وَ اِقْبَالاً وَ اِدْبَارًا، فَاْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهَوَاتِهَا وَ اِقْبَالِهَا، فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِيَ. (کتاب الخراج: امام ابو یوسفؒ)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا: دلوں کے کچھ میلانات و رجحانات ہوتے ہیں اور کسی وقت بات سننے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور کسی وقت نہیں، پس دلوں میں ان میلانات کے اندر سے داخل ہو اور اس وقت اپنی بات کہو جب وہ سننے کے لیے تیار ہوں اس لیے کہ دل کو سننے کے لیے مجبور کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے (اور بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے)۔

〈۳۰۳〉کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَعَادَھَا ثَلاثاً حَتّٰی تُفْھَمَ عَنْہُ (بخاری،انسؓ)
ترجمہ: نبی کریمؐ جب کوئی بات کہتے تو اسے تین بار دہراتے تھے یہاں تک کہ وہ سمجھ میں آجائے۔
تشریح: ہر زبان میں بولنے اور تقریر کرنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں، اصل مقصود لوگوں کے دلوں میں بات اتارنا ہے، بات کو پیرایہ بدل کر دہرایئے تہرایئے اگر ضرورت ہو، بے ضرورت ہر بات کو دہرانا بے تکا پن ہے، نیز سامعین جس قسم کے ہوں اسی لحاظ سے زبان و بیان اختیار کیجیے، اَن پڑھ لوگوں اور کم پڑھے لکھے لوگوں میں مشکل الفاظ و تراکیب لانا اور فلسفیانہ ادق مضمون بیان کرنا اپنی دعوت کو بے اثر بنانا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کَانَ کَلَامُہٗ کَلَاماً فَصْلاً یَفْھَمُہٗ کُلُّ مَنْ یَسْمَعُہٗ (ابوداؤد) ’’آپؐ کی تقریر صاف اور واضح ہوتی، جو سنتا سمجھ جاتا۔‘‘

دین میں سہولت

〈۳۰۴〉 اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ رَجُلاً یُصَدِّقُ النَّاسَ حِیْنَ اَمَرَہُ اللّٰہُ اَنْ یَاْخُذَ الصَّدَقَۃَ، فَقَالَ لَہٗ لَا تَاْخُذْ مِنْ حَزَرَاتِ اَنْفُسِ النَّاسِ شَیْئًا، خُذِ الشَّارِفَ وَ الْبِکْرَ وَ ذَاتَ الْعَیْبِ، فَذَھَبَ فَاَخَذَ ذٰلِکَ عَلٰی مَا اَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّاْخُذَ، حَتّٰی جَاءَ اِلٰی رَجُلٍ مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ فَذَکَرَ لَہٗ اَنَّ اللّٰہَ اَمَرَ رَسُوْلَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ الصَّدَقَۃَ مِنَ النَّاسِ یُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَ یُطَھِّرُھُمْ بِھَا، فَقَالَ لَہُ الرَّجُلُ قُمْ فَخُذْ، فَذَھَبَ فَاَخَذَ الشَّارِفَ وَالْبِکْرَ وَ ذَاتَ الْعَیْبِ، فَقَالَ لَہٗ وَاللّٰہِ مَا قَامَ فِیْ اِبِلِیْ اَحَدٌ قَطُّ یَاْخُذُ شَیْئًا لِلّٰہِ قَبْلَکَ، وَاللّٰہِ لَتَخْتَارَنَّ. (کتاب الخراج امام ابویوسفؒ)

ترجمہ: جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کریں، تو آپؐ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے ایک آدمی کا تقرر فرمایا اور اسے ہدایت کی کہ لوگوں کے بہترین مال زکوٰۃ میں نہ لینا، بوڑھی اونٹنیاں، کم عمر اونٹنیاں جن کے بچے نہ ہوئے ہوں اور عیب دار اونٹنیاں لینا، چناں چہ محصل گیا اور نبیؐ کی ہدایت کے مطابق مویشی لیتا رہا، یہاں تک کہ وہ ایک دیہاتی کے پاس پہنچا، اسے بتایا کہ اللہ نے اپنے رسول کو صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے اخلاقی گندگی دور ہو اور ایمانی کیفیات میں ترقی اور اخلاق میں پاکیزگی آئے، اُس نے کہا جاؤ اللہ کا حق لے لو، محصل گیا اور نبی کی ہدایت کے مطابق مویشی لیے اُس نے کہا میرے

مویشیوں میں اللہ کا حق وصول کرنے کے لیے تم سے پہلے کوئی نہیں آیا اور تم نے چھانٹ کر خراب مویشی اللہ کے لیے وصول کیے، نہیں بہ خدا تمھیں بہترین مویشی چھانٹ کر لینے ہوں گے بھلا خدا کو خراب کس طرح دیے جائیں گے؟

تشریح: اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی دن سے لوگوں سے بہترین مال زکوۃ میں وصول کرتے تو عین ممکن تھا کہ لوگ بغاوت کر دیتے، لیکن آہستہ آہستہ تدریجی تربیت کی بدولت ایمان نے دل میں اپنی جڑیں جمالی، تب مدینہ سے دور، دیہات میں بسنے والے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ بہترین مال لینے پر محصل سے اصرار کرتے ہیں!

حکیمانہ خطاب

﴿۳۰۵﴾ قَالَ عَلِيُّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍؓ اَلْفَقِیْهُ کُلُّ الْفَقِیْهِ مَنْ لَّمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَلَمْ یُرَخِّصْ لَهُمْ فِیْ مَعَاصِی اللّٰهِ، وَلَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ.

(کتاب الخراج۔ امام ابو یوسفؒ)

ترجمه: بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو (اپنی تحریر و تقریر میں) اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اور نہ اللہ کی نافرمانی پر جری اور بے باک بناتا ہے اور نہ اللہ کے عذاب سے بے خوف بناتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ کہ ایسے انداز میں تقریر کرنی کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں صحیح نہیں ہے، نہ یہ درست ہے کہ لوگوں کو اللہ کی غفور الرحیمی اور شفاعتِ محمدیؐ کا غلط مطلب بتا بتا کر نافرمانی پر جری اور ڈھیٹ بنایا جائے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں پہلو سامنے لائے جائیں تاکہ نجات اور رحمتِ خداوندی سے مایوسی بھی نہ ہو اور نہ خدا کی نافرمانی پر جرأت اور بے باکی پیدا ہو۔

عمل اور دعوت میں مطابقت

﴿۳۰۶﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ، قَالَ فَبَلَغَ امْرَأَةً فِی الْبَیْتِ یُقَالُ لَهَا اُمُّ یَعْقُوْبَ، فَجَاءَتْ اِلَیْهِ، فَقَالَتْ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ قُلْتَ کَیْتَ وَ کَیْتَ، فَقَالَ مَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ؟ فَقَالَتْ اِنِّیْ لَاَقْرَءُ مَا بَیْنَ لَوْحَیْهِ فَمَا وَجَدْتُّهٗ، فَقَالَ اِنْ کُنْتِ قَرَأْتِیْهِ

فَقَدْ وَ جدتِّیہِ، اَمَا قَرَأْتِ ''مَا ا تَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا'' قَالَتْ بَلٰی، قَالَ فَاِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَھٰی عَنْہُ، قَالَتْ اِنِّیْ لَاَظُنُّ اَھْلَکَ یَفْعَلُوْنَ، قَالَ اذْھَبِیْ فَانْظُرِیْ، فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِھَا شَیْئًا، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا، قَالَ لَوْ کَانَتْ کَذَالِکَ لَمْ تُجَامِعْنِیْ، وَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَدَخَلَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ فَقَالَتْ مَا رَأَیْتُ بَاساً، قَالَ مَا حَفِظْتِ اَوَّلَ وَصِیَّۃِ الْعَبْدِ الصَّالِحِ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھَاکُمْ عَنْہُ. (مسند احمد)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: اللہ لعنت کرے ان عورتوں پر جو گودنے گودتی ہیں اور ان عورتوں پر جو گودنے گودواتی ہیں، اور ان عورتوں پر جو بالوں کو چھوٹا کرتی ہیں زیبائش و آرائش کے لیے اور ان عورتوں پر جو اپنے دانتوں کے درمیان حسن کی خاطر دوری پیدا کرتی ہیں اور اللہ کی پیدا کی ہوئی جسمانی ساخت کو بگاڑتی ہیں، عبداللہ بن مسعودؓ کے ارشاد کی خبر ایک پردہ نشیں خاتون ام یعقوب کو ملی تو وہ آئیں اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے یہ اور یہ کہا ہے (فلاں اور فلاں کام کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے)۔عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں اُن پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر رسول اللہؐ نے اللہ کی کتاب میں لعنت فرمائی ہے؟ اُم یعقوب نے کہا میں پورا قرآن پڑھتی ہوں میں نے تو قرآن میں یہ مضمون نہیں پایا، ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر تم غور سے پڑھتیں تو یہ مضمون قرآن میں پاتیں، کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی مَا ا تَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ''رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو، اور جس سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔'' اُم یعقوب نے کہا ہاں یہ آیت میں نے پڑھی ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے کہا جان لو نبیؐ نے اِن باتوں سے منع کیا ہے جو میں نے کہی ہیں، اُم یعقوب نے کہا میرا خیال ہے آپ کی بیوی بھی ایسے کام کرتی ہے انھوں نے کہا اندر جاؤ اور دیکھو، چناں چہ وہ گئیں اور آکر بتایا میرا خیال غلط نکلا، آپ کی بیوی یہ سب نہیں کرتی ہیں، انھوں نے فرمایا اگر میری بیوی یہ سب کرتی تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی، اور ایک دوسری روایت کا مضمون اس طرح ہے ''ام یعقوب نے آکر بتایا آپ کی بیوی اس طرح کی زیبائش و آرائش سے دور ہیں، تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا تمھیں بندۂ صالح شعیب علیہ السلام کی بات یاد نہیں ہے جو انھوں نے اپنی قوم سے کہی تھی وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھَاکُمْ عَنْہُ ''میں تم کو ناپ تول میں کمی سے روکتا ہوں تو ایسا نہیں ہے کہ تم کو روکوں اور وہی کام میں کرنے لگوں۔''

دعوت کی ابتدا ـــــ اپنی ذات

〈۳۰۷〉 اِنَّ رَجُلاً قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اُرِیْدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبَلَغْتَ تِلْکَ الْمَنْزِلَةَ؟ قَالَ اَرْجُوْ، فَقَالَ لَهُ اِنْ لَمْ تَخْشَ اَنْ تُفْتَضَحَ بِثَلَاثِ آیَاتٍ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَافْعَلْ، قَالَ الرَّجُلُ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ قَوْلُهُ "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ" اَ لْاٰیَةَ، فَهَلْ اَحْکَمْتَ هٰذِهٖ؟ قَالَ لَاَ، فَقَالَ وَالثَّانِیَةُ قَوْلُهُ "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ" فَهَلْ اَحْکَمْتَهَا؟ قَالَ لَا، فَقَالَ وَالثَّالِثَةُ مَقَالَةُ شُعَیْبٍ "مَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْهَاکُمْ عَنْهُ" فَهَلْ اَحْکَمْتَهَا؟ قَالَ لَاَ، قَالَ فَابْدَءْ بِنَفْسِکَ. (خلق المسلم)

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنا چاہتا ہوں، لوگوں کو نیکی کی تلقین کروں گا اور برائی سے روکوں گا۔ انھوں نے کہا کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو؟ اُس نے کہا ہاں توقع تو ہے، ابن عباسؓ نے کہا اگر یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں تمھیں رسوا کردیں گی تو ضرور تبلیغ دین کا کام کرو، اس نے پوچھا وہ کون سی تین آیتیں؟ ابن عباسؓ نے فرمایا: پہلی آیت یہ ہے اَتَاْمُرُوْنَ الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو) تو بتاؤ اس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا دوسری آیت یہ ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ (تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے) بتاؤ اس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، ابن عباسؓ نے فرمایا تیسری وہ بات جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہی تھی مَا اُرِیْدُ (جن بری باتوں سے میں تمھیں روکتا ہوں تو میرا قطعاً یہ ارادہ نہیں کہ تم کو روک کر خود آگے بڑھوں اور یہ برے کام کرنے لگوں)۔ ابن عباسؓ نے پوچھا بتاؤ اس پر اچھی طرح عمل کرلیا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا جاؤ دعوت واصلاح کا آغاز اپنی ذات سے کرو۔

تشریح: یہ شخص اپنی اصلاح سے غافل اور دوسروں کی تبلیغ کا "شوق" رکھتا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے صحیح صورتِ حال کا اندازہ کرکے عمدہ مشورہ دیا۔

کرنے کے کام

〈۳۰۸〉 عَنْ حَرْمَلَةَؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَاْمُرُنِیْ بِهٖ اَعْمَلُ؟ قَالَ اِئْتِ

اَلْمَعْرُوْفَ وَ اجْتَنِبِ الْمُنْکَرَ، وَانْظُرْ مَا یُعْجِبُ اُذُنَکَ اَنْ یَقُوْلَ لَکَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاْتِهِ، وَانْظُرِ الَّذِیْ تَکْرَهُ اَنْ یَقُوْلَ لَکَ الْقَوْمُ اِذَا قُمْتَ مِنْ عِنْدِهِمْ فَاجْتَنِبْهُ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت حرملہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ مجھے کن باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: نیکی پر عمل کرو اور برائی سے بچو، دیکھو تم جن اوصاف کو پسند کرتے ہو کہ مجلس سے تمھارے چلے جانے کے بعد تمھیں ان اوصاف سے لوگ یاد کریں وہ اوصاف اپنے اندر پیدا کرو اور جو اوصاف تمھیں ناپسند ہوں کہ مجلس سے اُٹھ جانے کے بعد اہلِ مجلس تمھیں ان اوصاف سے یاد کریں ایسے اوصاف سے بچو۔

دعوتِ بلا عمل

دوسروں کو نصیحت

﴿۳۰۹﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُجَاءُ بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُہٗ فِی النَّارِ فَیُطْحَنُ فِیْھَا کَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاہُ فَیَجْتَمِعُ اَھْلُ النَّارِ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُوْنَ اَیْ فُلاَنُ مَا شَاْنُکَ؟ اَلَیْسَ کُنْتَ تَامُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَانَا عَنِ الْمُنْکَرِ؟ قَالَ کُنْتُ آمُرُکُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلاَ آتِیْہِ وَ اَنْھَاکُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ آتِیْہِ. (بخاری ـــــ اسامہ بن زیدؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تو اس کی انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی، وہ انھیں لیے آگ میں اس طرح پھرے گا جیسے گدھا چکّی میں گھومتا ہے۔ دوسرے جہنمی اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے پوچھیں گے اے فلاں! یہ تیرا کیا حال ہے، یہاں تم کیسے آ گئے؟ تم تو ہم کو نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے تھے، وہ کہے گا میں تم کو نیکی کی تلقین کرتا اور خود میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو برائیوں سے تو روکتا مگر خود وہ برائیاں کرتا تھا۔

آگ کی قینچیاں

﴿۳۱۰﴾ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ رَأَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالاً تُقْرَضُ شِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَارٍ، فَقُلْتُ مَنْ ھٰؤُلاَءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ ھٰؤُلاَءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِکَ

يَامُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ يَنْسَوْنَ اَنْفُسَهُمْ. (مشکوٰۃ۔۔۔ انسؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات میں دیکھا کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ سے بنی ہوئی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظین و مقررین ہیں، یہ دوسروں کو نیکیوں کی تعلیم دیتے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

علم اور عمل

﴿۳۱۱﴾ عَنِ الْحَسَنِؒ قَالَ اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ، فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاکَ عِلْمٌ نَافِعٌ وَ عِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاکَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى ابْنِ آدَمَ. (مسند دارمیؒ)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک علم تو وہ ہے جو دل میں اُتر جاتا ہے، یہی علم قیامت کے دن بندہ کے کام آئے گا، اور ایک علم وہ ہے جو صرف زبان تک پہنچا ہے، دل میں نہیں اُترا ہے، یہ علم اللہ عزوجل کی عدالت میں آدمی کے خلاف دلیل اور حجت بنے گا۔

تعلیم و تبلیغ کی اہمیت

﴿۳۱۲﴾ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَثْنٰى عَلٰى طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا، ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا يُفَقِّهُوْنَ جِيْرَانَهُمْ وَلَا يُعَلِّمُوْنَهُمْ وَلَا يَعِظُوْنَهُمْ؟ وَمَا بَالُ اَقْوَامٍ لَا يَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَلَا يَتَفَقَّهُوْنَ وَلَا يَتَّعِظُوْنَ؟ وَاللّٰهِ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ وَ يُفَقِّهُنَّهُمْ وَ يَاْمُرُنَّهُمْ وَ يَنْهَوْنَّهُمْ، وَلَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَ يَتَفَقَّهُنَّ وَ يَتَّعِظُنَّ اَوْ لَاُعَاجِلَنَّهُمُ الْعُقُوْبَةَ ثُمَّ نَزَلَ، فَقَالَ قَوْمٌ مَنْ تَرَوْنَهُ عَنٰى بِهٰؤُلَاءِ؟ قَالُوْا الْاَشْعَرِيِّيْنَ هُمْ قَوْمٌ فُقَهَاءُ وَلَهُمْ جِيْرَانٌ جُفَاةٌ مِنْ اَهْلِ الْمِيَاهِ وَالْاَعْرَابِ، فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ، فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ قَوْمًا بِخَيْرٍ وَ ذَكَرْتَنَا بِشَرٍّ فَمَا بَالُنَا؟ فَقَالَ لَيُعَلِّمَنَّ قَوْمٌ جِيْرَانَهُمْ وَلَيَعِظُنَّهُمْ وَلَيَاْمُرُنَّهُمْ وَلَيَنْهَوُنَّهُمْ، وَ لَيَتَعَلَّمَنَّ قَوْمٌ مِنْ جِيْرَانِهِمْ وَ يَتَّعِظُنَّ وَ يَتَفَقَّهُنَّ اَوْ لَاُعَاجِلَنَّهُمْ

اَلْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا، فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنُفَطِّنُ غَیْرَنَا؟ فَاَعَادَ قَوْلَہٗ عَلَیْھِمْ فَاَعَادُوْا قَوْلَھُمْ، اَنُفَطِّنُ غَیْرَنَا؟ فَقَالَ ذَاکَ اَیْضًا، فَقَالُوْا اَمْھِلْنَا سَنَةً، فَاَمْھَلَھُمْ سَنَةً لِیُفَقِّھُوْھُمْ وَ یَعِظُوْھُمْ، ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذِہِ الْاٰیَةَ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ. (طبرانی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن تقریر فرمائی، اس میں آپؐ نے کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی (کہ یہ لوگ دوسروں کو دین کی باتیں بتاتے ہیں) پھر فرمایا کیوں ایسا ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سوجھ بوجھ نہیں پیدا کرتے؟ ان کو تعلیم کیوں نہیں دیتے؟ ان کو نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ بری باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟ اور ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ دین کی باتیں نہیں سیکھتے؟ کیوں اپنے اندر دینی سمجھ پیدا نہیں کرتے؟ کیوں دین نہ جاننے کے نتائج معلوم نہیں کرتے؟ خدا کی قسم لوگوں کو آس پاس کی آبادی کو دین سکھانا ہوگا، ان کے اندر دینی شعور پیدا کرنا ہوگا، وعظ و تلقین کا کام کرنا ہوگا، اور لوگوں کو لازماً اپنے قریب کے لوگوں سے دین سیکھنا ہوگا، اپنے اندر دینی سوجھ بوجھ پیدا کرنی ہوگی اور وعظ و نصیحت قبول کرنا ہوگا، ورنہ میں انھیں اِس دنیا میں جلد سزا دوں گا۔ اس کے بعد آپؐ منبر سے اُتر آئے، لوگوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگی کہ آپؐ کا روئے سخن کن لوگوں کی طرف تھا، کچھ لوگوں نے کہا آپؐ کا اشارہ قبیلۂ اشعر کی طرف تھا۔ یہ لوگ دین کا علم رکھتے ہیں اور ان کے قریب دین سے ناواقف و بے پرواہ دیہاتی بستے ہیں اور اشعری لوگ ان میں دعوت و تبلیغ سے غافل ہیں۔ جب حضورؐ کی اس تقریر کی خبر اشعری لوگوں کو ملی تو وہ آپؐ کے پاس آئے اور کہا حضور ہم سے کیا قصور سرزد ہوا کہ ہم پر غضب ناک ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا لوگ لازماً اپنے پاس پڑوس والوں کو دین کی تعلیم دیں، انھیں وعظ و نصیحت کریں، اور بری باتوں سے روکیں، اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھنا ہوگا، وعظ و نصیحت قبول کرنا ہوگا، ورنہ میں لوگوں کو دنیا میں جلد سزا دوں گا۔ اشعری حضرات نے پوچھا کیا تعلیم و تبلیغ بھی ہماری ذمہ داری ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں یہ بھی تمھاری ذمے داری ہے۔ اِن لوگوں نے کہا ہمیں ایک سال کی مہلت دی جائے (جس میں وہ دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے) چناں چہ آپؐ نے انھیں ایک سال کی مہلت دی، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

تشریح: حضورؐ نے جو آیت پڑھی اس سے ہم لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ بنی اسرائیلؑ نے

نافرمانی کرنے والوں کو نہیں روکا جس کے نتیجہ میں خدا کا غصہ ان پر بھڑکا، تم نے اگر ان کی طرح نافرمانوں کا ہاتھ نہ پکڑا اور غلط قسم کی رواداری برتی تو تم بھی اس کے غضب کا شکار ہو گے۔

بری باتوں سے روکنا فرض ہے

〈۳۱۳〉 عَنِ النُّعمَانِ بنِ بَشِیرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ المُدھِنِ فِی حُدُودِ اللّٰہِ وَالوَاقِعِ فِیھَا مَثَلُ قَومٍ نِ استَھَمُوا سَفِینَۃً فَصَارَ بَعضُھُم فِی اَسفَلِھَا وَ صَارَ بَعضُھُم فِی اَعلَاھَا، فَکَانَ الَّذِی فِی اَسفَلِھَا یَمُرُّ بِالمَاءِ عَلَی الَّذِینَ فِی اَعلَاھَا، فَتَاَذَّوا بِہٖ، فَاَخَذَ فَاسًا فَجَعَلَ یَنقُرُ اَسفَلَ السَّفِینَۃِ فَاَتَوہُ فَقَالُوا مَالَکَ؟ قَالَ تَاَذَّیتُم بِی وَلَا بُدَّ لِی مِنَ المَاءِ، فَاِن اَخَذُوا عَلٰی یَدَیہِ اَنجَوہُ وَ نَجَّوا اَنفُسَھُم، وَ اِن تَرَکُوہُ اَھلَکُوہُ وَ اَھلَکُوا اَنفُسَھُم. (بخاری)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جو خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور وہ لوگ جو خدا کی نافرمانی پر ٹوکتے نہیں، چشم پوشی اختیار کرتے ہیں، ان دونوں کی مثال کشتی کے مسافروں کی سی ہے، کشتی دو منزلہ ہے، قرعہ اندازی کے ذریعے کچھ لوگ اوپری منزل میں بیٹھے اور کچھ نچلی منزل میں، تو نچلی منزل والے اوپر منزل پر جاتے تاکہ ڈول کے ذریعے دریا سے پانی حاصل کریں تو اوپر والوں کو تکلیف ہوتی اور برا مانتے، تو نچلی منزل کے لوگوں نے کلہاڑی لی اور کشتی کے تختے اکھاڑنے شروع کیے، اوپر والوں نے پوچھا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہمیں پانی چاہیے اور اوپر پانی لینے جاتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے کشتی کے تختے توڑ کر دریا سے پانی لیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال بیان کر کے فرمایا اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ پکڑ لیتے اور تختہ اکھاڑنے سے روک دیتے ہیں تو اُنھیں بھی بچالیں گے اور اپنے کو بھی بچالیں گے، اور اگر اُنھیں اُن کی حرکت سے نہیں روکتے تو انھیں بھی ڈبوئیں گے اور خود بھی ڈوبیں گے۔

دعوت میں جدید وسائل و ذرائع کا استعمال

〈۳۱۴〉 عَن زَیدِ بنِ ثَابِتٍ قَالَ اَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَن اَتَعَلَّمَ السِّریَانِیَّۃَ، وَ فِی رِوَایَۃٍ اَنَّہٗ اَمَرَنِی اَن اَتَعَلَّمَ کِتَابَ یَھُودَ، وَ قَالَ اِنِّی مَا اٰمَنُ یَھُودَ عَلٰی

کِتَابٍ، قَالَ فَمَا مَرَّ بِیْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰی تَعَلَّمْتُ، فَکَانَ اِذَا کَتَبَ اِلٰی یَهُوْدَ کَتَبْتُ، وَ اِذَا کَتَبُوْا اِلَیْهِ قَرَأْتُ لَهٗ کِتَابَهُمْ. (المنذری)

ترجمہ: زید بن ثابتؓ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضورؐ نے مجھے یہودیوں کے رسم الخط کے سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا مجھے یہودیوں کی کسی تحریر پر اعتماد نہیں ہے، چناں چہ میں نے صرف پندرہ دن میں یہود کی عبرانی زبان سیکھ لی، جب آپؐ یہودیوں کو لکھنا چاہتے تو میں عبرانی زبان میں لکھتا، اور جب یہود کی کوئی تحریر آپؐ کے پاس آتی تو میں آپؐ کو پڑھ کر سناتا۔

تشریح: سریانی زبان عیسائیوں کی زبان ہے، ممکن ہے آپؐ نے حضرت زیدؓ کو عبرانی اور سریانی دونوں زبانیں سیکھنے کا حکم دیا ہو۔

سب زبانیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وجود میں آئی ہیں، دعوت حق کا کام جس ملک میں ہو رہا ہو وہاں کی زبانیں سیکھنی ہوں گی تاکہ باشندگانِ ملک تک ان کی اپنی زبان میں حق کا پیغام پہنچایا جاسکے، اسی طرح تمام نشر و اشاعت کے ذرائع جو تمدنی ترقی نے بہم پہنچائے ہیں داعی گروہ کو ان سب سے کام لینا ہوگا۔

داعی اور صبر

〈۳۱۵〉 عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی حَیٍّ مِنْ قَیْسٍ اُعَلِّمُهُمْ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ، فَاِذَاهُمْ قَوْمٌ کَاَنَّهُمُ الْاِبِلُ الْوَحْشِیَّةُ، لَیْسَ لَهُمْ هَمٌّ اِلَّا شَاةٌ اَوْ بَعِیْرٌ، فَانْصَرَفْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ یَا عَمَّارُ مَا عَمِلْتَ؟ فَقَصَصْتُ عَلَیْهِ قِصَّةَ الْقَوْمِ وَ اَخْبَرْتُهٗ بِمَا فِیْهِمْ مِنَ السَّهْوَةِ فَقَالَ یَا عَمَّارُ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَعْجَبَ مِنْهُمْ؟ قَوْمٌ عَلِمُوْا بِمَا جَهِلَ اُولٰٓئِکَ ثُمَّ سَهَوْا کَسَهْوِهِمْ.

(المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں، مجھے رسول اللہؐ نے قبیلۂ قیس کے پاس دینی احکام کی تعلیم و تبلیغ کے لیے بھیجا، وہاں پہنچ کر تجربہ سے معلوم ہوا گویا یہ بدکے ہوئے اونٹ ہیں، دنیا کے حریص، ان کا کوئی نصب العین نہیں، ان کی ساری دلچسپی اپنی بکریوں اور اونٹوں سے ہے۔ جب وہاں سے لوٹ کر نبیؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا اے عمار کیا کیا؟ (اپنے کام کی رپورٹ دو؟) میں

نے آپؐ کو بتایا یہ دین سے بالکل غافل ہیں، آپؐ نے فرمایا ان سے زیادہ تعجب خیز حال ان لوگوں کا ہے جنھوں نے جاننے کو سب کچھ جانا لیکن انہی کی طرح دین سے غافل اور بے پروا ہو گئے۔

تشریح: یعنی یہ لوگ تو دین جانتے نہیں، ایک لمبے عرصہ سے جاہلیت کی زندگی گزارتے آئے ہیں، اگر یہ لوگ دین سے غافل ہیں تو اس میں نہ تو تعجب کی کوئی بات ہے نہ دعوت دینے والوں کو مایوس ہونے کی ضرورت ہے۔

سیرت ابن ہشام کے کچھ واقعات سے نیز اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ دعوت دینے کے لیے لوگوں کو بھیجتے اور ان سے رپورٹ لیتے تھے۔

تباہ حال مقرر

〈۳۱۶〉 اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلاثاً (مسلم ــــ ابن مسعودؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: فصاحتِ لسانی کا تکلّفاً مظاہرہ کرنے والے تباہ ہو جائیں یہ بات آپؐ نے تین بار دہرائی۔

تشریح: بہت سے مقررین لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے، ان پر اپنی قابلیت کا سکہ جمانے کے لیے فصاحت و بلاغت کا دریا بہاتے ہیں۔ انھیں آپؐ نے ہدایت کی کہ سادہ زبان اور بے تکلف نکلنے والے الفاظ استعمال کریں۔ مقررانہ تکلف اللہ کو ناپسند ہے۔

عفو اور درگزر داعی کا ہتھیار ہے

〈۳۱۷〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ، قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالصَّبْرُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ، فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَ خَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ. (بخاری)

ترجمہ: ابن عباسؓ نے اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (حٰم السجدة، ۳۴) کی تفسیر بیان کرتے وقت فرمایا: داعی کو صابر اور بردبار ہونا چاہیے، لوگ اگر غصہ دلانے والی حرکات پر اُتر آئیں تو ایسے مواقع میں داعی مشتعل نہ ہو اور بدسلوکی کا جواب عفو و درگزر سے دے۔ اگر دعوتی کام کرنے والوں کے پاس یہ دو ہتھیار ہوں تو دشمن ان کے سامنے جھک جائیں گے، نہ صرف یہ کہ جھک جائیں گے بلکہ گہرے دوست اور پرجوش حامی بن جائیں گے۔

دعوت وتبلیغ کا طریقہ

〈۳۱۸〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَسِّرا وَلاَ تعسِّرا وَ قَرِّبَا وَلاَ تُنَفِّرا۔ (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن بھیجتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی تم دونوں دین کو لوگوں کے لیے آسان بنانا، مشکل نہ بنانا، لوگوں کو اپنے دین سے قریب کرنا، ایسا نہ کرنا کہ لوگ دین سے بدک جائیں اور دور بھاگیں۔

تشریح: یعنی لوگوں کے سامنے دین کو اس انداز میں پیش کیا جائے کہ وہ محسوس کریں کہ یہ راستہ آسان راستہ ہے اس پر چلنا ہمارے بس میں ہے، اور ایسا ڈھنگ نہ اختیار کیا جائے کہ سن کر لوگوں کی ہمتیں جواب دے جائیں اور دین کو پہاڑ سمجھنے لگیں، جس پر چڑھنا ان کے بس کی بات نہیں۔ نیز داعی کی اپنی زندگی ایسی ہو کہ لوگ اس سے مانوس اور دین سے قریب ہوں نہ کہ دین سے متنفر ہو جائیں، یہاں ایک حدیث کا ترجمہ پیش کرنا مناسب ہوگا، کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ نازیبا الفاظ استعمال کیے، صحابہؓ کو بڑا طیش آیا، قریب تھا کہ لوگ اسے مار ڈالتے لیکن آپؐ نے انھیں روکا اور حکیمانہ تبلیغ کی طرف رہ نمائی کی۔ فرمایا: میری اور اس آدمی کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی آدمی کے پاس ایک اونٹنی تھی جو کسی وجہ سے بدک کر بھاگی، لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور طاقت استعمال کر کے قابو میں کرنا چاہا تو اس کی وحشت اور بڑھ گئی اور بالآخر قابو میں نہ آسکی تب اونٹنی کا مالک آگے بڑھا اور کہا اونٹنی سے مجھے نپٹنے دو، میں جانتا ہوں کہ وہ کس طرح قابو میں آئے گی، چناں چہ وہ بجائے پیچھا کرنے کے اونٹنی کے آگے گیا اور ہاتھ میں گھاس لی اور چمکار کر اس کی طرف بڑھا تو وہ اس کے پاس آگئی اور بیٹھ گئی اس پر کجاوہ باندھا اور سوار ہو گیا۔

دین میں مداہنت کا انجام

〈۳۱۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ، نَهَتْهُمْ عُلَمَاءُ هُمْ فَلَمْ یَنْتَهُوْا، فَجَالَسُوْهُمْ فِیْ مَجَالِسِهِمْ، وَ آكَلُوْهُمْ وَ شَارَبُوْهُمْ، فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ، فَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسٰى بْنِ مَرْیَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ، قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ كَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ لاَ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِی الظَّالِمِ وَ لَتَاْطِرُنَّهٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَهُمْ. (مشکوٰۃ ــــ عبداللہ ابن مسعودؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل خدا کی نافرمانی کرنے لگے تو ان کے علماء نے انھیں روکا، مگر وہ نہیں رُکے، تو ان کے علماء (ان کا بائیکاٹ کرنے کے بجائے) ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور ان کے ساتھ کھانے پینے لگے، جب ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیے اور پھر اللہ نے داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی راہ اختیار کی اور اسی میں بڑھتے چلے گئے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگوں کو لازماً نیکی کا حکم دینا ہوگا اور برائیوں سے روکنا ہوگا، ظالم (نافرمان) کے دونوں ہاتھ پکڑ کر حق کی طرف موڑنا ہوگا، ورنہ تم سب کو ایک دوسرے کے دل کی چھوت لگ جائے گی اور پھر اللہ تم سب کو اپنی رحمت سے دور پھینک دے گا، جس طرح بنی اسرائیل کے ساتھ اس نے کیا۔

غلبۂ باطل کے زمانے میں اہلِ حق کو کیا کرنا ہے

﴿۳۲۰﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَغَیَّرَهٗ بِیَدِهٖ فَقَدْ بَرِئَ، وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُغَیِّرَهٗ بِیَدِهٖ فَغَیَّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِئَ وَمَن لَّمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّغَیِّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَغَیَّرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ بَرِئَ وَ ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ. (نسائی)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں جس شخص نے معاشرہ میں کوئی برائی دیکھی اور طاقت استعمال کر کے اسے دور کر دیا تو وہ خدا کے مواخذہ سے بچ جائے گا، اور جس نے طاقت نہ رکھنے کی وجہ سے زبان سے اس برائی کے خلاف آواز اٹھائی، وہ بھی بچ جائے گا، اور جو برائی کے خلاف آواز نہ اٹھا سکے اور دل میں برائی سے نفرت رکھے وہ بھی مواخذہ سے بچ جائے گا، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ جس کے دل میں برائی سے نفرت نہ ہوگی وہ خدا کی پکڑ سے نہیں

بچ سکے گا چاہے وہ بجائے خود کتنا ہی نیک ہو۔ یہ حدیث کہتی ہے کہ باطل کے غلبہ کے دور میں اہلِ حق کو حق کے لیے غیرت مند ہونا چاہیے، ایسی حالت میں آرام کی نیند سونا اور اطمینان کا سانس لینا بے غیرتی کی نشانی ہے اور محبت حق کے فقدان کی دلیل ہے۔

محبتِ حق کا تقاضا

﴿۳۲۱﴾ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُذُوا الْعَطَاءَ مَا دَامَ عَطَاءً، فَاِذَا صَارَ رُشْوَةً عَلَى الدِّيْنِ فَلاَ تَاْخُذُوْهُ، وَلَسْتُمْ بِتَارِكِيْهِ يَمَسُّكُمُ الْفَقْرُ وَالْحَاجَةُ، اَلاَ اِنَّ رَحَا الْاِسْلاَمِ دَائِرَةٌ فَدُوْرُوْا مَعَ الْكِتَابِ حَيْثُ دَارَ، اَلاَ اِنَّ الْكِتَابَ وَالسُّلْطَانَ سَيَفْتَرِقَانِ فَلاَ تُفَارِقُوْا الْكِتَابَ، اَلاَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يَقْضُوْنَ لَكُمْ، فَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ يُضِلُّوْكُمْ وَ اِنْ عَصَيْتُمُوْهُمْ قَتَلُوْكُمْ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ كَمَا صَنَعَ اَصْحَابُ عِيْسٰى، نُشِرُوْا بِالْمِنْشَارِ، وَ حُمِلُوْا عَلَى الْخَشَبِ، مَوْتٌ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ. (معجم کبیر طبرانی)

ترجمہ: حضرت معاذؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عطیات اور بخششیں جب عطیات اور بخششوں کی حیثیت میں ہوں تو لے سکتے ہو، لیکن جب یہ عطیے رشوت ہو جائیں اور خلاف دین کام کرنے کے لیے دیے جائیں تو مت لینا، اور تم اسے چھوڑنے کے نہیں، فقر و فاقہ اس کے لینے پر مجبور کرسکتا ہے! سنو اس وقت اسلام کی چکی گھوم رہی ہے (اسلامی نظام قائم ہے) پس تم کتاب اللہ کے ساتھ چلو جدھر وہ جائے، سنو اللہ کی کتاب اور اقتدار ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے (اسلام کا اقتدار باقی نہ رہے گا) تو تم کتاب اللہ کا ساتھ دینا (اقتدار کا ساتھ نہ دینا)۔ سنو تم پر ایسے امراء و حکام مسلط ہوں گے جو تمھارے لیے قانون بنائیں گے، اگر تم نے ان کے قوانین اور فیصلوں کو مانا تو وہ تمھیں غلط راہ پر ڈال دیں گے، اور نہ مانا تو قتل کریں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا اس صورتِ حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ آپؐ نے فرمایا تمھیں وہی کچھ کرنا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا وہ آروں سے چیرے گئے، سولی پر لٹکائے گئے (لیکن باطل کے آگے نہیں جھکے)۔ اللہ کی اطاعت میں جان دے دینا اس زندگی سے بہتر ہے جو خدا کی نافرمانی میں بسر ہو!

تشریح: جامع ترمذی میں ایک حدیث آئی ہے جو ظالم حکام سے **متعلق** ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:
حضور ﷺ نے کعب بن عجرہؓ سے فرمایا: اے کعب میں تمھیں ایسے امراء (حکام) سے جو میرے بعد آئیں گے۔ اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، جو لوگ اِن ظالم اُمراء کے دروازے پر جائیں گے اور ان کے باطل کی تائید کریں گے اور ان کی ظالمانہ کارروائیوں میں ان کے مددگار ہوں گے، ایسے لوگوں سے میرا تعلق نہیں، اور نہ ان کا مجھ سے، اور وہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات نہیں کرسکیں گے، البتہ وہ لوگ جو ان امراء کے یہاں نہیں جائیں گے، ان کے باطل کو حق نہ ثابت کریں گے اور نہ ان کی خلاف حق کارروائیوں پر ان کے مددگار بنیں گے۔ ایسے لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور یقیناً وہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میں اپنے ہاتھ سے حوضِ کوثر کا پانی انھیں پلاؤں گا، جس کے بعد پھر کبھی انھیں پیاس نہ لگے گی۔

﴿۳۲۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا طَغٰى نِسَائُكُمْ وَ فَسَدَ شَبَابُكُمْ وَ تَرَكْتُمْ جِهَادَكُمْ؟ قَالُوْا وَ اِنَّ ذٰلِكَ لَكَائِنٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!! قَالَ نَعَمْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ وَ اَشَدُّ مِنْهُ سَيَكُوْنُ، قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا لَمْ تَامُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالُوْا اَوَ كَائِنٌ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ وَ اَشَدُّ مِنْهُ سَيَكُوْنُ، قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْهُ؟ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا رَأَيْتُمُ الْمَعْرُوْفَ مُنْكَراً وَالْمُنْكَرَ مَعْرُوْفاً، قَالُوْا اَوَ كَائِنٌ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ وَ اَشَدُّ مِنْهُ سَيَكُوْنُ، قَالُوْا وَمَا اَشَدُّ مِنْه؟ قَالَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا اَمَرْتُمْ بِالْمُنْكَرِ وَ نَهَيْتُمْ عَنِ الْمَعْرُوْفِ، قَالُوْا اَوَ كَائِنٌ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ نَعَمْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ وَ اَشَدُّ مِنْهُ سَيَكُوْنُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِىْ حَلَفْتُ لَاُ تِيْحَنَّ لَهُمْ فِتْنَةً يَصِيْرُ الْحَلِيْمُ فِيْهَا حَيْرَانَ. (طبرانی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتیں سرکش اور بے قابو ہو جائیں گی، نوجوان طبقہ بدچلن ہو جائے گا۔ اور تم جہاد (دین کے قیام میں جدوجہد اور مالی و جانی قربانی) چھوڑ بیٹھو گے؟ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! مسلم معاشرہ میں کیا یہ خرابی پیدا ہونے والی ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس سے بھی

زیادہ سخت مرحلہ آنے والا ہے! لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول اس سے زیادہ سخت مرحلہ کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم نہ نیکی کا حکم دو گے نہ برائی سے روکو گے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا یہ بھی ہونے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس سے بھی سخت مرحلہ سامنے آنے والا ہے لوگوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول اس سے زیادہ سخت مرحلہ اور کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم برائی کو نیکی اور نیکی کو برائی سمجھنے لگو گے لوگوں نے کہا کیا یہ بھی ہونے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے اس سے بھی زیادہ سخت مرحلہ آنے والا ہے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول اس سے بھی زیادہ سخت مرحلہ کیا ہوگا؟ فرمایا تمھارا کیا حال ہوگا جب تم برائی کا حکم دو گے اور نیکی سے روکو گے۔ لوگوں نے کہا کیا اُمت پر یہ مرحلہ بھی آنے والا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم جس کی مٹھی میں میری جان ہے اس سے بھی سخت مرحلہ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قسم کھا کر کہتا ہے میں (اس آخری مرحلہ میں اُمت کے داخل ہونے کے بعد) ایسے ایسے فتنوں میں انھیں مبتلا کروں گا کہ ان کے عقلاء و دانش مند حیران و درماندہ ہوجائیں گے (ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا کہ اِن فتنوں سے کیسے بچیں، کہاں بھاگ جائیں!!)

اِس حدیث کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور ابن عمرؓ کی حدیثیں پڑھیے جو ''فتنہ'' کی وضاحت کرتی ہیں۔

دینی جدوجہد سے بے رُخی کا انجام

﴿۳۲۳﴾ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا تَرَکَ قَوْمٌ اَلْجِھَادَ اِلاَّ عَمَّھُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ جہاد (دین کی سربلندی کے لیے محنت، جاں فشانی اور مالی و جانی قربانی) نہ کریں گے اللہ ایسے لوگوں پر عذاب مسلط کردے گا۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب کی تعیین اِس حدیث میں نہیں فرمائی، دوسری جو اِس کے بعد آرہی ہے اس میں عذاب کی نوعیت واضح کردی گئی ہے۔

﴿۳۲۴﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَۃِ وَ اَخَذْتُمْ اَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَ رَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ، وَ تَرَکْتُمُ الْجِھَادَ، سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ ذُلًّا لَا یَنْزِعُہٗ اَبَدًا حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ. (ابوداؤد ــــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم عینہ کے ساتھ کاروبار کرنے لگو گے، جب تم بیل کی دُم تھام لو گے اور کھیتی باڑی میں مگن ہو جاؤ گے اور دین کے قیام کی مہم میں محنت و مشقت سے جی چراؤ گے اور مالی و جانی قربانی سے گریز کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت اور محکومی مسلط کرے گا جو تم سے کبھی نہیں ہٹے گی جب تک اپنے دین کی طرف نہیں پلٹو گے۔

تشریح: عِیْنہ کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، مختصراً یہ سمجھئے کہ سودی کاروبار کو دوسرے خوب صورت نام سے کرنے کا نام عینہ ہے۔ چوں کہ مسلمان ہیں صاف صاف سودی کاروبار کرنے سے شرم آتی ہے اس لیے دوسرے خوب صورت ناموں کے پردے میں یہ کاروبار ہوتا ہے اس طرح یہ لوگ شریعت سے کھیلتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدائے علیم بھی اِن ناموں سے دھوکا کھا جائے گا۔

اس حدیث میں جن خرابیوں کی نشان دہی کی گئی ہے، وہ سب ہم مسلمانوں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں اور یہی ہماری ذلت و محکومی کا حقیقی سبب ہیں۔ اس سے نجات پانے کی کوئی راہ نہیں ہے، جب تک دینی کام ہماری نظر میں تجارت، کاشت کاری اور دوسرے مشاغل سے زیادہ اہم نہ ہو جائے، جب دین کو زندہ کرنے اور طاقت ور بنانے کی راہ میں سرگرم ہوں گے، تب ذِلت و محکومی کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹنی شروع ہوں گی، اس طرح کہ خدا کی راہ کے مسافر حیران رہ جائیں گے!!

دعوت الی اللہ کے کام میں برکت اور قوت بخشنے والے ذرائع

(۱) تلاوتِ قرآن مجید

〈۳۲۵〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَاْدُبَةُ اللّٰهِ، فَاقْبَلُوْا مَاْدُبَتَهٗ مَا اسْتَطَعْتُمْ، اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ حَبْلُ اللّٰهِ، وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَالشِّفَاءُ النَّافِعُ، عِصْمَةٌ لِّمَنْ تَمَسَّكَ بِهٖ، وَ نَجَاةٌ لِمَنِ اتَّبَعَهٗ، لَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ، وَلَا يَعْوَجُّ فَيُقَوَّمَ، وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ، وَلَا يَخْلُقُ مِنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ. (المنذری بہ حوالہ مستدرک)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا دستر خوان ہے، تو خدا کے دستر خوان پر پہنچو جتنی بار پہنچ سکتے ہو۔ بلاشبہ یہ قرآن اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، تاریکیوں کو چھانٹنے والی روشنی ہے اور شفا بخشنے والی، فائدہ دینے والی دوا ہے، یہ مضبوطی سے تھامنے والوں کا محافظ ہے۔ اور پیروی کرنے والوں کے لیے ذریعۂ نجات ہے۔ یہ کتاب بے رُخی اختیار نہیں کرتی کہ اسے منانے کی ضرورت پڑے، اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں کہ سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس کے عجیب معانی کا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اور ایسا لباس ہے جو کثرت استعمال سے پرانا نہیں ہوتا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن کو ’’اللہ کا دستر خوان‘‘ کہہ کر بڑی اہم بات کہی ہے، جس طرح مادّی غذا کے بغیر انسان کا جسمانی وجود برقرار نہیں رہ سکتا اور اس کی برقراری کے لیے اللہ نے غذائی سامان فراہم کیا ہے، اِسی طرح اس نے روحانی وجود برقرار رکھنے کے لیے اپنے ہدایت نامہ کی شکل میں یہ دستر خوان بچھایا ہے، جو لوگ جتنا ہی زیادہ اس روحانی غذا سے استفادہ کریں گے اتنی ہی زیادہ ان کی روحانیت ترقی کرے گی۔

﴿۳۲۶﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَعْرِبُوا الْقُرْاٰنَ وَاتَّبِعُوْا غَرَائِبَہٗ، وَ غَرَائِبُہٗ فَرَائِضُہٗ وَ حُدُوْدُہٗ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کو صاف صاف ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اوراس کے غرائب پر عمل کرو، غرائب سے مراد وہ احکام ہیں جو اللہ نے فرض کیے ہیں، اور وہ کام جن کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے۔

﴿۳۲۷﴾ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقُلْتُ اَوْصِنِیْ، قَالَ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ، فَاِنَّہٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِکَ کُلِّہٖ قُلْتُ زِدْنِیْ، قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَکَ فِی السَّمَاءِ وَ نُوْرٌ لَکَ فِی الْاَرْضِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں، میں نبی ﷺ کے پاس پہنچا، عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمائیے، آپؐ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یہ چیز تمھارے تمام حالات کو درست کرنے والی ہے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمائیں، آپؐ نے کہا اپنے کو قرآن کی تلاوت اور اللہ کی یاد کا پابند بنا لو تو خدا تمھیں آسمان پر یاد رکھے گا اور دنیا کی تاریکیوں میں یہ روشنی کا کام دیں گے۔

﴿۳۲۸﴾ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِالْقُرْاٰنِ وَ اَھْلِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِہٖ فِی الدُّنْیَا تَقْدُمُہٗ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَ اٰلِ عِمْرَانَ تَحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِھِمَا. (مسلم)

ترجمہ: نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرمار ہے تھے۔ قیامت کے دن قرآن اور قرآن پر عمل کرنے والے خدا کے حضور لائے جائیں گے، سورۂ بقرہ اور آل عمران، قرآن کی نمائندگی کرتی ہوئی اللہ سے سفارش کریں گی کہ یہ شخص آپ کی مغفرت ورحمت کا مستحق ہے۔

﴿۳۲۹﴾ عَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ وَ کَانَتْ لَہٗ صُحْبَۃٌ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، وَافْشُوْہُ وَ تَغَنَّوْہُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ، وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَاباً. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عبیدہ ملیکیؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قرآن پڑھنے والو! قرآن

کو تکیہ نہ بنانا، دن ورات کے اوقات میں اس کی کما حقہ تلاوت کرنا، اس پڑھنے پڑھانے کو عام کرنا رواج دینا، قرآن کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف مائل نہ ہونا اور اس میں غور وفکر کرنا تا کہ تم کامیاب ہو، اِس کتاب کے ذریعے دنیا کے طلب گار نہ ہونا، بلکہ ہمیشہ باقی رہنے والے انعام کے طلب گار بننا۔

تشریح: ''قرآن کو تکیہ نہ بنانا'' اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن پڑھنے سے غفلت نہ برتنا بلکہ ہمیشہ اس کی تلاوت کرنا، تہجد میں اور تہجد سے الگ با معنی تلاوت کرنا اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو دنیا میں عزت وجاہ اور مال کے حصول کا زینہ نہ بنانا۔

﴿۳۳۰﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا جَلاءُ هَا؟ قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلاوَةِ الْقُرْاٰنِ. (مشکوٰۃ ـــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: دل کو بھی زنگ لگتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے جب بھیگ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسولؐ! دل کا زنگ کس چیز سے دور ہوگا؟ فرمایا موت کو بہ کثرت یاد کرنے سے اور قرآن کی تلاوت سے۔

تشریح: موت کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یاد کرے کہ اسے ایک دن مرنا ہے، یہ دنیا اسے ایک دن ہمیشہ کے لیے چھوڑنی ہے، پھر دنیا کی زندگی میں کئے گئے کاموں کی جانچ ہوگی، پوری جانچ، اور جانچنے والا علیم وخبیر خدا ہوگا، جانچ کے نتیجے میں آدمی پاس ہوگا یا فیل اور ناکام، پاس ہونے والے کے لیے ہمیشہ کا سکھ، اور ناکام ہونے والے کے لیے ہمیشہ کا دکھ! یہ حقیقت جس قدر یاد کی جائے گی اسی تناسب سے دل کا زنگ دور ہوتا جائے گا اور اس کو تلاوتِ قرآن سے بہت قوت حاصل ہوتی ہے، تلاوت کے معنی عربی زبان میں بے سمجھے الفاظ پڑھنے کے نہیں آتے بلکہ قرآن کے الفاظ پڑھنے، معنی سمجھنے اور عمل کرنے کا نام تلاوت ہے، لیکن ماتم کیجئے کہ امت کی اکثریت صرف الفاظ پڑھ لینے پر مطمئن ہوگئی ہے!!

(۲) تہجد اور نوافل

﴿۳۳۱﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ... وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ

بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ، وَ مَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، وَ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَ یَدَهُ الَّتِیْ یُبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا. (بخاری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا... میرا بندہ اپنے جن اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب وہ اعمال ہیں جو میں نے ان پر فرض کیے ہیں، اور میرا بندہ برابر نفلی عبادات کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے. اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور میں اس کا پیر بن جاتا ہوں، جس سے کہ وہ چلتا ہے۔

تشریح: کان، آنکھ وغیرہ بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے اس بندہ کو، جس کا ذکر حدیث میں ہوا ـــــ اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیتا ہے، اب اس کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں اللہ کی خوش نودی کے کاموں میں لگ جاتی ہے اور شیطان کو اس کی قوتوں اور صلاحیتوں کا کوئی حصہ نہیں مل پاتا، محبّ یعنی خدا اپنے محبوب تک شیطان کو بھلا کیسے پہنچنے دے گا۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ کسی محبّ نے اپنے محبوب کو دشمن کے حوالہ کیا ہے!!

﴿۳۳۲﴾ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَأْبُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَ قُرْبَةٌ اِلٰی رَبِّکُمْ وَ مَکْفَرَةٌ لِلسَّیِّاٰتِ وَ مَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ. (ترمذی)

ترجمہ: ابو اُمامہ باہلیؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے کو تہجد کا پابند بناؤ اس لیے کہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے، یہ تمھیں رب سے قریب کرنے والی، گناہوں کو ڈھانپنے والی اور گناہوں سے بچانے والی چیز ہے۔

﴿۳۳۳﴾ عَنْ عَمْرِوبْنِ عَنْبَسَةَ ؓ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَکُوْنَ مِمَّنْ یَّذْکُرُ اللّٰهَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ فَافْعَلْ. (ترمذی)

ترجمہ: عمرو بن عنبسہؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: رب اپنے بندہ سے سب

سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے اگر تم رات کے آخری حصہ میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں شامل ہو سکو تو یہ کرو۔

تشریح: رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ کی رحمت بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اس لیے خدا کو اپنے سے قریب کرنے کے لیے اور اس سے قریب ہونے کے لیے یہ وقت سب سے زیادہ موزوں ہے۔

﴿۳۳۴﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلّٰی، وَاَیْقَظَ اِمْرَأَتَهٗ، فَاِنْ اَبَتْ نَضَحَ فِیْ وَجْهِهَا الْمَاءَ، وَ رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّیْلَ فَصَلَّتْ، وَ اَیْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَاِنْ اَبٰی نَضَحَتْ فِیْ وَجْهِهِ الْمَاءَ. (ابوداؤد، نسائی، ترغیب)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا اس شوہر پر رحمت فرمائے جو رات میں نیند سے اٹھا اور تہجد کی نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا تاکہ وہ بھی پڑھے، اگر نیند کے غلبہ کے سبب وہ نہیں اُٹھ رہی ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیتا ہے۔ اور اللہ اس بیوی پر رحمت نازل فرمائے جو رات میں نیند سے بیدار ہوئی، نماز پڑھی، اور اپنے شوہر کو بھی جگایا تاکہ وہ بھی تہجد پڑھ لے، اور نیند کے غلبہ کے سبب نہیں اٹھتا ہے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیتی ہے۔

تشریح: یاد رہے کہ زبردستی کی نماز نہیں پڑھوائی جا رہی ہے بلکہ دونوں تہجد کے عادی ہیں اور باہم طے ہے کہ پانی کے چھینٹے دے کر جگاؤ۔

﴿۳۳۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِسْتَعِیْنُوْا بِطَعَامِ السَّحُرِ عَلٰی صِیَامِ النَّهَارِ وَ بِقَیْلُوْلَةِ النَّهَارِ عَلٰی قِیَامِ اللَّیْلِ. (ترغیب، ابن ماجہ)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس کہتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: دن میں روزہ رکھنے میں سحری سے مدد لو، اور تہجد کی نماز میں دن کی نیند سے مدد لو۔

تشریح: یعنی سحری کھاؤ تاکہ دن آرام سے گزرے، سستی اور کمزوری نہ واقع ہو، اور جو لوگ تہجد کے لیے اٹھنا چاہیں وہ دن میں سو لیا کریں۔

﴿۳۳۶﴾ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُصَلِّیَ مِنَ اللَّیْلِ مَا قَلَّ اَوْ كَثُرَ، وَ نَجْعَلَ آخِرَ ذٰلِكَ وِتْراً (ترغیب، مسند بزار، طبرانی)

ترجمہ: حضرت سمرہؓ کہتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھنے کی تلقین کی، کم رکعتیں یا زیادہ رکعتیں اور آخر میں وتر پڑھی جائے۔

تشریح: تہجد کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر آٹھ رکعتیں پڑھتے اور کم از کم چار رکعتیں، آدمی اگر اُٹھنے پر قادر ہو تو عشاء کے بعد وتر نہ پڑھے، تہجد کے وقت پڑھنا افضل ہے۔

〈۳۳۷〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ تم فلاں کی طرح نہ ہو جانا، جو تہجد پڑھتے تھے پھر چھوڑ دیا (تم نہ چھوڑنا)۔

تشریح: فلاں سے مراد غالباً عبداللہ بن عمر ہیں، عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم کا بیان ہے کہ حضورؐ کی اس مشفقانہ تنبیہ کے بعد پھر والد صاحب کی تہجد نہیں چھوٹی۔

〈۳۳۸〉 عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم طَرَقَهُ لَيْلاً فَقَالَ اَلَا تُصَلِّيَانِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں ہمارے یہاں آئے اور مجھ سے اور فاطمہؓ سے کہا تم دونوں تہجد کی نماز نہیں پڑھتے؟

تشریح: اس حدیث نیز دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ آخر شب میں جائزہ لینے کے لیے نکلتے کہ کون کس حال میں ہے، پڑا سو رہا ہے یا اپنے رب سے معافی مانگنے اور اسے منانے میں لگا ہوا ہے۔

〈۳۳۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِىْ فَاُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرَ لَهُ. (بخاری و مسلم ــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا ایک تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا رب نظر آنے والے قریبی آسمان پر آتا ہے اور پکارتا ہے کون ہے جو مجھے اپنی مشکل حل کرنے کے لیے پکارے کہ میں اس کی مشکل حل کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگتا ہے کہ اسے دوں؟ کون مجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے کہ میں اس کے گناہ معاف کروں؟

〈۳۴۰〉 عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِہٖ، فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِنْ صَلٰوتِہٖ، فَاِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْ صَلٰوتِہٖ خَیْرًا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز باجماعت سے فارغ ہو جائے، تو اپنے گھر میں بھی سنت اور نفل نماز پڑھے، اگر ایسا کرے تو اللہ اس کے گھر میں نماز پڑھنے کی وجہ سے خیر و برکت نازل فرمائے گا۔

〈۳۴۱〉 عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ، وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ، فَسَدِّدُوْا وَ قَارِبُوْا وَابْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ وَ شَیْءٌ مِنَ الدُّلْجَۃِ. (بخاری ـــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دین (اسلام) آسان ہے اور دین سے جب بھی مقابلہ کیا جائے گا، وہ مقابلہ کرنے والوں کو شکست دے دے گا، پس تم لوگ سیدھے راستہ پر چلو، شدت پسندی اور غلو سے بچو، اور اپنی نجات سے مایوس نہ ہو خوش رہو، کہ تم کو نجات ملے گی ان شاء اللہ، اور کچھ صبح کو چل لو، کچھ شام کو چل لو اور کچھ رات میں چل لو۔

تشریح: دین آسان ہے یعنی اس کے احکام آسان ہیں۔ ہر شخص آسانی کے ساتھ اِس دین پر عمل کر سکتا ہے، اور دین سے مقابلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دین نے جو آسانیاں دی ہیں اس پر بس نہ کرتے ہوئے کوئی شخص شدت پسندی اختیار کرے گا تو بالآخر عاجز ہو جائے گا اور جو پابندیاں اس نے اپنے اوپر لازم کر لی ہیں انھیں نبھا نہیں سکے گا، پس شدت پسندی سے بچانے کے لیے فرمایا دین کی سیدھی راہ پر چلو، شدت پسندی اور غلو سے بچو، اپنی نجات سے مایوس کیوں ہوتے ہو، فرض نمازوں کے علاوہ کچھ صبح کو کچھ شام کو اور کچھ رات کے آخر میں نفلیں پڑھ لیا کرو، اس بات کو نبی ﷺ نے نہایت مؤثر انداز سے پیش کیا کہ مومن کی مثال مسافر کی سی ہے جو مسافر ٹھنڈے وقت میں شام اور صبح سفر کرتا ہے اور کچھ رات میں راستہ طے کرتا ہے تو یہ خیریت اور آرام سے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور جو مسافر راستہ طے کرنے میں دن و رات ایک کر دیتا ہے ایسا مسافر بالآخر تھک کر کہیں بیٹھ جاتا ہے اور منزل پر نہیں پہنچتا، اس مثال سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے سفر میں ہے، تو منزل مقصود

جنت تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ دن ورات عبادت میں مشغول رہے کچھ صبح میں، کچھ شام کو اور کچھ رات کے آخری حصہ میں نوافل پڑھ لے تو ان شاء اللہ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا، یہ تہجد، یہ اشراق اور چاشت کی نفلیں اسی کی عملی شکلیں ہیں جنھیں نبیؐ نے اپنی اُمت کے سامنے پیش کیا۔

یہاں یہ بات یاد رکھیے، یہ بشارت ان لوگوں کو دی جارہی ہے جو اونچے درجہ کے نیک اعمال کرنے کے باوجود اپنی نجات سے مایوس ہورہے تھے کہ بھلا اعمال کی اتنی تھوڑی پونجی سے سلامتی کے گھر جنت میں کیسے جگہ پاسکیں گے۔

〈۳۴۲〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ مَا افْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَی النَّاسِ مِنْ دِیْنِھِمُ الصَّلٰوۃُ، وَ آخِرُ مَا یَبْقَی الصَّلٰوۃُ، وَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الصَّلٰوۃُ، وَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اُنْظُرُوْا فِیْ صَلٰوۃِ عَبْدِیْ، فَاِنْ کَانَتْ تَامَّۃً کُتِبَتْ تَامَّۃً، وَ اِنْ کَانَتْ نَاقِصَۃً یَقُوْلُ انْظُرُوْا ھَلْ لِعَبْدِیْ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَاِنْ وُجِدَ لَہٗ تَطَوُّعٌ تَمَّتِ الْفَرِیْضَۃُ مِنَ التَّطَوُّعِ، ثُمَّ قَالَ انْظُرُوْا ھَلْ زَکَاتُہٗ تَامَّۃٌ؟ فَاِنْ کَانَتْ تَامَّۃً کُتِبَتْ تَامَّۃً، وَ اِنْ کَانَتْ نَاقِصَۃً قَالَ انْظُرُوْا ھَلْ لَہٗ صَدَقَۃٌ؟ فَاِنْ کَانَتْ لَہٗ صَدَقَۃٌ تَمَّتْ زَکَاتُہٗ. (المنذری بہ حوالہ مسند ابویعلیٰ ــــ انسؓ)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: دین میں جو چیز اللہ نے فرض کی وہ نماز ہے اور (اُمت میں) جو چیز آخر میں باقی رہے گی وہ نماز ہے، اور قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اور اللہ اپنے فرشتوں سے کہے گا میرے اس بندے کی فرض نماز کو دیکھو، اگر وہ مکمل ہے تو مکمل لکھو، اور اگر اس کی فرض نماز ناقص ہے تو دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں کچھ نفل نمازیں بھی ہیں؟ اگر نفل نمازیں ہیں تو فرض نماز کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا، پھر اللہ فرشتوں سے کہے گا دیکھو میرے بندے کے نامۂ اعمال میں زکوٰۃ مکمل ہے؟ اگر مکمل ہے تو مکمل زکوٰۃ کا بدلہ ملے گا، اور اگر اس کی زکوٰۃ میں کمی اور کوتاہی ہے تو اللہ فرمائے گا دیکھو اس بندہ کے نامۂ اعمال میں نفلی صدقات بھی ہیں؟ اگر ہیں تو فرض زکوٰۃ کی کمی کو نفلی صدقات سے پورا کیا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں صرف نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ہے مقصد یہ ہے کہ اسی طرح تمام فرائض کی جانچ ہوگی اور فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ لوگوں کو فرائض کے بعد نوافل کی فکر کرنی چاہیے، کیوں کہ آدمی

فطرتاً کمزور ہے نماز کو کتنا ہی بنا سنوار کر پڑھے کچھ نہ کچھ کمی رہ ہی جاتی ہے، اگر اس کے پاس نفلی نمازیں نہیں ہیں تو فرائض کی کمی کس طرح پوری کی جائے گی!!

(۳) انفاق

﴿۳۴۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ، وَ اِنَّمَا لَہٗ مِنْ مَالِہٖ ثَلاثٌ، مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی، اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی، اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی، وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَھُوَ ذَاھِبٌ وَ تَارِکُہٗ لِلنَّاسِ. (مسلم ـــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے یہ مال میرا ہے، یہ مال میرا ہے، حالاں کہ اس کے لیے مال میں تین حصے ہیں (۱) جو کھالیا وہ ختم ہوا، (۲) جو پہن لیا وہ بوسیدہ ہوا، (۳) اور جو کچھ خدا کی راہ میں دیا وہی اپنے لیے جمع کیا۔ اس کے علاوہ جو مال ہے تو آدمی قبر میں چلا جائے گا اور مال اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جائے گا۔

تشریح: خدا کی راہ میں دینے کا مطلب یہ ہے کہ زائد از ضرورت مال کو اقامتِ دین کی مہم میں لگاؤ اور خدا کے بے سہارا بندوں پر خرچ کرو جو تمھارے بھائی ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے اس مضمون کی حدیث گزر چکی ہے۔

﴿۳۴۴﴾ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ کُلُّ امْرِیءٍ فِیْ ظِلِّ صَدَقَتِہٖ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ (مسند احمد)

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں، میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک، آدمی اپنے صدقہ کے سایہ میں رہے گا۔

تشریح: محشر میں شدید گرمی ہوگی، نا قابلِ تصور گرمی اس دن صدقات سایہ کی شکل اختیار کریں گے، صدقہ کرنے والا اُس دن کی بے پناہ گرمی سے محفوظ رہے گا۔

﴿۳۴۵﴾ عَنِ الْحَسَنِؒ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّوَجَلَّ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اُفْرُغْ مِنْ کَنْزِکَ عِنْدِیْ، وَلاَ حَرَقَ وَلاَ غَرَقَ وَلاَ سَرَقَ، اُوْفِیْکَہٗ اَحْوَجَ مَا تَکُوْنُ اِلَیْہِ. (طبرانی)

ترجمہ: حسن بصریؒ (تابعی) کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا قول نقل کیا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے اے آدمؑ کے بیٹے! تو اپنا مال میرے خزانہ میں جمع کر کے نچنت اور مطمئن ہوجا نہ آگ لگنے کا خطرہ، نہ پانی میں ڈوبنے کا اندیشہ، اور نہ کسی چور کی چوری کا ڈر، میرے پاس رکھا گیا مال تجھے پورا دے دوں گا اُس دن جب کہ تو اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوگا۔

تشریح: خدا کے بینک میں مال جمع کرنے کا مطلب خدا کی راہ میں دینا ہے، جو مال خدا کی راہ میں دیا گیا وہ بالکل محفوظ، وہ آگ سے محفوظ، ڈوبنے سے محفوظ اور چوروں سے محفوظ، اور وقت پر پورے مال کی واپسی، اور اس دن میں واپسی جب آدمی ایک ایک پائی کا محتاج ہوگا۔

〈۳۴۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا نَقَصتُ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ وَمَا مَدَّ عَبْدٌ یَدَہٗ بِصَدَقَۃٍ اِلَّا اُلْقِیَتُ فِیْ یَدِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِیْ یَدِ السَّائِلِ. (المنذری بہ حوالۂ طبرانی ــــــ ابن عباسؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: خدا کی راہ میں دینے سے مال کم نہیں ہوتا، اور جب کوئی بندہ مال دینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے تو سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔

〈۳۴۷〉 قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَلصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَ عَلٰی ذَوِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَۃٌ وَ صِلَۃٌ. (نسائی وترمذی ــــــ سلمان بن عامرؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: غریب غیر رشتہ دار کو دینے سے اکہرا ثواب ملے گا اور غریب رشتہ دار کو دینے سے دُہرا ثواب ملے گا، ایک صدقہ کا اور دوسرا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کا۔

〈۳۴۸〉 عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍؓ اِنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الصَّدَقَاتِ اَیُّھَا اَفْضَلُ؟ قَالَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ الْکَاشِحِ. (ترغیب)

ترجمہ: حکیم بن حزامؓ کہتے ہیں ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ صدقہ جو آدمی اپنے غریب رشتہ دار کو دیتا ہے جب کہ وہ رشتہ دار اس سے دشمنی کرتا ہو۔

〈۳۴۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْضَلُ دِیْنَارٍ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی عَیَالِہٖ، وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی دَابَّۃٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَ دِیْنَارٌ یُنْفِقُہٗ عَلٰی اَصْحَابِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

(مسلم ــــــ ثوبانؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: وہ دینار درجہ اور ثواب کے لحاظ سے افضل ہے جسے آدمی اپنے بال

بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے سواری وغیرہ کی خریداری اور تیاری میں لگاتا ہے، اور وہ دینار افضل ہے جسے آدمی اپنے مجاہد ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔

〈۳۵۰〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا بْنَ آدَمَ اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَکَ، وَ اَنْ تُمْسِکَهٗ شَرٌّ لَکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰى کَفَافٍ وَابْدَءْ بِمَنْ تَعُوْلُ. (ترمذی۔ابوامامہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو اپنے زائد از ضرورت مال کو خدا کی راہ میں دے گا تو یہ تیرے حق میں بہتر ہوگا، اور اگر نہ دے گا بخیلی کرے گا تو یہ تیرے حق میں برا ہوگا، اور تو اللہ کے نزدیک مستحقِ ملامت نہ ہوگا اگر تیرے پاس جائز ضروریات سے زیادہ نہ ہو (راہِ خدا میں نہ دے تو گنہگار نہ ہوگا) اور اپنا مال سب سے پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔

تشریح: یہ حدیث اوپر والی حدیث کے پہلے جز کی تشریح کرتی ہے، بیوی بچوں کو بھوکا رکھ کر راہِ خدا میں دینا کوئی نیکی نہیں ہے، اپنا سب کچھ راہِ خدا میں لٹانا ان حالات میں جائز بلکہ افضل ہے جب کہ وہ حالات ہوں جن میں ابوبکر صدیقؓ نے لٹایا تھا، فوری ضرورت تھی راہِ خدا میں دینے کی اور ان کو یقین تھا کہ غلہ وغیرہ آ رہا ہے، اتنی سی دیر میں بیوی بچے بھوک سے مر نہ جائیں گے اور بیوی بچے وہ تھے جو راہِ خدا میں ہر طرح کی قربانیاں دینے والے تھے!!

〈۳۵۱〉 عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ فَاِنَّکُنَّ اَکْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَامَتِ امْرَأَةٌ لَيْسَتْ مِنْ عِلْيَةِ النِّسَاءِ، فَقَالَتْ لِمَ نَحْنُ اَکْثَرُ اَهْلِ جَهَنَّمَ؟ فَقَالَ لِاَنَّکُنَّ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَ تَکْفُرْنَ الْعَشِيْرَ. (مسند احمد)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے تقریر فرمائی اور عورتوں سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے عورتو! تم صدقہ وخیرات کرو، اس لیے کہ قیامت کے دن جہنم میں تمھاری اکثریت ہوگی۔ تو ایک عورت نے جو اونچے مرتبے کی نہ تھی (عام خواتین میں سے تھی) اُس نے کہا ہم عورتوں کی اکثریت جہنم میں کن وجوہ سے جائے گی؟ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ عورتیں بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔

تشریح: مطلب یہ کہ عورتوں کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے، دوسروں پر کیچڑ اُچھالنا، نکتہ چینی کرنا، عیب لگانا، غیبت کرنا اور بہتان لگانا اِن کا خاص مشغلہ ہوتا ہے، اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں، ذرا سا مزاج کے خلاف ہو جائے تو شوہروں کے تمام احسانات پر جھاڑو پھیر دیتی ہیں، کہتی ہیں اس گھر میں کبھی آرام نہیں ملا۔

﴿۳۵۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَا رَجُلٌ فِیْ فَلَاۃٍ مِنَ الْاَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتاً فِیْ سَحَابَۃٍ اِسْقِ حَدِیْقَۃَ فُلَانٍ، فَتَنَحّٰی ذٰلِکَ السَّحَابُ، فَاَفْرَغَ مَاءَ ہٗ فِیْ حَرَّۃٍ، فَاِذَا شَرْجَۃٌ مِنْ تِلْکَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِکَ الْمَاءَ کُلَّہٗ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِیْقَۃٍ یُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِہٖ، فَقَالَ لَہٗ یَا عَبْدَ اللّٰہِ مَا اسْمُکَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْاِسْمِ الَّذِیْ سَمِعَ فِی السَّحَابَۃِ فَقَالَ لَہٗ یَا عَبْدَ اللّٰہِ لِمَ سَأَلْتَنِیْ عَنِ اسْمِیْ؟ قَالَ قَدْ سَمِعْتُ فِی السَّحَابِ الَّذِیْ ھٰذَا مَاءُ ہٗ اِسْقِ حَدِیْقَۃَ فُلَانٍ لِاِسْمِکَ فَمَا تَصْنَعُ فِیْھَا؟ قَالَ اَمَّا اِذْ قُلْتَ ھٰذَا، فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْھَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِہٖ، وَ آکُلُ اَنَا وَ عِیَالِیْ ثُلُثَہٗ، وَ اَرُدُّ ثُلُثَہٗ (مسلم ــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا اے بادلو! فلاں شخص کے باغ پر برسو، اسے سیراب کرو، چناں چہ وہ بادل ایک طرف کو گئے اور اپنا پانی ایک پہاڑی زمین میں انڈیل دیا، وہاں ایک نالہ تھا اس نے سارا پانی اپنے اندر سمیٹ لیا اور بہہ نکلا تو یہ مسافر پانی کے ساتھ چلا، آگے کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی باغ میں کھڑا بیلچہ سے پانی کو اپنے باغ کی طرف موڑ رہا ہے تاکہ اسے سینچے، باغ والے سے اس مسافر نے پوچھا اے اللہ کے بندے تیرا کیا نام ہے، تو اس نے وہی نام بتایا جو اس نے فضا سے سنا تھا۔ باغ والے نے اس سے پوچھا تم نے میرا نام کیوں پوچھا؟ مسافر نے کہا میں نے فضا سے یہ آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا اے بادلو جاؤ اور فلاں کے باغ کو سیراب کردو؟ تو بتاؤ تم اپنے باغ کی پیداوار میں کیا کرتے ہو کہ خدا نے تمھارے اوپر یہ خصوصی کرم فرمایا؟ باغ والے نے کہا جب تم پوچھ بیٹھے ہو اور صورتِ حال سے واقف ہو گئے تو لو میں تمھیں بتاتا ہوں، اِس باغ سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، میں اس کے تین حصے کرتا ہوں، ایک تہائی خدا کی راہ میں دے دیتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے متعلقین کھاتے ہیں، اور ایک تہائی آمدنی اسی باغ میں سینچائی وغیرہ میں لگاتا ہوں۔

〈۳۵۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَ حَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَ نَشَرَهٗ، اَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ، وَ مُصْحَفاً وَرَّثَهٗ، اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، اَوْ بَیْتًا لِاِبْنِ السَّبِیْلِ بَنَاهُ، اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ، اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَ حَیَاتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ. (ترغیب بہ حوالۂ صحیح ابن خزیمہ ـــــ ابو ہریرۃؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے مرنے کے بعد اس کی کچھ نیکیوں کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ یہ ہیں (۱) کسی کو دین کی تعلیم دی اور اسے پھیلایا (۲) نیک لڑکا یا لڑکی چھوڑی (جو اس کے لیے دعا کرے گا) (۳) قرآن کسی کو دیا (۴) مسجد بنوادی (۵) مسافر خانہ بنوایا (اسی میں عربی درس گاہوں میں دارالاقامہ کی تعمیر بھی داخل ہے (۶) نہر کھدوائی (۷) کوئی اور کام کیا، اس میں اپنی رقم لگائی ـــــ تو جب تک اِن چیزوں سے فائدہ اُٹھایا جاتا رہے گا اس کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

تشریح: بعض دوسری روایتوں میں کنواں کھدوانے اور باغ لگانے کا بھی ذکر آیا ہے، اس طرح کے صدقات کو صدقۂ جاریہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں جن کاموں کا ذکر کیا گیا ہے صرف وہی کام صدقۂ جاریہ نہیں ہیں اور بھی دوسرے کام ہوسکتے ہیں مثلاً مدارسِ دینیہ میں کتابیں وقف کرنا، اپنی جائداد مدرسہ کے نام لکھنا وغیرہ۔

〈۳۵۴〉 عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ، فَلَمَّا رَاٰنِیْ قَالَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ؟ فَقُلْتُ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمُ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالاً اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ، وَ قَلِیْلٌ مَا هُمْ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپؐ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی فرمایا وہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہونے والے ہیں، میں نے دریافت کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان، کون لوگ تباہ و برباد ہونے والے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ تباہ و برباد ہوں گے جو مال دار ہونے کے باوجود راہِ خدا میں نہیں دیتے، کامیاب و کامراں صرف وہ ہوگا جو اپنی دولت لٹائے، سامنے والوں کو دے، جو پیچھے ہیں انھیں دے اور بائیں طرف کے لوگوں کو دے اور ایسے مال دار بہت ہی کم ہیں۔!

تشریح: آدمی کیوں بخل کرتا ہے اس کا ایک بڑا سبب اولاد کی محبت ہے، ان کے معاشی مستقبل کو سنوارنے کے لیے بچا بچا کر رکھتا ہے اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کی اولاد غربت اور تنگ دستی کا شکار ہو جائے، ان کی دنیا سنوارنے کی اسکیم سے نہ اولاد کا بھلا ہو! نہ ان کا بھلا ہو! اس کی توضیح کے لیے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا ترجمہ پڑھیے جسے طبرانی نے نقل کیا ہے فرمایا:

اللہ اپنے بندوں میں سے دو بندوں کو بلائے گا، اِن دونوں کو اللہ نے مال اور اولاد کی کثرت سے نوازا تھا، ان میں ایک سے پوچھے گا اے فلاں! وہ کہے گا بندہ حاضر ہے، ارشاد ہو کیا حکم ہے؟ اللہ کہے گا کیا میں نے تجھے مال و اولاد کی کثرت سے نہیں نوازا تھا؟ وہ کہے گا ہاں اے میرے رب آپ نے بلاشبہ بہت سی اولاد اور مال سے نوازا تھا، اللہ کہے گا جو مال میں نے تجھے دیا تھا تو کیا کیا؟ کس طرح کے کام کیے؟ وہ کہے گا اے میرے رب میں نے وہ مال اپنی اولاد کے لیے چھوڑا تاکہ میرے بعد وہ تنگ دستی کا شکار نہ ہوں، اللہ کہے گا اگر تم حقیقت واقعہ کو جان لیتے تو ہنستے بالکل نہیں اور غمگین ہمیشہ رہتے، لے میں تجھے بتاتا ہوں تیری اولاد تنگ دستی کی زندگی گزار رہی ہے (تیرا پلان اولاد کے کام نہ آیا)۔ پھر دوسرے کو بلائے گا اور اسی طرح کا سوال اس سے کرے گا، وہ کہے گا اے میرے رب میں نے تیرا بخشا ہوا مال تیری بندگی کی راہ میں خرچ کیا اور اپنی اولاد کے بارے میں تیرے کرم پر بھروسا کیا اور اس یقین کے ساتھ انھیں تیرے کرم کے حوالے کیا کہ تو انھیں برباد نہ ہونے دے گا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا سن اپنی اولاد کے سلسلے میں تو نے جس بات پر اعتماد کیا تھا تیرے مرنے کے بعد میں نے انھیں وہی چیز دی ہے، وہ خوش حالی اور تونگری کی زندگی گزار رہے ہیں۔

(۴) توبہ و استغفار

دعوت الی اللہ کے کام میں قوت و برکت پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ توبہ و استغفار اور ذکر و دعا ہے، اللہ کی طرف رجوع ہونے اور گناہوں سے معافی کی درخواست اور ذکر و دعا سے عہد بندگی تازہ ہوتا ہے، دعوتی کام میں برکت ہوتی ہے اور قوتِ کار بڑھتی ہے۔ اس عنوان کے تحت کچھ حدیثیں پڑھیے:

‹۳۵۵› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَ قَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ. (بخاری و مسلم ــــــ انس بن مالکؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ گناہ کرنے کے بعد معافی مانگنے کے لیے جب اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اللہ کو اپنے بندہ کے پلٹ آنے پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو کسی صحرا میں سفر کر رہا تھا، ایک جگہ ذرا دم لینے کے لیے اُترا اور درخت کے نیچے لیٹا، تھکا ہوا تھا، نیند آ گئی، تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو اونٹنی غائب، اس کے اوپر کجاوہ میں کھانا اور پانی ہے، صورت حال یہ ہے کہ صحرا میں ہے وہاں کھانا اور پانی کہاں، اور واحد ذریعۂ سفر اونٹنی ٹھہری اور وہ ہے غائب، بے چارے نے اِدھر اُدھر چھان مارا مگر اونٹنی نہ ملی، بالآخر مایوس ہو کر اسی درخت کے نیچے آ کر مرنے کے لیے لیٹ گیا، جب دوسری طرف کروٹ لی تو دیکھتا ہے اونٹنی پاس کھڑی ہے، تو انتہائی مسرت میں وہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے، کہنا یہ چاہتا تھا اے اللہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں لیکن انتہائی مسرت میں اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے ـــــ نبی ﷺ فرماتے ہیں جب کوئی بندہ گناہ کرنے کے بعد شرمندہ ہوتا اور توبہ کرتا ہے تو رب کریم کو اس اونٹنی والے صحرائی مسافر سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

تشریح: درج کردہ حدیث میں بڑے اختصار سے بات کہی گئی، ہم نے اسی مضمون کی دوسری روایتوں کو سامنے رکھ کر پوری بات پیش کر دی ہے، اندازہ کیجیے اللہ کی رحیمی کا!!

⟨۳۵۶⟩ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِاللَّیْلِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ النَّھَارِ، وَ یَبْسُطُ یَدَہٗ بِالنَّھَارِ لِیَتُوْبَ مُسِیْءُ اللَّیْلِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِھَا.

(مسلم ـــــ ابوموسیٰ اشعریؓ)

ترجمہ: اللہ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں جو گناہ کر کے خدا سے دور ہو گیا ہے، توبہ کرے اور خدا اس کو اپنے سے قریب کر لے، اسی طرح وہ اپنا ہاتھ دن میں پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کر کے خدا سے دور ہونے والا بندہ توبہ کرے اور خدا اس کو اپنے قریب کر لے (اسی لیے تو اپنا ہاتھ پھیلاتا اور بڑھاتا ہے تاکہ بھاگے ہوئے بندے کو اپنے دامن میں چھپا لے کہ پھر شیطان کا داؤ بھی اس پر نہ چلے) یہ موقع اس وقت تک رہے گا کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

⟨۳۵۷⟩ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَّبِّہٖ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اَنَّہٗ قَالَ یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَ جَعَلْتُہٗ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ، فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ، یَا عِبَادِیْ

كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِیْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِیْ اَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِیْ اَنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ اَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً، فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَكُمْ (مسلم)

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور تم پر بھی ظلم کو حرام کیا ہے، آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس شخص کے جسے میں ہدایت دوں، تو تم مجھ سے ہدایت کی درخواست کرو تو میں تمھیں ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم میں ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں، تو تم مجھ سے کھانا مانگو تو میں تمھیں کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جسے میں پہناؤں، تو تم مجھ سے کپڑا مانگو تو میں تمھیں پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گناہ کرتا ہے دن میں بھی اور رات کو بھی، اور میں تمام گناہ معاف کرسکتا ہوں تو تم مجھ سے معافی مانگو تو میں تمھارے سارے گناہ معاف کردوں گا۔

توبہ کب تک قبول ہوگی؟

﴿۳۵۸﴾ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ
(ترمذی ـــــ ابن عمرؓ)

ترجمہ: اللہ بندہ کی توبہ سانس اکھڑنے سے پہلے تک قبول کرتا ہے۔

تشریح: اگر کسی نے ساری زندگی گناہوں میں گزاری ہو لیکن سانس اکھڑنے سے پہلے ہوش و حواس کی حالت میں سچی توبہ کی تو اللہ اس کے سب گناہ معاف فرمادے گا۔ اس حدیث میں یہ نہیں کہا ہے کہ شاباش گناہ کرتے رہو جاں کنی اور سکرات سے پہلے توبہ کرلینا، بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ موت کا فرشتہ آن کھڑا ہوگا اس لیے فوراً توبہ کرو، دیر نہ کرو، موت کے فرشتہ کا انتظار نہ کرو، جو لوگ توبہ کے لیے موت کا انتظار کرتے ہیں عام طور پر توبہ کیے بغیر مرجاتے ہیں۔

(۵) ذکر و دعا

﴿۳۵۹﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَكَرَنِیْ تَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ. (بخاری ـــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے: جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے جب میرے ذکر میں اس کے دونوں ہونٹ ہلتے ہیں، تو میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔

تشریح: ''اس کے ساتھ ہوتا ہوں'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ بندے کو اپنی حفاظت ونگرانی میں لے لیتا ہے اور برائیوں سے بچاتا ہے۔

یہ حدیث بتاتی ہے کہ ذکر خدا قلب کی توجہ کے ساتھ زبان سے ہونا چاہیے، نماز سے باہر اور نماز کے اندر جو اذکار ومناجات بتائے گئے ہیں ان کو زبان سے ادا کیجئے ہونٹ ہلنے چاہئیں، اسلام میں ''گیان دھیان'' کی گنجایش نہیں ہے، ورنہ حضور ﷺ دعا واذکار کیوں سکھاتے، جن کے ہونٹ نماز میں نہیں ہلتے اور ''دل'' میں پڑھتے ہیں انھیں سوچنا چاہیے۔

ذکر زندگی ہے

‹۳۶۰› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. (بخاری ومسلم ــــ ابوموسیٰ اشعریؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے زندہ آدمی کی سی ہے، اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ہے وہ مردہ کی طرح ہے۔

تشریح: انسانی ڈھانچہ کی زندگی کھانے پر منحصر ہے، اگر کھانا نہ ملے تو یہ ڈھانچہ مرجاتا ہے، اور اس ڈھانچہ کے اندر جو روح ہے اس کی غذا اللہ کی یاد ہے، اگر اسے یہ غذا نہ ملے تو اس پر موت طاری ہوجاتی ہے چاہے اس کا ظاہری خول (جسم) کتنا طاقت ور ہو۔

ذکر کی تعلیم

‹۳۶۱› عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَلِّمْنِیْ کَلَامًا اَقُوْلُهٗ، قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ. (مسلم)

ترجمہ: سعد بن وقاصؓ کہتے ہیں ایک دیہاتی عرب، رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا مجھے

ایک 'ذکر' بتادیجیے جس سے میں خدا کو یاد کروں۔ آپ نے یہ ذکر بتایا لاَ اِلٰہَ سے اَلْحَکِیْم تک جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اللہ کے سوا کوئی اور ذات معبودیت، محبت واطاعت کے لائق نہیں ہے۔ اس کا کسی پہلو سے کوئی ساجھی نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور شکر وتعریف اسی کے لیے ہے۔ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ کسی کے پاس قوت وتدبیر نہیں ہے، اگر تدبیر وقوت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کے سہارے مل سکتی ہے۔ وہ مکمل اقتدار کا مالک اور علم وعدل کے ساتھ اپنے اقتدار کو استعمال کرنے والا ہے۔''

فرض نماز کے بعد

﴿۳۶۲﴾ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ اِذَا سَلَّمَ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلاَ مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ. (بخاری)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھتے (لا الٰہ سے آخر تک جس کا ترجمہ یہ ہے) ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، مکمل اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو کچھ (اپنے بندوں میں سے کسی کو) دینا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جس سے کسی کو محروم کرنا چاہے تو کوئی طاقت اسے دے نہیں سکتی، اور تیرے مقابلہ میں کسی صاحبِ قدرت کی قدرت کچھ کام نہیں آسکتی۔

اللہ کی یاد ایک مضبوط قلعہ ہے

﴿۳۶۳﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اٰمُرُکُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ کَثِیْرًا، وَ مَثَلُ ذٰلِکَ کَمَثَلِ رَجُلٍ طَلَبَہُ الْعَدُوُّ سِرَاعًا حَتّٰی اَتٰی حِصْنًا حَصِیْنًا فَاَحْرَزَ نَفْسَہٗ فِیْہِ، وَ کَذٰلِکَ الْعَبْدُ لاَ یَنْجُوْ مِنَ الشَّیْطَانِ اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ. (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: میں تم کو زیادہ سے زیادہ اللہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہوں، اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں اور وہ بھاگ کر کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے لے، اسی طرح بندہ شیطان سے نہیں بچ سکتا ہے مگر خدا کی یاد کے سہارے۔

تشریح: اللہ کی یاد کا مطلب ہے خدا کی ذات وصفات، اس کی عظمت وجبروت، اس کا رحم و کرم اور اس کا بطش وانتقام غرض جملہ صفات کا شعور رکھنا زندہ اور طاقت ورشعور! یہ شعور جتنا طاقت ور ہوگا اسی تناسب سے شیطان ونفس امارہ کے حملوں سے محفوظ رہے گا، یہ فرض نمازیں، یہ نوافل وتہجد اور یہ اذکار اور دعائیں جو حضورؐ نے سکھائی ہیں اسی ہمہ وقتی یاد پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی تدابیر ہیں۔ بہ شرطے کہ آدمی انھیں یاد کرے، ان کے معنی ومفہوم کو جانے اور بار بار پڑھے۔

ذاکر خدا کی نظر میں

‹۳۶۴› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اللّٰہُ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَ اَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَکَرَنِیْ، فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ وَ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِنْهُمْ، وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعاً، وَ اِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً. (بخاری ومسلم۔ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے میرا (مومن) بندہ میرے بارے میں جیسا یقین رکھتا ہے ویسا ہی مجھے پائے گا، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے (چپکے چپکے یاد کرتا ہے) تو میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے انسانی مجمع سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں (فرشتوں کے اجتماع میں ان کا تذکرہ کرتا ہوں)، اگر وہ میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف چار ہاتھ بڑھتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کے قریب دوڑ کر آتا ہوں۔

تشریح: بندۂ مومن کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ رحمٰن ورحیم ہے، وہ مغفرت فرمانے اور معاف کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ وہ مجھے اپنے عقیدہ کے مطابق پائے گا، میں اس پر اپنی رحمت نازل کروں گا اور دنیا اور آخرت میں اس کی دست گیری کروں گا، چناں چہ بعد کے فقرے اس کی بہترین تشریح ہیں۔

ذاکرین کے بارے میں خدا اور فرشتوں کی گفتگو

‹۳۶۵› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ

اَهلَ الذِّکرِ، فَاِذَا وَجدُوا قَومًا یَذکُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوا هَلُمُّوا اِلیٰ حَاجَتِکُم، فَیَحفُّونَهُم بِاَجنِحَتِهِم اِلَی السَّمَاءِ الدُّنیَا، قَالَ فَیَسأَلُهُم رَبُّهُم ـــ وَهُوَ اَعلَمُ بِهِم ـــ مَا یَقُولُ عِبَادِیْ؟ قَالَ یَقُولُونَ یُسَبِّحُونَکَ وَ یُکَبِّرُونَکَ وَ یُحَمِّدُونَکَ وَ یُمَجِّدُونَکَ، قَالَ فَیَقُولُ هَل رَأَونِی؟ قَالَ فَیَقُولُونَ لاَ وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَأَوکَ، قَالَ فَیَقُولُ کَیفَ لَو رَأَونِی؟ قَالَ یَقُولُونَ لَو رَأَوکَ کَانُوا اَشَدَّ لَکَ عِبَادَةً وَ اَشَدَّ لَکَ تَمجِیدًا وَ اَکثَرَ لَکَ تَسبِیحاً قَالَ فَیَقُولُ فَمَا یَسأَلُونِّی؟ قَالَ یَقُولُونَ یَسأَلُونَکَ الجَنَّةَ، قَالَ فَیَقُولُ وَهَل رَأَوهَا؟ قَالَ یَقُولُونَ لاَ وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَأَوهَا قَالَ فَیَقُولُ فَکَیفَ لَو رَأَوهَا؟ قَالَ یَقُولُونَ لَو اَنَّهُم رَأَوهَا کَانُوا اَشَدَّ عَلَیهَا حِرصًا اَو اَشَدَّ لَهَا طَلَباً وَ اَعظَمَ فِیهَا رَغبَةً، قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُونَ؟ قَالَ یَقُولُونَ یَتَعَوَّذُونَ مِنَ النَّارِ، قَالَ فَیَقُولُ وَ هَل رَأَوهَا؟ قَالَ یَقُولُونَ لاَ وَاللّٰهِ مَا رَأَوهَا، قَالَ فَیَقُولُ فَکَیفَ لَو رَأَوهَا؟ قَالَ یَقُولُونَ لَو رَأَوهَا کَانُوا اَشَدَّ مِنهَا فِرَارًا وَ اَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ فَیَقُولُ اُشهِدُکُم اِنِّی قَد غَفَرتُ لَهُم۔ (بخاری ـــ ابوہریرہؓ)

ترجمه: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں پھرتے ہیں اس غرض سے کہ کہاں کون لوگ اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ جب وہ کچھ لوگوں کو یادِ خدا کرتے پاتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں یہاں آؤ، یہاں وہ لوگ موجود ہیں جن کی تمھیں تلاش تھی، تو وہ آسمان تک اپنے پروں سے احاطہ کر لیتے ہیں۔ پھر یہ فرشتے خدا کی جناب میں حاضر ہوتے ہیں تو پوچھتا ہے۔ حالاں کہ اسے تو سب کچھ معلوم ہے ـــ اے فرشتو! میرے یہ بندے کہتے کیا ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی تسبیح کرتے ہیں، آپ کی بڑائی بیان کرتے ہیں، آپ کا شکر کرتے ہیں، اور آپ کی بزرگی اور عظمت کا اعلان کرتے ہیں، اللہ کہتا ہے کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے نہیں، آپ کی قسم انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا، خدا کہتا ہے اگر انھوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں یہ لوگ آپ کو دیکھ لیتے تو اس سے زیادہ سرگرمی اور جوش کے ساتھ آپ کی بندگی میں لگ جاتے اور زیادہ سے زیادہ آپ کی تسبیح میں مشغول

ہوتے، پھر وہ پوچھتا ہے میرے یہ بندے مجھ سے مانگتے کیا ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یہ لوگ تجھ سے جنت مانگتے ہیں، اللہ ان سے پوچھتا ہے کیا انھوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ اے ہمارے رب انھوں نے جنت نہیں دیکھی ہے، اللہ پوچھتا ہے اگر جنت انھوں نے دیکھ لی ہوتی تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو اس کی تمنا اور بڑھ جاتی، اس کی طلب و رغبت اور شدید ہو جاتی، پھر وہ پوچھتا ہے یہ لوگ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں یہ لوگ جہنم سے پناہ مانگتے ہیں، وہ پوچھتا ہے کیا انھوں نے جہنم دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں آپ کی قسم اے ہمارے رب انھوں نے جہنم نہیں دیکھا ہے، وہ پوچھتا ہے اگر انھوں نے جہنم کو دیکھا ہوتا تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر انھوں نے جہنم دیکھا ہوتا تو اس سے اور دور بھاگتے، اس سے اور زیادہ ڈرتے، اس کے بعد اللہ فرشتوں سے کہتا ہے میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے اِن کی مغفرت فرما دی، میں اِن تک جہنم کی آنچ نہ پہنچنے دوں گا، میں ان کو اپنے دامنِ رحمت کے نیچے چھپا لوں گا۔

آدابِ دعا

﴿۳۶۶﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ یَسْتَجِیْبُ لِیْ، فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِکَ وَ یَدَعُ الدُّعَاءَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبیؐ سے روایت کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: بندہ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے بہ شرطے کہ کسی گناہ یا قطع تعلق کی دعا نہ کرے اور جلد بازی سے کام نہ لے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا دعا کرنے والا یوں سوچنے لگتا ہے کہ میں نے بہت دعا کی لیکن قبول نہیں ہو رہی ہے، پس تھک کر وہ دعا کرنا بند کر دیتا ہے۔

دعا کرنے والے کے لیے تین باتوں میں سے ایک لازماً پوری ہوگی

﴿۳۶۷﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَدْعُوْا بِدَعْوَةٍ لَیْسَ فِیْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِیْعَةُ رَحِمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰی ثَلَاثٍ، اِمَّا اَنْ

يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ، وَ اِمَّا اَنْ يَّدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ، وَ اِمَّا اَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا، قَالُوْا اِذًا نُكْثِرَ، قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ. (مسند احمد)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے، جس میں کسی گناہ اور قطع تعلق کی بات نہ ہو، تو اللہ ایسی دعا کو ضرور قبول فرماتا ہے، یا تو اِس دنیا ہی میں اس کی دعا قبول فرمالیتا ہے اور اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، یا آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ بنا تا ہے، یا اس پر کوئی آفت و مصیبت آنے والی ہوتی ہے جسے اِس دعا کی بدولت ٹال دیتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا پھر تو ہم بہت زیادہ دعا مانگیں گے، آپؐ نے فرمایا اللہ بھی بہت دینے والا ہے۔

تشریح: آخرت میں ذخیرہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ میرے بندے نے مجھ سے جو چیز مانگی ہے اس سے بہتر چیز اسے آخرت میں دوں گا۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دعا پورے سوز کے ساتھ مانگو، اور بہت مانگو، اللہ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ سب کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔

پریشان حال کی دعا

﴿۳۶۸﴾ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ، وَ اَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: ابوبکرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پریشان اور غمگین آدمی یہ دعا پڑھے (اَللّٰهُمَّ سے آخر تک) اس کا ترجمہ یہ ہے ''اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، تو آنکھ جھپکتے بھر بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر (اپنی نصرت و رحمت سے محروم نہ کر ورنہ میں برباد ہو جاؤں گا) اور میرے تمام احوال و معاملات درست کردے تیرے سوا کوئی میرا معبود نہیں'' (اس لیے اپنی پریشانیاں تیرے سوا اور کس کے سامنے رکھوں! تو ہی میری مشکلات کو حل کرسکتا ہے)۔

خالی ہاتھ لوٹاتے خدا شرماتا ہے

﴿۳۶۹﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ، يَسْتَحْيِيْ اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَيْهِ يَدَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ (ابوداؤد و ترمذی ـــــ سلمان فارسیؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حیادار اور سخی ہے، جب کوئی بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے پھیلاتا ہے، تو ناکام خالی ہاتھ لوٹاتے اسے شرم آتی ہے۔

دعا بعد از نماز

〈۳۷۰〉 عَنْ مُعَاذٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَخذَ بِیَدِہٖ وَ قَالَ یَا مُعَاذُ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ ثُمَّ قَالَ اُوْصِیْکَ لَا تَدَعَنَّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ. (ریاض الصالحین، ابوداؤد و نسائی)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے پھر فرمایا اے معاذ! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں دیکھو ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور کیا کرنا (اَللّٰھُمَّ سے عِبَادَتِکَ تک، جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ تو میری مدد فرما اپنی یاد میں، اپنے شکر میں اور حسنِ عبادت میں۔

تشریح: مطلب یہ کہ ہم اپنے بل تیرے ذاکر، شاکر اور اچھے عابد نہیں بن سکتے، تیرے ہی سہارے اور تیری ہی توفیق سے ہم یہ سب کچھ بن سکتے ہیں، ورنہ ہم تیرے ذکر سے، تیرے شکر سے غافل ہو جائیں گے، اور پھر کہیں کے نہ رہیں گے۔

یہ حدیث اور اس کے الفاظ کی ترتیب بتاتی ہے کہ عبادت میں حسن اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب آدمی کو خدا کے منعم اور محسن ہونے کا زندہ شعور ہو اور خدا کی یاد سے غافل نہ ہو۔

نماز کے اندر پڑھی جانے والی دعائے صدیقی

〈۳۷۱〉 عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ، قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا، وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتا دیجیے جسے میں اپنی نماز میں (التحیات اور درود کے بعد) پڑھا کروں، آپؐ نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھا کرو (اللھم سے آخر تک جس کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے گناہ کر کے، اور میرے گناہوں کو تیرے سوا کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے، پس تو اپنے فضل و رحمت سے میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھ پر رحم فرما۔ بلاشبہ تو ہی معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے چند خاص دعائیں

﴿۳۷۲﴾ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الۡاَمۡرِ، وَ اَسۡأَلُکَ عَزِیۡمَۃَ الرُّشۡدِ، وَ اَسۡأَلُکَ شُکۡرَ نِعۡمَتِکَ وَ حُسۡنَ عِبَادَتِکَ، وَ اَسۡأَلُکَ لِسَانًا صَادِقاً وَ قَلۡباً سَلِیۡماً. (المنتقٰی)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں دین پر جمنے کی اوراس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے ہدایت اور راست روی پر پختہ ارادہ کی توفیق دے۔ اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی نعمتوں پرشکر گزاری عطا فرمائے اور یہ کہ تیری عبادت میں حسن وخوبی کے ساتھ کروں، اور میں تجھ سے سچ بولنے والی زبان اور گندے جذبات اور ہر طرح کی کھوٹ سے پاک دل کی درخواست کرتا ہوں۔

﴿۳۷۳﴾ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡأَلُکَ اِیۡمَانًا یُبَاشِرُ قَلۡبِیۡ حَتّٰی اَعۡلَمَ اَنَّہٗ لاَ یُصِیۡبُنِیۡ اِلاَّ مَا کَتَبۡتَ لِیۡ، وَ رَضِّنِیۡ مِنَ الۡمَعِیۡشَۃِ بِمَا قَسَّمۡتَ لِیۡ (ترغیب)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے اُس ایمان کی درخواست کرتا ہوں جو میرے دل میں اس طرح رچ بس جائے کہ جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو مجھے اس بات کا یقین حاصل ہو کہ یہ تیری طرف سے مقدر تھی اس لیے آئی (اور تیری طرف سے جو چیز آئے گی میری بہتری کے لیے آئے گی پس یہ مصیبت بھی میری تربیت کے لیے آئی ہے)۔ اور میرے لیے جتنا رزق تو نے طے کر دیا ہے اس پر مجھے راضی اور مطمئن رہنے کی توفیق عطا فرما (زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی ہوس سے بچا اور تنگی کی صورت میں تیری ذات کے بارے میں بدگمانی سے محفوظ رہوں)۔

﴿۳۷۴﴾ اَللّٰھُمَّ لاَ تَکِلۡنِیۡ اِلٰی نَفۡسِیۡ طَرۡفَۃَ عَیۡنٍ، وَلاَ تَنۡزِعۡ مِنِّیۡ صَالِحَ مَا اَعۡطَیۡتَنِیۡ. (المنذری)

ترجمہ: اے اللہ! تو مجھے پل بھر کے لیے بھی میرے اپنے نفس کے حوالہ نہ کرنا اور جو بہترین نعمتیں تو نے مجھے بخشی ہیں انھیں مجھ سے نہ چھیننا۔

تشریح: مطلب یہ کہ مجھے اس حالت سے بچایئے جس میں آدمی تیری وکالت اور سرپرستی سے محروم ہو جاتا ہے اور پھر آدمی نفس اور شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جسے وہ کسی کھڈ میں گرا کر ہی

چھوڑتے ہیں، اسی طرح آدمی جب اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور معصیت کی راہ اختیار کرتا ہے، تو نہ صرف یہ کہ مزید نعمتوں کا دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے بلکہ ملی ہوئی نعمتیں بھی چھن جاتی ہیں۔

﴿۳۷۵﴾ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُکَ خَشْيَتَکَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَ اَسْأَلُکَ كَلِمَةَ الْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَ اَسْأَلُکَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى، وَ اَسْأَلُکَ نَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَ اَسْأَلُکَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقَطِعُ وَ اَسْأَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِکَ، وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِکَ، فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُهْتَدِيْنَ. (ترغیب)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ کھلی اور چھپی دونوں حالتوں میں تجھ سے ڈروں، اور اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ کسی سے میں خوش ہوں یا ناراض، دونوں حالتوں میں میری زبان سے انصاف کی بات نکلے، اور غریبی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق دے۔ اور میں تجھ سے اس خوش حالی کا طلب گار ہوں جو ختم نہ ہوگی، اور آنکھوں کی وہ ٹھنڈک چاہتا ہوں جو ہمیشہ باقی رہے گی، اور تیرے فیصلہ پر راضی و مطمئن رہنے کی درخواست کرتا ہوں، اور میں تیرے دیدار کی لذت اور ملاقات کے اشتیاق کی درخواست کرتا ہوں، میں کسی تباہ کن تکلیف اور کسی گمراہ کن فتنہ کا شکار نہ ہوں۔ اے اللہ ہماری زندگی کو ایمان سے آراستہ کردے اور ہم لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے بننے کی توفیق دے۔

تشریح: ''دیدار کی لذت'' اور ''اشتیاقِ ملاقاتِ رب'' ہی وہ چیز ہے جو سخت سے سخت امتحان میں داعیانِ حق کو پہاڑ کی سی مضبوطی عطا کرتی ہے، اور ماضی بعید اور ماضی قریب کی رودادِ ابتلا شاہد عدل ہے، یہ نہ ہو تو مطلوبہ صبر ہرگز پیدا نہ ہوگا اور آخری دعائیہ ٹکڑے میں قول و عمل کے تضاد سے بچنے کی درخواست کی گئی ہے۔

﴿۳۷۶﴾ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ، سِلْمًا لِاَوْلِيَائِکَ وَعَدُوًّا لِاَعْدَائِکَ، نُحِبُّ بِحُبِّکَ مَنْ اَحَبَّکَ وَ نُعَادِيْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ. (ترغیب للمنذری)

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو حق کی دعوت دینے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ ہم نہ خود گم راہ

ہوں نہ گم راہی کی دعوت دینے والے بنیں، تیری راہ پر چلنے والوں کے ہم دوست ہوں اور تیرے دشمنوں کے دشمن، جو تجھ سے محبت کریں ہمیں ان سے محبت ہو، جو تیرے مخالف ہوں ہم ان کے دشمن ہوں۔

〈۳۷۷〉 اَللّٰھُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا یَحُوْلُ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ مَعَاصِیْکَ، وَ مِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ جَنَّتَکَ، وَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَا یُهَوِّنُ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا، وَ مَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَ اَبْصَارِنَا وَ قُوَّتِنَا مَا اَحْیَیْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلٰی مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِیْ دِیْنِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّا یَرْحَمُنَا.
(ترغیب للمنذری)

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے دل میں اپنا ڈر پیدا فرما دے جو تیری نافرمانی سے ہم کو بچائے۔ ہمیں اپنی اطاعت کی توفیق دے جس کی بدولت ہم تیری جنت میں جگہ پا سکیں۔ ہمیں یقین عطا فرما جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبتیں ہلکی اور آسان ہو جاتی ہیں۔ ہم جب تک زندہ رہیں سننے کی قوت، دیکھنے کی قوت اور جسمانی قوت باقی رکھ (آخر وقت تک ہم بہرے پن، اندھے پن اور جسمانی ضعف سے محفوظ رہیں) اور ہم پر جو ظلم کرے اس سے تو بدلہ لے اور جو ہم سے دشمنی کرے اس کے مقابلہ میں ہمیں اپنی مدد سے نواز۔ ہم پر دینی آفت و مصیبت نہ آنے دے اور دنیا کو ہمارا مقصودِ اعظم نہ بننے دے اور ایسا بھی نہ ہو کہ دنیا تک ہی ہمارے علم کی پہنچ ہو (اور آخرت کے علم سے کورے رہ جائیں) اور ہم پر ایسے لوگوں کو مسلط نہ ہونے دے جو ہم پر رحم نہ کریں۔

〈۳۷۸〉 اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا، وَ اَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِنَا، وَ اهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَ نَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ. (ترغیب للمنذری)

ترجمہ: اے اللہ ہمارے آپس کے تعلقات کو درست رکھ (اور بگڑ گئے ہوں تو درست فرما دے) اور ہمارے دلوں کو جوڑے رکھ (اور قلبی اتحاد کا شیرازہ بکھر گیا ہو تو اسے مجتمع فرما دے) اور ہمیں سلامتی کے راستے دکھا اور ان پر چلا (دینی دعوت کے مراحل میں ہماری رہ نمائی اور دست گیری فرما تاکہ ہم بہ خیریت دارالسلام ـــ جنت ـــ کے مستحق بن سکیں) اور ہمیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دُعا

〈۳۷۹〉 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِیْمَاناً لاَ یَرْتَدُّ، وَ نَعِیْمًا لاَ یَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ اَعْلٰی جَنَّةِ الْخُلْدِ. (مسند احمد)

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے اس ایمان کا سوالی ہوں جو اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہٹے، اور وہ نعمتیں مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہوں گی (جنت کی نعمتیں) اور ہمیشہ باقی رہنے والی اعلیٰ ترین جنت میں تیرے نبی محمد ﷺ کا ساتھ نصیب ہو۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دعا کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ مجھے دنیا میں اپنا وفادار اور رسولؐ کا حق شناس محبتی بنا کہ اس کے بغیر جنت میں حضورؐ کا ساتھ نصیب ہونا ناممکن ہے، حضرت ابن مسعودؓ کو سورۂ نساء کی آیت ۶۹ یاد تھی۔ اللہ نے فرمایا: وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً○

”جو لوگ اللہ و رسولؐ کی (رسول اللہ ﷺ کی) خوش دلی اور تعظیم و محبت کے ساتھ کہنا مانیں گے ان کو ساتھ نصیب ہوگا ان لوگوں کا جنھیں اللہ نے اپنی نوازشوں سے نوازا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا، یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں!

(۶) دنیا سازی سے نفرت اور آخرت کی یاد

یہ چھٹی سب سے اہم تدبیر ہے جو دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کو قوت بخشتی اور ان کے کام میں برکت کا سبب بنتی ہے۔ اس عنوان کے تحت درج ذیل احادیث پڑھیے:

دنیا کی محبت اور موت سے نفرت ـــــ ذلت کا سبب

〈۳۸۰〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعٰی الْاٰکِلَةُ اِلٰی قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَ لٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ، وَلَیَنْزِعَنَّ اللّٰہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ، وَلَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَ کَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ. (ابوداؤد ـــــ ثوبانؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کرکے فرمایا: میری اُمت پر عنقریب وہ وقت آجائے گا جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دسترخوان پر گرتے ہیں۔ کسی کہنے والے نے کہا اے اللہ کے رسولؐ جس دور کا حال آپ بیان فرمارہے ہیں کیا اس دور میں ہم مسلمان اتنی کم تعداد میں ہوں گے کہ ہمیں نگل جانے کے لیے قومیں متحد ہوکر ٹوٹ پڑیں گی؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، اُس زمانہ میں تمھاری تعداد کم نہ ہوگی، بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہوگے لیکن تم سیلابی جھاگ کی طرح ہو جاؤگے (بے وزن، بے قیمت) تمھارے دشمنوں کے سینہ سے تمھاری ہیبت نکل جائے گی اور تمھارے دلوں میں پست ہمتی گھر کرلے گی، ایک آدمی نے پوچھا یہ پست ہمتی کس وجہ سے آجائے گی، اے اللہ کے رسول؟ آپؐ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہوگی کہ لوگ ''دنیا'' سے محبت کرنے لگیں گے اور (خدا کی راہ میں) موت سے نفرت و کراہیت پیدا ہو جائے گی۔

عیش کوشی

〈۳۸۱〉 عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ. قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ، فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے اس موقع پر فرمایا: اے معاذؓ! اپنے کو عیش وعشرت میں پڑنے سے بچانا کیوں کہ خدا کے بندے عیش کوش نہیں ہوتے۔

تشریح: مطلب یہ کہ تم حاکم بن کر جارہے ہو، وہاں زندگی کی لذتوں سے فائدہ اُٹھانے اور ہاتھ رنگنے کا خوب موقع مل سکتا ہے پس تم دنیا پرست حکام جیسی ذہنیت اپنے اندر پیدا نہ ہونے دینا اس لیے کہ یہ خدا کی بندگی سے میل نہیں کھاتی۔

خطرے کی گھنٹی

〈۳۸۲〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِى الْهَوٰى وَ طُوْلُ الْاَمَلِ، فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَ اَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِى الْاٰخِرَةَ هٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَ هٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ، وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا

بَنُوْنَ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لاَ تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلاَ حِسَابَ، وَ غَدًا اَنْتُمْ فِيْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلاَ عَمَلَ. (مشکوۃ ـــ جابرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی اُمت کے بارے میں دو چیزوں کا بہت زیادہ اندیشہ کرتا ہوں ایک دنیا و اسباب دنیا کی محبت، دوسری چیز یہ کہ دنیا سازی کے لمبے چوڑے منصوبے بنانے لگے گی، تو حب دنیا کے نتیجہ میں حق سے دور جا پڑے گی، اور دنیا سازی کے منصوبے آخرت سے غافل کر دیں گے، (اے لوگو!) یہ دنیا کوچ کر چکی ہے جا رہی ہے، اور آخرت کوچ کر چکی ہے آ رہی ہے، اور اِن میں سے ہر ایک کے ماننے والے ہیں جو اس سے محبت کرتے ہیں، تو یہ اچھا ہوگا کہ دنیا کے پرستار نہ بنو (آخرت پسند بنو) تم اس وقت عمل کی دنیا میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا ہے، اور کل تم آخرت میں ہو گے جہاں حساب ہوگا وہاں عمل کا کوئی امکان نہ ہوگا۔

〈۳۸۳〉 عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لاَ تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِي الدُّنْيَا. (مسند احمد)

ترجمہ: ابن مسعودؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ جائداد اور زمین نہ بناؤ، ورنہ تمھارے اندر دنیا کی حرص پیدا ہو جائے گی۔

تشریح: ظاہر ہے جب آدمی زیادہ سے زیادہ جائداد بنانے کی فکر کرے گا تو آہستہ آہستہ ذہن آخرت کی فکر سے ہٹنا شروع ہو جائے گا اور یہ چیز اس اُمت کے مقصد وجود کے خلاف ہے۔ دنیا پرستوں کی کوئی کمی پہلے نہ تھی کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ایک اور اُمت برپا کی جاتی۔ اس اُمت کا فریضہ تو یہ ہے کہ وہ آخرت کو اپنا نصب العین بنائے اور سامانِ دنیا میں سے صرف اتنا سامان اپنے پاس رکھے جو آخرت کی تیاری کے لیے ضروری ہے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوگیانہ زندگی کی تعلیم نہیں دے رہے ہیں بلکہ ایک خطرے سے آگاہ فرما رہے ہیں وہ خطرہ یہ ہے کہ آدمی جس چیز میں اپنا وقت اور صلاحیت لگاتا ہے اس سے اس کو محبت ہوتی ہے اس کا جی ہر وقت اسی میں لگا رہتا ہے، پس آخرت پسندوں کو اس خطرے سے چوکنا رہنا چاہیے۔

زُہد کا صحیح تصور

〈۳۸۴〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا بِاِضَاعَةِ الْمَالِ، وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا اَنْ لَّا تَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ اَوْثَقَ مِمَّا فِيْ يَدَيِ اللّٰهِ، وَ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِيْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِيَتْ لَكَ. (ترمذی ـــ ابوذر غفاریؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زہد (دنیا سے بے رغبتی) یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے اوپر حلال کو حرام کرلے (راہبانہ، جوگیانہ زندگی اختیار کرلے) اور یہ بھی زہد نہیں ہے کہ آدمی اپنے مال کو برباد کردے (مال اپنے پاس نہ رکھے) بلکہ زہد یہ ہے کہ تمھیں اپنے مال واسباب سے زیادہ خدا کے انعام اور بخشش پر اعتماد ہو، اور جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو اس پر جو اجر وانعام ملنے والا ہے اس کی وجہ سے اس کا باقی رہنا تمھیں مرغوب ہو۔

تشریح: اس حدیث نے زہد وتقویٰ کے مروجہ تصور کی جڑ کاٹ دی، بتایا کہ زہد یہ نہیں کہ آدمی اپنے تمام فطری داعیات اور جملہ تعلقات سے منہ موڑ کر کسی کھوہ کو اپنا مسکن بنالے بلکہ اسی دنیا میں رہ کر خدا کی بندگی کی راہ پر چلے، اور بندگی رب کا راستہ مصیبتوں اور زحمتوں کا راستہ ہے اگر کسی کی نگاہ خدا کے انعام پر مرکوز نہ ہو تو مصیبتوں کو نہیں سہار سکتا۔

دنیا یا آخرت

〈۳۸۵〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَ مَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى. (مشکوٰۃ ـــ ابوموسیٰ اشعریؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو تباہ کرلے گا، اور جس کو اپنی آخرت محبوب ہوگی تو وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا، تو اے لوگو! تم باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہوجانے والی زندگی پر ترجیح دو۔

تشریح: یعنی دنیا اور آخرت میں سے ایک کا انتخاب ضروری ہے، یا تو دنیا کو اپنا نصب العین بناؤ ... یا آخرت کو، اگر دنیا کو نصب العین بناتے ہو تو آخرت کی راحتیں اور مسرتیں نہ پاسکو گے اور اگر آخرت کو اپنا نصب العین بناتے ہو تو ہوسکتا ہے تمھاری دنیا تباہ ہوجائے، جو ضروری نہیں۔ لیکن

اس کے صلے میں آخرت میں جو انعام ملے گا وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جو چیز آخرت کی راہ پر چلنے سے تباہ ہوگی وہ فانی ہے، فانی چیز کی قربانی دے کر اگر ابدی انعام ملے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں، سراسر نفع کا سودا ہے۔

عقل مند کون اور بے وقوف کون؟

〈۳۸۶〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهُ وَ تَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (ترمذی ـــ شداد بن اوسؓ)

ترجمہ: چالاک اور ہوشیار وہ شخص ہے جس نے اپنے نفسِ امارہ کو قابو میں رکھا (اور دنیا کی محبت کی طرف نہیں کھنچا) اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لیے عمل کیے، اور بے وقوف وہ ہے جس نے اپنے آپ کو دنیا کی محبت کی راہ پر ڈال دیا اور خدا سے غلط توقع باندھی۔

تشریح: یعنی حق کی پیروی چھوڑ کر نفس کی اندھی بہری خواہشوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور توقع یہ رکھتا ہے کہ اللہ بہ ہر حال اسے جنت میں بسائے گا۔ قرآن کے زمانے کے یہود و نصاریٰ اسی خوش فہمی کے شکار تھے اور آج ہمارے بہت سے مسلمان بھائی بھی ایسی ہی باطل آرزوؤں پر جی رہے ہیں۔

حیا کا جامع تصور

〈۳۸۷〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، قُلْنَا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ اَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى، وَالْبَطْنَ وَمَا حَوٰى، وَ تَذْكُرَ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى، وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا وَ آثَرَ الْاٰخِرَةَ عَلَى الْاُوْلٰى، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ. (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اچھی طرح شرم کرو، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ کا شکر ہے ہم اس سے شرم کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا اللہ سے شرم کرنے کا کوئی محدود مفہوم نہیں ہے، اللہ سے پوری طرح شرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے سر اور سر میں آنے والے برے خیالات کی نگرانی کرو (برے خیالات سے اپنے ذہن کو بچاؤ) اور پیٹ کے اندر جانے والی

غذا کی دیکھ بھال کرو (کہ حرام غذا پیٹ میں نہ جانے پائے) اور موت وفنا کو یاد کرو (کہ مر کر سڑ گل جانا ہے پھر زندہ ہو کر حساب دینا ہے)۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جو شخص آخرت کا طالب ہوتا ہے اسے دنیا کی زینت و آرائش سے دلچسپی نہیں ہوتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، یہ ہے مطلب اللہ سے پوری طرح شرمانے کا۔

آخرت کی پہلی منزل قبر ہے

〈۳۸۸〉 عَنْ هَانِیءٍ مَوْلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ اِذَا وَقَفَ عَلٰی قَبْرٍ یَبْكِیْ حَتّٰی یَبُلَّ لِحْیَتَهٗ، فَقِیْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِیْ وَ تَذْكُرُ الْقَبْرَ فَتَبْكِیْ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ الْقَبْرُ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَیْسَرَ، وَ اِنْ لَمْ یَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ، قَالَ وَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ مَا رَأَیْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ قَالَ هَانِیءٌ وَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ یُنْشِدُ عَلٰی قَبْرٍ

فَاِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِیْ عَظِیْمَةٍ
وَ اِلَّا فَاِنِّیْ لَا اِخَالُكَ نَاجِیًا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام ہانی کہتے ہیں کہ عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو روتے یہاں تک کہ اپنی داڑھی آنسوؤں سے تر کر لیتے، ان سے پوچھا کہ جنت اور جہنم کی یاد پر آپ نہیں روتے اور قبر کی یاد پر رونے لگتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قبر آخرت کے مراحل میں سے پہلا مرحلہ ہے، اگر آدمی کو یہاں چھٹکارا مل گیا تو بعد کا مسئلہ اس کے لیے آسان ہوگا اور اگر یہاں چھٹکارا نہیں ملا تو بعد کے مراحل اس کے لیے سخت تر ہوں گے۔ نیز میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے ”میں نے جتنے ہولناک منظر دیکھے ہیں، قبر کا منظر ان کے مقابلہ میں شدید تر ہے“ ہانی کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت عثمانؓ ایک قبر کے پاس کھڑے یہ شعر پڑھ رہے تھے (اس کا ترجمہ یہ ہے) اے عثمانؓ اگر تو قبر کی مصیبت سے نجات پا جائے تو ایک بڑی مصیبت سے نجات پا جائے گا اور اگر یہاں نجات نہ ملی تو میرا خیال ہے تجھے نجات نہ ملے گی۔

تشریح: قبر سے مراد برزخی زندگی ہے یعنی آدمی کی موت اور قیامت کے بیچ کا وقفہ، موت جس

شکل میں ہوئی ہو اور جہاں بھی ہوئی ہو مرنے والے ہر شخص سے تین سوال کیے جائیں گے (۱) تمھارا رب کون ہے؟ دنیا میں کس کو رب جانا اور مانا (۲) تمھارا پیغمبر کون ہے؟ تم اس کو پہچانتے ہو؟ (۳) تمھارا دین کیا ہے، تم نے کس نظامِ زندگی کے تحت زندگی گزاری۔ یہ تین باتیں ہر شخص سے پوچھی جائیں گی اور جس نے صحیح جواب دیا وہ کامیاب، جو نہ دے سکا وہ ناکام و نامراد، اور صحیح جواب وہی دے گا جس نے اللہ کو قولاً و عملاً اپنا رب مانا ہوگا، جس نے اپنے پیغمبر کو مان کر ان کی پیروی کی ہوگی، جس نے خدائی نظامِ زندگی کو اپنایا ہوگا، یہ ایک مشکل ترین مرحلہ ہے جس سے ہر شخص کو گزرنا ہے۔ اس مجمل حساب کے لیے تیاری کرنی چاہیے، ورنہ آدمی ہر سوال پر یہی کہے گا۔ هَاهُ هَاهُ لَا اَدرِیْ افسوس افسوس میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا اور جب مجمل سوالوں کا جواب نہیں دے سکا تو قیامت کے تفصیلی سوالوں کا جواب کیوں کر دے سکے گا!!

ایک حدیث کا آخری جملہ یہ ہے اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ یعنی قبر یا تو آدمی کے لیے جنت کی پھلواریوں میں سے ایک پھلواری ثابت ہوگی یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا، یعنی قبر کے سوالات اور ان کے جواب دینے نہ دینے پر فیصلہ ہو جائے گا کہ آدمی بالآخر کہاں پہنچے گا جنت میں یا جہنم میں!

قیامت اچانک آئے گی

〈۳۸۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ ثَوْبُهُمَا بَيْنَهُمَا لاَ يُبَايِعَانِهِ وَلاَ يَطْوِيَانِهِ، وَلَتَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ قَدِ انْصَرَفَ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ لاَ يَطْعَمُهُ، وَ لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ يَلُوْطُ حَوْضَهُ لاَ يَسْقِيهِ، وَ لَتَقُوْمُ السَّاعَةُ وَ قَدْ رَفَعَ لُقْمَتَهُ اِلٰى فِيْهِ لاَ يَطْعَمُهَا. (مسند احمد۔ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمی کپڑا بیچ اور خرید رہے ہوں گے، کپڑا ان دونوں کے درمیان میں ہوگا کہ اتنے میں قیامت آجائے گی، وہ دونوں کپڑے کا معاملہ نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ وہ دونوں کپڑے کو تہ کر کے رکھ بھی نہ سکیں گے۔ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر گھر میں لے جائے گا کہ اتنے میں قیامت آجائے گی اور وہ اسے پینے کی فرصت نہ پائے گا، کوئی آدمی پانی کا حوض تیار کر رہا ہوگا کہ اتنے میں قیامت برپا ہو جائے گی اور وہ اپنے مویشیوں کو پانی نہ پلا پائے گا، آدمی لقمہ اٹھا کر منہ تک لے جائے گا قیامت آجائے گی اور وہ نہیں کھا سکے گا۔

حشر کے میدان میں جب حساب ہوگا

﴿۳۹۰﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم جَالِسٌ اِذْ رَأَیْنَاہُ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ ثَنَایَاہُ، فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ مَا اَضْحَکَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ؟ قَالَ رَجُلاَنِ مِنْ اُمَّتِیْ جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃِ فَقَالَ اَحَدُ ھُمَا یَا رَبِّ خُذْ لِیْ مَظْلِمَتِیْ مِنْ اَخِیْ فَقَالَ اللّٰہُ کَیْفَ تَصْنَعُ بِاَخِیْکَ وَ لَمْ یَبْقِ مِنْ حَسَنَاتِہٖ شَیْءٌ؟ قَالَ یَا رَبِّ فَلْیَحْمِلْ مِنْ اَوْزَارِیْ، وَ فَاضَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْبُکَاءِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ ذٰلِکَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ یَحْتَاجُ النَّاسُ اَنْ یُحْمَلَ عَنْھُمْ مِنْ اَوْزَارِھِمْ. (المنذری وحاکم)

ترجمہ: انسؓ بن مالک فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ ہنسے یہاں تک کہ سامنے کے دانت ظاہر ہوگئے، حضرت عمرؓ نے آپؐ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔آپؐ نے فرمایا میری اُمت کے دو آدمی اللہ رب العزت کے سامنے گئے، اُن میں سے ایک نے کہا اے میرے رب! اس شخص سے میرا حق دلوایئے (بھائی ہو کر بھی اس نے میرا حق دبا لیا تھا)۔اللہ اس سے کہے گا اس شخص کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی ہے ہی نہیں پھر کس طرح تو اپنا حق وصول کر سکے گا۔وہ کہے گا اے میرے رب! اگر نیکیاں باقی نہیں رہی ہیں تو میرے اپنے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں تاکہ میری مظلومی کا کچھ تو بدلہ ملے، اتنا فرمانے کے بعد آپؐ بے اختیار رونے لگے پھر فرمایا بلاشبہ وہ ہولناک دن ہوگا! اس دن ان لوگوں کی خواہش یہ ہوگی کہ ان کے اوپر سے گناہوں کا بوجھ ہٹ جائے۔

تشریح: اس حدیث میں جو ماجرا بیان ہوا ہے وہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے، جس کی اہمیت کے بارے میں کئی حدیثیں پہلے گزر چکی ہیں۔

بے لاگ عدل

﴿۳۹۱﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ضَرَبَ مَمْلُوْکَہٗ سَوْطاً ظُلْماً اُقْتُصَّ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (معجم طبرانی ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: جس نے اپنے غلام (گھر کے مستقل ملازم) کو دنیا میں ناحق ایک کوڑا بھی مارا ہوگا، قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

〈۳۹۲〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقُ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ. (مسلم وترمذی)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں جن لوگوں کے حقوق مارے گئے ہوں گے انھیں قیامت کے دن ان کا حق دلایا جائے گا، یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا بدلہ لیا جائے گا سینگ والی بکری) سے۔

تشریح: مطلب یہ کہ اس دن مکمل انصاف ہوگا، معمولی سا حق بھی دنیا میں کسی نے دبالیا ہے تو ظالم سے اسے اگلوایا جائے گا، بکری کا ذکر تمثیل کے طور پر ہے۔

زندگی کا مکمل محاسبہ ہوگا

〈۳۹۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ، وَ عَنْ عِلْمِهٖ فِیْمَا فَعَلَ، وَ عَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَهٗ، وَ فِیْ مَا اَنْفَقَهٗ وَ عَنْ جِسْمِهٖ فِیْمَا اَبْلَاهُ. (ترمذی ـــ ابوہریرہ اسلمیؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت سے آدمی ہٹ نہیں سکتا جب تک اس سے پانچ باتوں کے بارے میں حساب نہیں لے لیا جاتا، اس سے پوچھا جائے گا کہ عمر[۱] کن مشاغل میں گزاری؟ دین[۲] کا علم حاصل کیا تو اس پر عمل کہاں تک کیا؟ مال[۳] کن ذرائع سے حاصل کیا؟ حاصل[۴] کردہ مال کس طرح خرچ کیا؟ جسم[۵] کو کس کام میں گھلایا؟

شفاعت کا مستحق کون

〈۳۹۴〉 رَوٰی اَبُوْ هُرَیْرَةَ ؓ حَدِیْثًا فِی الشَّفَاعَةِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ فِیْهِ وَ شَفَاعَتِیْ لِمَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ یُصَدِّقُ لِسَانُهٗ قَلْبَهٗ وَ قَلْبُهٗ لِسَانَهٗ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث شفاعت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں ان لوگوں

کے حق میں شفارش (دعا اور درخواست) کروں گا جنھوں نے اس بات کی گواہی دی ہوگی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور گواہی اس طرح دیں گے کہ ان کی زبان قلب کی اور قلب زبان کی تصدیق کرتا ہو۔

تشریح: مطلب یہ کہ سچے دل سے توحید و رسالت کو مانا ہو، اس کا اعلان کیا، منافقانہ ایمان نہ ہو، قول و عمل میں تضاد نہ ہو۔

﴿۳۹۵﴾ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِہٖ وَ اَنْفُسِہٖ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ مُسْتَیْقِناً بِھَا قَلْبُہٗ. (بخاری ـــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری سفارش اس کے لیے ہوگی جس نے دل کے پورے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ دل میں لا الٰہ الا اللہ کا یقین ہو۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنے الفاظ کے لحاظ سے بہت مختصر لیکن اپنے معنی کے اعتبار سے بہت وسیع ہے، مطلب یہ ہے کہ جس نے توحید، رسالت اور آخرت اور ان کے بنیادی تقاضوں کو نہ مانا، مانا تو صرف زبان سے مانا ایسے لوگوں کو حضورؐ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی، آپؐ تو ان لوگوں کے حق میں سفارش فرمائیں گے جو اسلام کی حقانیت پر یقین رکھتے ہوں اور قلبی ایمان کے تقاضے پورے کیے ہوں، انھوں نے اپنی حد تک پوری کوشش کی ہوگی کہ خدا کی خوش نودی حاصل ہو اور جنت میں جگہ پاسکیں پھر بھی کچھ خامیاں اور داغ دھبے رہ گئے ہوں، ان سے پاک کرنے اور جنت میں جگہ ملنے کی حضور درخواست کریں گے۔

﴿۳۹۶﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَکُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً، یَا عَبَّاسَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہَ شَیْئًا، وَ یَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا... وَ یَا فَاطِمَۃُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شُئْتِ مِنْ مَالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا. (بخاری و مسلم ـــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریشی لوگو! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو، میں خدا کی گرفت سے تم کو کچھ بھی نہیں بچا سکتا۔ اے عبد مناف کے خاندان والو! میں تم سے اللہ کے

عذاب کو کچھ بھی ٹال نہیں سکتا، اے عباس بن عبد المطلب ! (حقیقی چچا) میں اللہ کے یہاں تمھارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا، اے صفیہ! (حقیقی پھوپھی) میں تم سے اللہ کے عذاب کو ذرا بھی ہٹا نہیں سکتا۔ اے میری بیٹی فاطمہؓ تو میرے مال سے جتنا چاہے دے سکتا ہوں لیکن اللہ کے عذاب کو کچھ بھی ہٹانا ممکن نہیں، پس اپنے کو بچانے کی فکر کرو کہ ایمان وعمل ہی وہاں کام آئیں گے۔

تشریح: بخاری ومسلم دونوں میں ایک طویل حدیث آئی ہے جس کا تعلق مالِ غنیمت میں خیانت سے ہے۔ اس میں ہر خیانت کار رسول اللہ ﷺ سے کہے گا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ ''اے اللہ کے رسول میری مدد فرمایئے۔ مجھے اس گناہ کے وبال سے بچایئے'' اس کے جواب میں نبی ﷺ فرمائیں گے لَا اَمْلِکُ لَکَ شَیْئًا قَدْ اَبْلَغْتُکَ ''میں تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتا میں نے تو یہ بات دنیا میں تجھے پہنچادی تھی۔''

یہاں یہ بات نوٹ کیجیے کہ صرف مالِ غنیمت میں خیانت کا یہ انجام نہ ہوگا بلکہ ہر طرح کی خیانت سے متعلق معاملہ کی یہی نوعیت ہوگی۔

آدمی کے خلاف اس کے اعضا کی گواہی

﴿۳۹۷﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَضَحِکَ، فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ اَضْحَکُ؟ قُلْنَا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ؟ يَقُوْلُ بَلٰى، فَيَقُوْلُ اِنِّیْ لَا اُجِيْزُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِیْ شَاهِدًا اِلَّا مِنِّیْ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِکَ الْيَوْمَ حَسِيْباً وَالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَ يَقُوْلُ لِاَرْكَانِهٖ اِنْطِقِیْ، فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَكُنَّ وَ سُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک آپؐ ہنسے، پھر کہا تمھیں معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کیا اللہ ورسول ہی زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس پر ہنسی آئی کہ قیامت کے دن ایک مجرم بندہ خدا سے کہے گا اے رب! آج مجھ پر ظلم تو نہ ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا، تو وہ کہے گا آج میں کسی دوسرے کو اپنے بارے میں بہ طورِ گواہ تسلیم نہ کروں گا، صرف میرے اعضا ہی سے گواہی لی جائے،

اللہ تعالیٰ کہے گا آج تو خود اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہے اور تیرا نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے گواہی دینے کے لیے کافی ہیں۔ (حضور ﷺ فرماتے ہیں) چناں چہ اس کی زبان بند کردی جائے گی اور دوسرے اعضا کو حکم دیا جائے گا کہ تم اس کے اعمال کی گواہی دو، تو اعضا اس کے ایک ایک عمل کی گواہی دیں گے، پھر اس کی زبان کھل جائے گی اور گویائی کی قوت بحال ہو جائے گی، تو وہ اپنے اعضا کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا تم پر خدا کی لعنت تم پر خدا کی طرف سے پھٹکار! میں تو دنیا میں تمھاری طرف سے مدافعت کرتا تھا، اور آج تم نے میرے خلاف گواہی دی!!

تشریح: مطلب یہ ہے کہ میں تمھیں دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لیے خدا سے بحث کر رہا تھا مگر تم نے اپنے آپ کو خود ہی پھنسالیا۔

آدمی کے اعمال کے بارے میں زمین کی گواہی

〈۳۹۸〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْاٰیَةِ "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا؟ قَالُوْا اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی عَبْدٍ وَ اَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا تَقُوْلُ عَمِلَ كَذَا وَ كَذَا یَوْمَ كَذَا وَ كَذَا. (ترمذی)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" آپؐ نے لوگوں سے پوچھا جانتے ہو زمین کے اپنے احوال بیان کرنے کا کیا مطلب ہے؟ لوگوں نے کہا اللہ و رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپؐ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین بتائے گی کہ میری پیٹھ پر فلاں بندہ اور بندی نے فلاں وقت یہ (اچھا یا برا) کام کیا۔

سب سے ہلکا عذاب کیسا ہوگا

〈۳۹۹〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِیْ اَخْمَصِ قَدَمَیْهِ جَمْرَتَانِ یَغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ كَمَا یَغْلِی الْمِرْجَلُ بِالْقُمْقُمِ.

(بخاری و مسلم ___ نعمان بن بشیرؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں سب سے ہلکا اور معمولی عذاب یہ ہوگا کہ آدمی کے

دونوں پیر تلے دو چنگاریاں رکھ دی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جیسے چولھے پر رکھی دیگچی کھولتی ہے۔

〈۴۰۰〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ یَنْعَمُ وَ لاَ یَبْأَسُ لاَ یَبْلٰی ثِیَابُہٗ وَلاَ یَفْنٰی شَبَابُہٗ، فِی الْجَنَّۃِ مَا لاَ عَیْنٌ رَأَتْ وَلاَ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ.

(صحیح مسلم۔ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ جنت میں جائیں گے ہمیشہ خوش حال رہیں گے، فقر و فاقہ سے کبھی دو چار نہ ہوں گے، ان کے کپڑے کبھی پرانے نہ ہوں گے، ان کی جوانی کبھی ختم نہ ہوگی، جنت میں وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا۔

〈۴۰۱〉 قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ یُنَادِیْ مُنَادٍ: اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلاَ تَسْقَمُوْا اَبداً، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیُّوْا فَلاَ تَمُوْتُوْا اَبداً، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلاَ تَھْرَمُوْا اَبدًا، وَ اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلاَ تَبْأَسُوْا اَبدًا، وَ ذٰلِکَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ "وَ نُوْدُوْا اَنْ تِلْکُمُ الْجَنَّۃُ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ.

(مسلم وترمذی۔ابو سعید خدریؓ وابو ہریرہؓ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا۔ اے اہل جنت! اب تم کبھی بیمار نہ ہوگے ہمیشہ تندرست رہوگے، اب تمھیں موت نہ آئے گی، ہمیشہ زندہ رہوگے، اب تم جوان رہوگے، تم پر بڑھاپا کبھی نہ آئے گا، تم خوش حالی کی زندگی بسر کروگے، اب تم کبھی بھی فقر و فاقہ اور تنگ دستی سے دو چار نہ ہوگے اور یہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، تم اُس کے وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے تھے۔"

〈۴۰۲〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَا اَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لاَ نَرْضٰی رَبَّنَا وَ قَدْ اَعْطَیْنَا مَا لَمْ

تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ، فَیَقُوْلُ اَلاَ اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُوْنَ وَ اَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ؟ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ لَکُمْ رِضْوَانِیْ فَلاَ اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَهٗ اَبَداً. (بخاری، مسلم، ترمذی)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل اہل جنت سے کہے گا اے جنتی لوگو! وہ لوگ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں، تمام خیر وسعادت آپ کے قبضہ میں ہے۔ ارشاد ہو کیا حکم ہے! اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کیا تم لوگ اپنے عمل کا بدلہ پاکر خوش ہوئے؟ وہ جواب میں کہیں گے اے ہمارے رب ہم کیوں نہ خوش ہوں گے جب کہ آپ نے ہمیں وہ نعمتیں بخشیں جو کسی کو نہیں دی! اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کیا میں تم کو اِس سے افضل اور برتر چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوسکتی ہے! اللہ فرمائے گا میں تم سے ہمیشہ خوش رہوں گا، اب تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

جنت غافل کے لیے نہیں

〈۴۰۳〉 قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ، وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، اَلاَ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِیَةٌ، اَلاَ اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ. (ترمذی ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسافر کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ راستے ہی میں رہ جائے گا اور بخیریت ٹھنڈے وقت میں آرام سے اپنی منزل پر نہ پہنچ جائے گا، تو وہ رات کے آغاز ہی میں، نیند کو قربان کر کے سفر شروع کر دیتا ہے اور ٹھنڈے وقت میں اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے، اے خدا کے مال کے خریدارو! خدا کا مال قیمتی مال ہے، سنو خدا کے مال کا نام جنت ہے۔

تشریح: نبی ﷺ نے ان تین جملوں میں دو اہم باتوں کی طرف ہم مسلمانوں کو متوجہ فرمایا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ مومن کا اصل وطن آخرت ہے، یہ دنیا میں کمانے آیا ہے، یہاں کمائی کر کے اپنے اصل وطن کو یہ مسافر لوٹ جائے گا اور یہاں کی کمائی وہاں اس کے کام آئے گی۔ نبی ﷺ مومن کو ہوشیار اور چوکنا فرمارہے ہیں کہ اسی دنیا کو اپنا وطن نہ بنالینا اور سفر کے دوران سو نہ جانا، ورنہ منزل پر کیسے پہنچو گے!

دوسری بات جس کو نبی ﷺ ہمارے سامنے رکھنا چاہتے ہیں وہ معاہدہ ہے جو ہمارے

اور خدا کے درمیان ہوا ہے، ہم نے شعوری طور پر اسلام قبول کیا، کلمہ پڑھا تو گویا یہ کہا ''اسلمنا لك یا رب'' ہم نے اپنی جان و مال کو اور تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو تیرے ہاتھ بیچا کہ اس کے عوض جنت میں جگہ ملے تو رب نے عہد کیا ہاں ہم تمھیں جنت میں بسائیں گے لیکن ہم آزما کر دیکھیں گے کہ تم اپنی بیع میں سچے ہو یا جھوٹے، اگر سچے ثابت ہوئے، اگر ہمارے مطالبہ پر اپنا مال دیا، اپنی جان پیش کر دی تب تمھاری بیع مکمل ہوگی اور ہم یقیناً تمھیں سلامتی اور ہیشگی کے گھر میں بسائیں گے، اور ہم سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ اور ہم سے زیادہ سچ بولنے والا اور کون ہوسکتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیلاً اور اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا اور کون ہوسکتا ہے، ہمارے پیشوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، انھوں نے جنت کے عوض اپنا سب کچھ اللہ کے ہاتھ بیچا، تو اللہ نے بیس بائیس سال تک مختلف طریقوں سے آزما کر دیکھ لیا کہ یہ اپنے معاہدہ میں سچے ہیں، تب ۹ ہجری میں آخری امتحان۔غزوۂ تبوک کے بعد فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی الخ (سورۂ توبہ آیت:۱۱۱) جس کا مفہوم یہ ہے:

یقیناً اللہ نے مومنین کی جان اور مال خرید لیا اس بات کے عوض کہ انھیں جنت میں اپنے وقت پر بسایا جائے گا، یہ لوگ اپنی جان ہتھیلیوں پر لیے ہوئے دین کے دشمنوں سے خدا کی راہ میں لڑتے رہے، وہ انھیں قتل کرتے تھے اور قتل بھی ہوتے تھے، پر کسی حالت میں جانی قربانیوں سے جی نہ چراتے تھے۔ جنت کے اس وعدے کا ذکر تورات، انجیل اور قرآن سب میں ہے، اس وعدہ کو پورا کرنا اللہ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا اور کون ہے تو اے اپنی جان اور مال اللہ کے ہاتھ بیچنے والو! تم اپنی بیع کے مکمل ہو جانے پر خوب خوشی مناؤ کہ تھوڑی سی قربانی کے عوض دائمی سکھ کے گھر میں جگہ ملے گی اور یہ عظیم ترین کامیابی ہے۔

حضرت عائشہؓ کا حضرت ابن زبیرؓ سے مقاطعہ

﴿۴۰۴﴾ اِنَّ عَائِشَةَ حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِؓ قَالَ فِیْ بَيْعٍ اَوْ عَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُؓ وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُؓ اَوْ لَاَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا قَالَتْ اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَتْ هُوَ لِلّٰهِ عَلَیَّ نَذْرٌ اَنْ لَّا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ اَبَدًا فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِؓ اِلَيْهَا حِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ لَا اَشْفَعُ فِيْهِ اَبَداً وَلَا اَتَحَنَّثُ اِلٰی

نَذْرِیْ فَلَمَّا طَالَ عَلٰی بْنِ الزُّبَیْرِ کَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ وَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَغُوْثَ وَ قَالَ لَھُمَا اَنْشُدُکُمَا اللّٰہَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِیْ عَلٰی عَائِشَۃَ فَاِنَّھَا لَا یَحِلُّ لَھَا اَنْ تَنْذِرَ قَطِیْعَتِیْ، فَاَقْبَلَ بِہِ الْمِسْوَرُ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَتّٰی اسْتَاذَنَا عَلٰی عَائِشَۃَؓ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَۃُ اُدْخُلُوْا قَالُوْا کُلُّنَا قَالَتْ نَعَمْ، اُدْخُلُوْا کُلُّکُمْ وَلَا تَعْلَمُ اَنَّ مَعَھُمَا ابْنُ الزُّبَیْرِ، فَلَمَّا دَخَلُوْا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَیْرِ الْحِجَابَ، فَاعْتَنَقَ عَائِشَۃَ وَ طَفِقَ یُنَاشِدُھَا وَ یَبْکِیْ، وَ طَفِقَ الْمِسْوَرُ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یُنَاشِدَا مِنْھَا اِلَّا کَلَّمَتْہُ وَ قَبِلَتْ مِنْہُ، وَ یَقُوْلَانِ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَھٰی عَمَّا قَدْ عَمِلْتِ مِنَ الْھِجْرَۃِ وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ، فَلَمَّا اَکْثَرُوْا عَلٰی عَائِشَۃَ مِنَ التَّذْکِرَۃِ وَالتَّحْرِیْجِ طَفِقَتْ تُذَکِّرُھُمَا وَ تَبْکِیْ وَ تَقُوْلُ اِنِّیْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِیْدٌ فَلَمْ یَزَالَا بِھَا حَتّٰی کَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَیْرِؓ وَ اَعْتَقَتْ فِیْ نَذْرِھَا اَرْبَعِیْنَ رَقَبَۃً وَ کَانَتْ تَذْکُرُ نَذْرَھَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَتَبْکِیْ حَتّٰی تَبُلَّ دُمُوْعُھَا خِمَارَھَا۔ (بخاری عوف ابن مالکؓ)

ترجمہ: عوف بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ سے جا کر لوگوں نے یہ بات کہی کہ آپ نے فلاں چیز جو بیچی یا کسی کو بخش دی، اس پر ابن زبیرؓ (عائشہؓ کے بھانجے) کہتے ہیں کہ اگر خالہ نہیں مانیں گی تو میں ان پر پابندی لگادوں گا (جو کچھ بیت المال سے انھیں ملتا ہے روک لوں گا اور صرف خرچ بھر دوں گا)۔ حضرت عائشہؓ نے کہا، یہ اس نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں انھی نے کہا ہے۔ تب حضرت عائشہؓ نے کہا میں قسم کھاتی ہوں کہ اب کبھی ابن زبیرؓ سے نہ بولوں گی اور قطع تعلق کرلیا۔ جب اس کا سلسلہ دراز ہوا تو ابن زبیرؓ نے لوگوں کی سفارش پہنچائی لیکن وہ نہ مانیں۔ فرمایا کہ ابن زبیرؓ کے بارے میں کسی کی سفارش نہ سنوں گی، اور نہ اپنی قسم توڑوں گی۔ یہ صورتِ حال ابن زبیرؓ کے لیے نہایت تکلیف دہ تھی اس لیے اب کہ بار انھوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود کو قسم دے کر کہا کہ کسی طرح تم حضرت عائشہؓ کے پاس مجھے پہنچانے کی تدبیر کرو۔ انھوں نے مجھ سے قطع تعلق کرلیا ہے اور اس پر قسم کھالی ہے۔ تو مسور اور عبدالرحمٰن انھیں لیے ہوئے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ دروازہ پر دستک دی، سلام کیا اور کہا ”کیا ہم آسکتے ہیں؟ حضرت

عائشہؓ نے کہا آ سکتے ہیں۔ ان دونوں نے کہا، کیا ہم سب آ سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں تم سب آ سکتے ہو۔ اور وہ یہ نہیں جان سکیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہیں جب یہ لوگ اندر مکان میں پہنچے تو ابن زبیرؓ اس جگہ پہنچ گئے جہاں حضرت عائشہؓ پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی ابن زبیرؓ ان سے چمٹ گئے۔ ادھر وہ رو رہے تھے اور منا رہے تھے۔ قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپؓ میری غلطی معاف کردیں۔ ادھر سے مسور اور عبدالرحمٰن قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ آپ ابن زبیرؓ کی غلطی معاف کردیں اور بولنا شروع کردیں۔ ان دونوں نے انھیں یاد دلایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق کرے۔ جب سب لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر زور ڈالا اور یاد دلایا کہ یہ گناہ کا کام وہ کر رہی ہیں، تو وہ رو کر کہنے لگیں کہ میں نے قسم کھالی ہے اور قسم کا معاملہ بہت سخت و شدید ہے۔ غرض یہ دونوں صاحب حضرت عائشہ کو برابر سمجھاتے رہے یہاں تک کہ قسم توڑ کر ابن زبیرؓ سے بولیں اور چالیس غلام (بہ طور کفارہ) آزاد کیے، اور زندگی بھر ان کا یہ حال رہا کہ جب کبھی یہ غلطی یاد آجاتی رونے لگتیں، اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

خدا اور رسول کی محبت

﴿۴۰۵﴾ اِنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتیَ السَّاعَةُ؟ قَالَ وَیْلَکَ وَمَا اَعْدَدْتَّ لَهَا؟ قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ، قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَأَیْتُ الْمُسْلِمِیْنَ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا.

(بخاری، مسلم، انسؓ)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا، تمھارا بھلا ہو تم نے اس کے لیے کچھ تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لیے کچھ زیادہ تیاری تو نہیں کی البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ نبیؐ نے فرمایا کہ آدمی کو انھی لوگوں کی رفاقت نصیب ہوگی جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد لوگوں کو کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی حضورؐ کی یہ بات سن کر لوگوں کو خوشی ہوئی۔"

تشریح: نبی ﷺ کے ساتھی عمل کے میدان میں جتنا آگے تھے قرآن نے اس کی شہادت دی

ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے بارے میں بہت فکرمند رہتے تھے۔ حضورؐ کی یہ بات سن کر انھیں خوش ہونا ہی چاہیے تھا، اور ایسے ہی فکرمند لوگوں سے یہ بات کہی بھی جاسکتی ہے۔

صغیرہ گناہ

﴿۴۰۶﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَعْمَالاً هِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشِّعْرِ کُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِیْ الْمُهْلِکَاتِ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت انسؓ (اپنے زمانہ کے لوگوں سے) فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے بہت سے کام کرتے ہو جو تمھاری نگاہوں میں بال سے زیادہ ہلکے ہوتے ہیں (حقیر ہوتے ہیں) لیکن ہم انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دین وایمان کے لیے مہلک خیال کرتے تھے۔

تشریح: آدمی چھوٹے چھوٹے گناہوں کو "ہلکا" سمجھنے لگے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ کرے گا اور اسے ہلکا جانے گا۔

شہادت کا اجر

﴿۴۰۷﴾ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَامَ فِیْهِمْ فَذَکَرَ لَهُمْ اَنَّ الْجِهَادَ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فَقَالَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرَ مُدْبِرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ قُلْتَ؟ اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَتُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَعَمْ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرَ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْنَ فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذٰلِکَ. (مسلم)

ترجمہ: ابوقتادہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقریر میں یہ مضمون بیان کیا کہ اللہ پر ایمان واعتماد رکھنا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا سب سے عمدہ کام ہیں۔ تو ایک آدمی اُٹھا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اگر میں خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کردوں تو کیا میرے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اگر تو خدا کی راہ میں لڑے اور دشمن

کے مقابلہ میں جمارہے، بھاگے نہیں، اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور تجھے قتل کر دیا جائے، تو تیرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی تم نے کیا سوال پوچھا تھا؟ اس نے کہا میں نے یہ پوچھا تھا کہ اگر اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ہو جائیں گے جب کہ دشمن کے مقابلہ میں جمے اور اللہ سے ثواب پانے کی نیت سے لڑے اور میدانِ جنگ میں نہ بھاگے تو تیرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ البتہ جو قرض تیرے ذمہ کسی کا ہے وہ معاف نہ ہوگا۔ مجھے جبریلؑ نے یہ بات ابھی بتائی ہے۔

تشریح: آخرت کا یقین جب دل میں گھر کر لیتا ہے تو آدمی کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اس فکر میں رہتا ہے کہ میرے پچھلے گناہ کیسے معاف ہوں گے۔

اس حدیث سے جہاد اور شہادت کے اجر کے علاوہ حقوق العباد کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے اگر کوئی شخص کسی کا قرض ادا کر سکتا ہے لیکن نہ تو اس نے ادا کیا ہے اور نہ معاف کرایا ہے۔ تو چاہے وہ اپنی جان خدا کی نذر کر دے مگر قرض کے محاسبہ سے نہیں بچ سکے گا۔

نمازوں کی کثرت

﴿۴۰۸﴾ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْئِهٖ وَ حَاجَتِهٖ فَقَالَ سَلْنِىْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِى الْجَنَّةِ، فَقَالَ اَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ قَالَ فَاَعِنِّىْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ. (مسلم)

ترجمہ: ربیعہ بن کعب (نبی ﷺ کے خادم) فرماتے ہیں کہ رات میں نبی ﷺ کے ساتھ رہتا تھا۔ آپؐ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا تم کچھ مانگو میں نے کہا کہ میں آپؐ کے ساتھ جنت میں رہنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اور کچھ؟ میں نے کہا کہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے، تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو نماز کی کثرت سے میری مدد کرو۔

تشریح: یعنی جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ذوق وشوق سے خدا کی بندگی کرو، کثرت سے نماز پڑھو، اس کے بغیر جنت میں میرا ساتھ نہیں ہو سکتا۔

قبولِ اسلام سے پہلے کے گناہ

﴿۴۰۹﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمَّا جَعَلَ اللّٰہُ فِیْ قَلْبِی الْاِسْلَامَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ فَقُلْتُ ابْسُطْ یَمِیْنَکَ فَلاُ بَایِعُکَ فَبَسَطَ یَمِیْنَہٗ فَقَبَضْتُ یَدِیْ فَقَالَ مَالَکَ یَا عَمْرُو فَقُلْتُ اُرِیْدُ اَنْ اَشْتَرِطَ فَقَالَ مَاذَا؟ فَقُلْتُ اَنْ یَغْفِرَ لِیْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ. (بخاری)

ترجمہ: عمرو بن عاصؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے میرے دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا کیا تو میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے کہا کہ آپؐ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں آپؐ کے ہاتھ میں بیعت کروں گا (اس بات کا عہد کروں گا کہ اب مجھے خدائے واحد کی بندگی کرنی ہے)۔ جب آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپؐ نے پوچھا اے عمرو! یہ تم نے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟ میں نے کہا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں، آپ نے پوچھا کہ شرط کیا ہے؟ میں نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں؟ آپؐ نے فرمایا، اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان گناہوں کو ڈھا دیتا ہے، جو اسلام لانے سے پہلے آدمی نے کیے ہوتے ہیں۔"

تشریح: یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قرآن اور نبی ﷺ کی تبلیغ غیر مسلم طبقہ میں اس ڈھنگ پر ہوتی تھی کہ آدمی کو نجات کی فکر ہو جاتی تھی اور اسے اس بات کا یقین ہو جاتا تھا کہ اس کا آبائی مذہب اس کے کام نہیں آ سکتا اور یہ کہ اس دنیا کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کے لیے آدمی فکر مند ہو۔

عذاب کا مستحق کون؟

﴿۴۱۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ بَعْضِ غَزَوَاتِہٖ فَمَرَّ بِقَوْمٍ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ؟ قَالُوْا نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ وَامْرَأَۃٌ تَحْضِبُ بِقِدْرِھَا وَ مَعَھَا اِبْنٌ لَھَا فَاِذَا ارْتَفَعَ وَھَجٌ تَنَحَّتْ بِہٖ فَاَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ؟ قَالَ بَلٰی قَالَتْ اَلَیْسَ اللّٰہُ اَرْحَمَ بِعِبَادِہٖ مِنَ الْاُمِّ بِوَلَدِ، قَالَ بَلٰی، قَالَتْ اِنَّ الْاُمَّ لَا تُلْقِیْ وَلَدَھَا فِی النَّارِ، فَاَکَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَبْکِیْ ثُمَّ رَفَعَ رَاسَہٗ، اِلَیْھَا

فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ يَتَمَرَّدُ عَلَى اللّٰهِ وَ اَبٰى اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نبیؐ کے ساتھ ایک سفر جہاد میں تھے، تو آپؐ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں۔ عبداللہؓ کہتے ہیں کہ وہاں ایک عورت کھانا پکا رہی تھی۔ لکڑی ڈال ڈال کر آگ بھڑکا رہی تھی، اس کی گود میں بچہ تھا۔ جب آگ کا شعلہ تیز ہوتا تو اپنے بچہ کو دور کر لیتی۔ پھر وہ حضورؐ کے پاس آئی اور اس نے کہا، آپؐ اللہ کے رسول ہیں؟ حضورؐ نے کہا، ہاں اس نے کہا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا اللہ ارحم الراحمین نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں کیوں نہیں۔ اس نے کہا، کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں ہے جتنا ماں اپنے بچہ پر رحم کرتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا، ہاں وہ ماں سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے، تو عورت نے کہا۔ لیکن ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی۔ اس کی یہ بات سن کر حضورؐ نے سر جھکا لیا اور رونے لگے، اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللہ نہیں عذاب دے گا مگر اس سرکش متکبر کو جس نے کلمۂ توحید کو قبول کرنے سے انکار کیا ہو۔

تشریح: ظاہر ہے کہ یہ عورت مسلمان تھی اور خدا کی رحیمیت اور دوسری صفات سے واقف تھی۔ پھر اس نے یہ سوالات کیوں کیے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے دل میں فکرِ آخرت نے گھر کر لیا تھا۔ وہ سب کچھ کرنے کے بعد یہی جانتی تھی کہ خدا کی جنت پانے کے لیے اتنا کافی نہیں ہے اور اس کو دوزخ کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے جو جواب دیا وہ یہ کہ اے خدا کی بندی جہنم میں تو وہ جائے گا جس کے سامنے دین آیا اور اس نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، تو تو مسلمان ہے تجھے وہ کیوں جہنم میں پھینکے گا؟ خدا ایسے لوگوں کو جہنم میں داخل نہیں کرے گا جو اسلام لائے ہوں اور اس کے تقاضے پورے کر رہے ہوں، ایسے فکرمند مسلمان کے لیے حضورؐ کا یہ جواب حکمت پر مبنی جواب تھا۔

غلاموں پر سختی کرنے کا احساس

(۲۱۱) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِیْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِیْ وَ يَخُوْنُوْنَنِیْ وَ يَعْصُوْنَنِیْ وَ اَشْتِمُهُمْ، وَ اَضْرِبُهُمْ،

فَکَیۡفَ اَنَا مِنۡھُمۡ؟ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کَانَ یَوۡمُ الۡقِیَامَۃِ یُحۡسَبُ مَا خَانُوۡکَ وَ عَصَوۡکَ وَ کَذَّبُوۡکَ فَاِنۡ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمۡ بِقَدۡرِ ذُنُوۡبِھِمۡ کَانَ کِفَافًا لَّا لَکَ وَلَا عَلَیۡکَ وَ اِنۡ کَانَ عِقَابُکَ اِیَّاھُمۡ فَوۡقَ ذُنُوۡبِھِمۡ اُقۡتُصَّ لَھُمۡ مِنۡکَ الۡفَضۡلُ، فَتَنَحَّی الرَّجُلُ وَ جَعَلَ یَھۡتِفُ وَ یَبۡکِیۡ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اَمَا تَقۡرَءُ قَوۡلَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ نَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الۡقِسۡطَ لِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَ اِنۡ کَانَ مِثۡلَ حَبَّۃٍ مِنۡ خَرۡدَلٍ اَتَیۡنَا بِھَا وَ کَفٰی بِنَا حَاسِبِیۡنَ، فَقَالَ الرَّجُلُ مَا اَجِدُ لِیۡ وَلِھٰٓؤُلَآءِ شَیۡئًا خَیۡرًا مِنۡ مُفَارَقَتِھِمۡ اُشۡھِدُکَ اَنَّھُمۡ، کُلُّھُمۡ اَحۡرَارٌ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک آدمی نبیؐ کے پاس آیا، اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور امانت میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں اُن کو برا بھلا کہتا ہوں اور انھیں مارتا ہوں تو ان کے سلسلہ میں میرا کیا بنے گا؟

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کی خیانت و نافرمانی اور جھوٹ اور تمھاری سزا جو تم انھیں دیتے ہو دونوں کا حساب لگایا جائے گا۔ اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے کم ہوئی تو یہ تمھارے حق میں رحمت کا باعث ہوگا، لیکن اگر تمھاری سزا ان کے جرم سے بڑھی ہوئی نکلی، تو بقدر زائد تم سے بدلہ لیا جائے گا ــــ یہ سن کر وہ آدمی ایک گوشہ میں ہوکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر اس سے نبیؐ نے یہ کہا، کیا تو نے اللہ کی یہ بات قرآن میں نہیں پڑھی جو اس نے فرمائی ہے؟ وَ نَضَعُ الۡمَوَازِیۡنَ الخ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو میں ہر شخص کے اعمال تولیں گے اور کسی کی تول میں کوئی ظلم نہ کیا جائے گا اور ذرہ برابر بھی کوئی عمل برا یا بھلا کسی کے نامۂ اعمال میں ہوگا تو ہم اسے سامنے لائیں گے، اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں) تو اس آدمی نے کہا، اب میرے لیے یہی بہتر ہے کہ ان غلاموں سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو آزاد کیا۔

تشریح: دنیا میں بہت سے لوگ اپنے خادموں اور نوکروں کو پیٹتے رہتے ہیں پھر یہ شخص کیوں حضورؐ کے پاس آیا؟ اور کیوں اس نے پوچھا کہ میرا ان کے سلسلہ میں کیا حال ہوگا؟ اگر اس کے دل میں آخرت کی فکر نہ ہوتی تو یہ سوال اس کے دل میں اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ پھر دیکھیے وہ نبیؐ کی بات

سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انھیں آزاد کردیتا ہے تاکہ یہ عمل اس کی پہلی زیادتیوں کے لیے جوان غلاموں پر ممکن ہے ہوگئی ہو کفارہ بنے۔

حضرت خبیبؓ کے متعلق دشمن کی شہادت

﴿۴۱۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ ... فَلَبِثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْراً حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی یَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَهَا وَهِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی اَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰی بِیَدِهٖ فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَیْبٌ فَقَالَ اَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ؟ مَا کُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَأَیْتُ اَسِیْراً خَیْرًا مِنْ خُبَیْبٍ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا...خبیبؓ بنو حارث کے یہاں قیدی کی حیثیت میں رہے، یہاں تک کہ انھوں نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ (کیوں کہ خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث کو قتل کیا تھا) جب خبیبؓ کو اس کا علم ہوا، تو انھوں نے حارث کی ایک لڑکی سے استرہ مانگا کہ ناف کے نیچے کے بالوں کی صفائی کرلیں۔ اس نے استرہ دے دیا۔ اتنے میں اس کا بچہ ان کے پاس آ گیا، وہ کسی کام میں مشغول تھی، بچہ کو جاتے دیکھ نہیں پائی تھی۔ خبیبؓ نے اس کو پیار سے اپنی ران پر بٹھالیا۔ جب اس کی نظر پڑی تو ڈر گئی کہ یہ قیدی اس کے بچہ کو قتل کردے گا۔ حضرت خبیبؓ نے بھانپ لیا، کہا تم ڈرتی ہو کہ میں اس بچہ کو قتل کردوں گا، نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا (کیوں کہ اسلام نے بچوں کے قتل سے منع کیا ہے) اس عورت نے کہا کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی نہیں دیکھا۔''

تشریح: یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں حضرت خبیبؓ کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ خبیبؓ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صبح و شام میں انھیں قتل کردینے والے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی دشمن کا بچہ آتا ہے جسے وہ بہ آسانی ذبح کرسکتے تھے، لیکن اس کی ماں کو اطمینان دلاتے ہیں کہ مت ڈر، میں اس کو قتل نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ جس دین پر میں ایمان لایا ہوں وہ دین دشمن کے بچوں کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس عورت نے سچ کہا کہ خبیبؓ سے بہتر سیرت کا قیدی میں نے نہیں دیکھا ــــ جب لوگ خبیبؓ کو مقتل میں لے گئے تو نہ روئے نہ حواس باختہ ہوئے، فرمایا تو یہ فرمایا کہ جب میں ایمان و اسلام کی حالت میں قتل کیا جارہا ہوں تو مجھے کچھ پروا نہیں کہ کس کروٹ

پر جان دے رہا ہوں۔ یہ جو کچھ میرے ساتھ ہونے والا ہے یہ خدا کی خوش نودی کے لیے اور اس کے دین کی خاطر ہونے والا ہے، پس مجھے کیا پروا کہ میرے جسم کے کتنے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔

اصحابِ صفہ کی شان

〈۴۱۳〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَاءٌ، اِمَّا اِزَارٌ وَ اِمَّا کِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ، وَ مِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تَبْدُ وَ عَوْرَتُهٗ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ میں سے ستر آدمیوں کو میں نے اس حال میں دیکھا ہے کہ ان میں کسی کے پاس چادر نہ تھی (جو پورے جسم کو ڈھانکتی ہے) بلکہ یا تو ایک تہ بند باندھے ہوتے یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے، کسی کا آدھی پنڈلی تک پہنچتا اور کسی کا ٹخنوں تک، تو اپنے ہاتھوں سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں شرم گاہ نہ کھل جائے۔

مصعب بن عمیرؓ کی شان

〈۴۱۴〉 عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰی فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَی اللّٰهِ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ یَاْکُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْئًا، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ، قُتِلَ یَوْمَ اُحُدٍ وَ تَرَکَ نَمِرَةً، فَکُنَّا اِذَا غَطَّیْنَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَ اِذَا غَطَّیْنَا رِجْلَیْهِ بَدَاَ رَاْسُهٗ، فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُغَطِّیَ رَاْسَهٗ وَ نَجْعَلَ عَلٰی رِجْلَیْهِ شَیْئًا مِنَ الْاِذْخِرِ، وَ مِنَّا مَنْ اَیْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ یَهْدِبُهَا.

(بخاری ــ مسلم)

ترجمہ: حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے خدا کی خوش نودی کی خاطر مکہ سے ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ آ گئے، تو ہم میں سے کچھ لوگ وفات پا گئے انھیں اپنا دنیاوی انعام کچھ بھی نہ ملا۔ ایسے ہی لوگوں میں سے مصعب بن عمیرؓ ہیں۔ وہ اُحد کی لڑائی میں شہید ہوئے، ان کے جسم پر ایک موٹے کمبل کے سوا کچھ نہ تھا، وہی ان کا کفن بنا، اور اس کا بھی حال یہ تھا کہ اگر سر کو اس سے ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانکتے تو سر کھلا رہ جاتا۔ تب پیغمبر ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اچھا سر کو کمبل سے چھپا دو اور پیروں پر ''اذخر'' (ایک گھاس کا نام

ہے) ڈال دو۔ اور اللہ کے لیے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے کچھ وہ ہیں جنھیں دین کے لیے قربانیوں کا پھل دنیا میں بھی ملاوہ اس سے فائدہ اُٹھارہے ہیں۔‘‘

تشریح: حضرت مصعبؓ مکہ کے نہایت خوش حال خاندان کے چشم و چراغ تھے، ان کی زندگی عیش وآرام کی زندگی تھی۔ سواری کے لیے بہترین گھوڑے صبح کی سواری کے لیے علیحدہ، شام کی سواری کے لیے علیحدہ، نہایت عمدہ لباس پہنتے، دن میں کئی پوشاکیں بدلتے۔ لیکن جب نبیؐ کی دعوت کی حقانیت ان پر واضح ہوئی تو اسے قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ یہ نہ سوچا کہ اس کے نتیجے میں کیا ہوگا۔ اس لیے کہ اسلام قبول کرنے والوں پر جو بیت رہی تھی وہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔۔۔۔ ان کے اسلام سے پہلے کی زندگی اور اسلام لانے کے بعد کی زندگی کو سوچ کر حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ لیکن خود مصعبؓ کو وہ عیش وعشرت کی زندگی یاد نہیں آتی تھی، ان کی زبان پر کبھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

افلاس میں مہمان نوازی

﴿۴۱۵﴾ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ، فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَائِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی، فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِکَ حَتّٰی قُلْنَ کُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ، لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ، فَقَالَ مَنْ یُضِیْفُ هٰذِهِ اللَّیْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ اَکْرِمِیْ ضَیْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ فِیْ رِوَایَةٍ قَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ هَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ؟ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتُ صِبْیَانِنَا قَالَ فَعَلِّلِیْهِمْ بِشَیْءٍ وَ اِذَا اَرَادُوا الْعِشَاءَ فَنَوِّمِیْهِمْ، وَ اِذَا دَخَلَ ضَیْفُنَا فَاَطْفِی السِّرَاجَ وَ اَرِیْهِ اَنَّا نَاْکُلُ فَقَعَدُوْا وَ اَکَلَ الضَّیْفُ وَ بَاتَا طَاوِیَیْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِیْعِکُمَا لِضَیْفِکُمَا اللَّیْلَةَ. (بخاری ومسلم ــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں بھوک اور فاقہ سے بے چین ہوں، تو آپؐ نے ایک آدمی اپنی کسی بیوی کے پاس بھیجا۔ انھوں نے جواب دیا کہ پانی کے سوا اس وقت کچھ نہیں ہے۔ پھر دوسری بیوی کے پاس بھیجا تو وہاں سے بھی

یہی جواب ملا۔ یہاں تک کہ تمام بیویوں نے یہی کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے ہمارے یہاں پانی کے سوا کچھ نہیں۔ تب آپؐ نے لوگوں سے کہا کہ آج رات کون اس مہمان کو کھانا کھلاتا ہے؟ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میں کھلاؤں گا — تو وہ مہمان کو لیے اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ نبی ﷺ کے مہمان ہیں ان کی خاطر کرو۔ کیا تمھارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ اور انھوں نے کھایا نہیں ہے۔ انصاری نے کہا کہ ان کو کچھ دے کر بہلا دو۔ اور جب کھانا مانگیں تو ان کو تھپک کر سلا دو، اور جب مہمان اندر کھانا کھانے آئے تو چراغ بجھا دینا اور کچھ ایسا کرنا جس سے مہمان یہ سمجھے کہ یہ لوگ کھانے میں شریک ہیں، چناں چہ سب لوگ کھانا کھانے بیٹھے، مہمان تو آسودہ ہو کر اٹھا لیکن ان دونوں نے بھوکے رہ کر رات گزاری۔ جب صبح کو حضورؐ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا، تم دونوں میاں بیوی نے مہمان کے ساتھ رات جو سلوک کیا، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔

تشریح: یہ شخص جو آیا تھا فاقہ سے تھا اور بھوک سے بے چین تھا اس لیے بچوں پر اس کو ترجیح دی گئی۔ کیوں کہ بچوں کو تھوڑا دے کر بہلا دیا گیا تھا، وہ صبح تک بھوک سے مر نہ جاتے۔ غرض مہمان کو ترجیح دینا ضروری تھا۔ لیکن یہ وہی کرسکتا تھا جس کے اندر ایثار و قربانی کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس پہلو سے یہ ایثار کا بہترین نمونہ ہے کہ آدمی کے پاس اپنی ہی ضرورت بھر کھانا ہے لیکن پھر بھی اپنے سے زیادہ ضرورت مند کا خیال رکھتا ہے خود بھوکا رہتا ہے اور غریب بھوکے کو آسودہ کرسکتا ہے۔

انفاق اور ذکر

﴿۴۱۶﴾ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ؟ فَقَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَ یَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَ یَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَ یَعْتِقُوْنَ وَلَا نَعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَ تَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَ تُکَبِّرُوْنَ وَ تُحَمِّدُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَ ثَلٰثِیْنَ مَرَّةً فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذٰلِکَ

فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ. (مسلم ـــــ ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو لوگ غریب اور محتاج تھے (جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مجبور تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیشہ باقی رہنے والی خوش حالی اور بلند مراتب تو مال داروں کو ملے (اور ہم محروم رہے) آپؐ نے پوچھا یہ کیسے؟ انھوں نے کہا ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہ بھی پڑھتے ہیں، اور ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ بھی روزے رکھتے ہیں۔ (نیکی کے ان کاموں میں تو وہ ہمارے برابر کے شریک ہیں) لیکن وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے محروم، وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور اس سلسلے میں رقم خرچ کرتے ہیں اور ہم اس سے بھی محروم ہیں۔ حضورؐ نے ان کی بات سن کر فرمایا۔ کیا تمھیں ایک ایسی بات نہ بتاؤں جس کی بدولت نیکی کی راہ میں آگے بڑھ جانے والوں کو پالو گے اور جس کی بدولت تم اپنے پیچھے آنے والوں کے آگے رہو گے اور تم سے صرف وہی لوگ افضل ہوں گے جو تمھارے جیسا کام کریں، ان لوگوں نے کہا ضرور وہ کام بتائیے اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا تم ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار اللہ اکبر اور ۳۳ بار الحمد للہ کہہ لیا کرو (چناں چہ یہ لوگ گئے اور پڑھنے لگے۔ جب خوش حال لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ان کے مہاجر بھائیوں کو حضورؐ نے یہ بتایا ہے تو انھوں نے بھی یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی) تو وہ لوگ حضورؐ کے پاس آئے، اور بتایا کہ ہمارے مال دار بھائیوں نے سنا تو انھوں نے بھی شروع کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیؐ کی جماعت میں دین کی راہ میں آگے بڑھنے اور آخرت میں بلند مرتبہ پانے کی کتنی شدید پیاس تھی اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مال خرچ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اگر وہ ذکر و دعا اور دوسرے نیکی کے کام کریں تو جنت سے محروم نہ رہیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاموں کو غلامی کی لعنت سے نکالنا، انھیں انسانیت کی سطح پر لانا اور سماج میں ان کو برابر کی حیثیت دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

اس حدیث میں اللہ اکبر کے لیے ۳۳ بار کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھنے کا ذکر آتا ہے۔ بزرگوں کا اسی پر عمل ہے۔ بعض اور حدیثوں میں آیا ہے کہ آپؐ نے تینوں کو دس دس بار پڑھنے کی تلقین کی۔

ابن عمرؓ اور تہجد

﴿۴۱۷﴾ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰہِ لَوْ کَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ سَالِمٌ فَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَنَامُ مِنَ اللَّیْلِ اِلَّا قَلِیْلاً۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت سالمؒ اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عبداللہ بہت اچھے آدمی ہیں، کاش تہجد کے لیے اٹھا کرتے۔ سالم کہتے ہیں کہ آپ ؐ کے فرمانے کے بعد والد کا یہ حال ہوا کہ رات میں تھوڑی دیر سوتے۔

نبیؐ کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ موقع

﴿۴۱۸﴾ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ ھَلْ اَتٰی عَلَیْکَ یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ مِنْ یَوْمِ اُحُدٍ؟ قَالَ قَدْ لَقِیْتُ مِنْ قَوْمِکِ وَ کَانَ اَشَدَّ مَا لَقِیْتُہٗ یَوْمُ الْعَقَبَۃِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِیْ عَلٰی ابْنِ عَبْدِ یَالَیْلِ بْنِ عَبْدِ کُلَالٍ، فَلَمْ یُجِبْنِیْ اِلٰی مَا اَرَدْتُّ، فَانْطَلَقْتُ ــــ وَ اَنَا مَھْمُوْمٌ ــــ عَلٰی وَجْھِیْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَاسِیْ فَنَظَرْتُ، فَاِذَا فِیْھَا جِبْرِیْلُ ﷺ فَنَادَانِیْ، فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ وَ قَدْ بَعَثَ اِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَامُرَہٗ بِمَا شِئْتَ فِیْھِمْ، فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ وَ اَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ وَ قَدْ بَعَثَنِیْ رَبِّیْ اِلَیْکَ لِتَامُرَنِیْ بِاَمْرِکَ فَمَا شِئْتَ؟ اِنْ شِئْتَ عَلَیْھِمُ الْاَخْشَبَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ مِنْ اَصْلَابِھِمْ مَنْ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَحْدَہٗ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے پوچھا کیا آپ ؐ پر کوئی ایسا دن گزرا ہے جو احد کے دن سے زیادہ سخت رہا ہو۔ آپ ؐ نے فرمایا:

''عائشہ تمھاری قوم قریش سے مجھے بہت تکلیفیں پہنچی اور سب سے زیادہ سخت دن جو گزرا عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے اپنے آپ کو عبد یالیل ابن عبد کلال کے سامنے پیش کیا۔ لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو میں پریشان حال اور متفکر وہاں سے چلا اور

جب میں قرن الثعالب پہنچا تب ذرا غم ہلکا ہوا۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی دیکھا کہ جبریلؑ ہیں انھوں نے مجھے پکار کر کہا کہ آپؐ کی قوم نے جو باتیں آپ سے کیں اور جس شکل میں انھوں نے آپؐ کی دعوت کا جواب دیا اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور آپؐ کے پاس اللہ نے پہاڑوں کا انتظام کرنے والے فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپؐ جو چاہیں اسے حکم دیں، وہ منکرین حق کے سلسلے میں آپؐ کے حکم کو بجالائے گا۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی، سلام کیا، پھر کہا ''اے محمدؐ! آپؐ کی قوم نے آپؐ سے جو باتیں کہیں اسے اللہ نے سنا اور میں پہاڑوں کے انتظام پر مامور ہوں اور میرے رب نے مجھے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو حکم دینا چاہیں دیں۔ تو جو کچھ آپ چاہتے ہیں بتایئے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں طرف کے پہاڑوں کو میں اس طرح ملا دوں کہ یہ لوگ پس کر رہ جائیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ ہوں گے جو صرف اللہ کی بندگی کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

(د) اقامتِ دین کی راہ میں مخالفین کے لیے دُعا

﴿۴۱۹﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ، ضَرَبَہٗ قَوْمُہٗ فَادْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَ یَقُوْلُ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبی کا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے۔ وہ میری نگاہوں کے سامنے ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ دعوت دینے کے جرم میں اس نبی کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اور نبی کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے چہرہ سے خون کو پونچھتے جاتے اور یہ کہتے جاتے۔

اے میرے اللہ! میری قوم کے اس جرم کو معاف کر دے (اور ابھی ان پر عذاب نہ نازل فرما) اس لیے کہ یہ لوگ ناواقف ہیں، اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔

تالیف قلب

﴿۴۲۰﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ، وَلَقَدْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاہُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِہٖ، فَقَالَ یَا قَوْمِ

اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَاءَ مَنْ لاَ یَخْشَ الْفَقْرَ، وَ اِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَا یُرِیْدُ اِلاَّ الدُّنْیَا فَمَا یَلْبَثُ اِلاَّ یَسِیْراً حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْهَا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اسلام سے قریب کرنے کی غرض سے حضورؐ لوگوں کو دیتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی مانگا گیا، آپؐ نے مانگنے والے کو وہ چیز ضرور دی۔ ایک دفعہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا، تو آپؐ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی سب بکریاں دے دیں تو وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے پاس پہنچا اور کہا:

''اے لوگو! اسلام لاؤ اس لیے کہ محمدؐ اس شخص کی طرح دیتے ہیں جو فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا، راوی حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آدمی صرف دنیا کی غرض سے ایمان لاتا لیکن زیادہ مدت نہ گزرتی کہ اسلام اس کی روح میں (نبیؐ کی تعلیم و تربیت سے) اُتر جاتا اور دنیا اور اسباب دنیا سے اس کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہو جاتا۔''

دو کھانے میں تین کی شرکت

〈۴۲۱〉 عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِؓ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاساً فُقَرَاءَ وَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَرَّةً، مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ، بِسَادِسٍ اَوْ کَمَا قَالَ، وَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ جَاءَ بِثَلاَ ثَةٍ وَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَشْرَةٍ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کی روایت ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے، ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ یہاں سے تیسرے کو لے جائے، اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو تو پانچویں اور چھٹے آدمی کو لے جائے۔ چناں چہ میرے والد ابوبکرؓ اپنے ساتھ تین آدمیوں کو گھر لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یہاں دس آدمیوں کو لے گئے۔''

شفقت علی الخلق ـــــ بھوکوں کو کھانا کھلانا

〈۴۲۲〉 عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِؓ قَالَ کُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

فَجَاءَهُ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِی النِّمَارَ اَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ عَامَّتِهِمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ کُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا رَاٰی بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ، فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَ اَقَامَ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ، یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِلٰی آخِرِ الْاٰیَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (النساء:۱) وَالْاٰیَةُ الْاُخْرٰی الَّتِیْ فِیْ آخِرِ الْحَشْرِ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (الحشر:۱۸) لِیَتَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِیْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ، مِنْ صَاعِ تَمَرِهٖ، حَتّٰی قَالَ وَ لَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ کَادَتْ کَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ، ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰی رَأَیْتُ کَوْمَیْنِ مِنْ طَعَامٍ وَ ثِیَابٍ حَتّٰی رَأَیْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَهَلَّلُ کَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ. (مسلم)

ترجمہ: جریر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے تلواریں باندھے ہوئے، موٹے کمبل لپٹے ہوئے، ان کے جسم کا بیشتر حصہ ننگا تھا اور ان میں سے زیادہ تر لوگ قبیلۂ مضر کے تھے بلکہ سب ہی مضری تھے، ان کے فقرو تنگ دستی کی حالت دیکھ کر نبیؐ کا چہرہ پریشانی کی وجہ سے زرد پڑ گیا، پھر آپؐ گھر میں گئے اور باہر آئے، بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں (نماز کا وقت ہو چکا تھا) تو بلالؓ نے اذان دی اور پھر تکبیر کہی۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد تقریر فرمائی، جس میں آپؐ نے سورہ نسآء کی پہلی آیت اور پھر سورۂ حشر کے آخری رکوع کی پہلی آیت تلاوت کی اور اس کے بعد فرمایا ''لوگوں کو چاہیے کہ خدا کی راہ میں صدقہ کریں، دینار دیں، درہم دیں، کپڑے دیں، گیہوں کا ایک صاع دیں۔'' یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا ''اگر کسی کے پاس کھجور کا آدھا ٹکڑا بھی ہو تو وہ ہی دے۔''

تقریر سننے کے بعد انصار کا ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ایک تھیلی لیے ہوئے آیا جو ہاتھ میں سماتی نہیں تھی پھر لوگوں نے یکے بعد دیگرے صدقہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ میں نے غذا اور

کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے، لوگوں کے اس صدقہ دینے سے حضورؐ کا چہرہ دمک اٹھا گویا سونے کا پانی چڑھا دیا گیا ہے، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس اچھے طریقے پر بعد میں عمل کریں گے ان کا بھی اجر اس کو ملے گا، بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقے کو جاری کیا تو اسے اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں جو لوگ اس برے طریقے پر چلیں گے ان کا گناہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا بغیر اس کے کہ برے طریقہ کے جاری کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔''

آدابِ نماز کی تعلیم

﴿۴۲۳﴾ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السَّلَمِيِّ قَالَ، بَيْنَمَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ وَ اثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ؟ فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَبِاَبِيْ هُوَ وَ اُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلاَ بَعْدَهُ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ، مَا كَهَرَنِيْ وَلاَ ضَرَبَنِيْ وَلاَ شَتَمَنِيْ، قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لاَ يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلاَمِ النَّاسِ اِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ. (مسلم)

ترجمہ: معاویہ بن حکم سلمیؓ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی کو چھینک آئی، تو میں نے نماز پڑھتے ہی میں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہہ دیا، لوگوں نے مجھ پر نگاہ ڈالی، میں نے کہا خدا تمھیں زندہ رکھے تم لوگ کیوں دیکھتے ہو؟'' انھوں نے مجھے خاموش ہو جانے کی تلقین کی تو میں چپ ہو گیا۔ جب نبیؐ نماز پڑھ چکے۔ میرے ماں باپ نبیؐ پر قربان میں نے نبیؐ سے بہتر تعلیم و تربیت کرنے والا نہ تو پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ آپؐ نے نہ تو مجھے ڈانٹا نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا، صرف اتنا کہا ''یہ نماز ہے اس میں بات چیت مناسب نہیں ہے، نماز تو نام ہے اللہ کی پاکی بیان کرنے کا، اس کی بڑائی بیان کرنے کا، اور قرآن پڑھنے کا۔''

طریقہ تعلیم

〈۴۲۴〉 عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ایسے ہی کام کرنے کا حکم دیتے تھے، جسے وہ کر سکتے، جو ان کے بس میں ہوتا۔''

دین میں آسانی

〈۴۲۵〉 بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ، فَقَامَ النَّاسُ اِلَيْهِ لِيَقَعُوْا فِيْهِ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ دَعُوْهُ وَ اَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلاً مِنْ مَاءٍ اَوْ ذُنُوْباً مِنْ مَاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. (بخاری ـــــ ابوہریرہؓ)

ترجمہ: ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو لوگ اس کو مارنے پیٹنے کے لیے دوڑے، آپؐ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈال کر بہا دو، تم لوگ تو اس لیے برپا کیے گئے ہو کہ دین کی طرف لوگوں کو کھینچو اور دین کو ان کے لیے آسان بناؤ۔ تمھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے مبعوث نہیں کیا ہے کہ (اپنے غیر حکیمانہ طرزِ عمل سے) لوگوں کے لیے دین کی طرف آنا دشوار بنا دو۔

جذبات کا احترام

〈۴۲۶〉 عَنْ مَالِكِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِؓ قَالَ، اَتَيْنَا النَّبِیَّ ﷺ وَ نَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ، فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَحِيْمًا رَفِيْقاً، فَظَنَّ اَنَا قَدِ اشْتَقْنَا اَهْلَنَا فَسَأَلَ عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ اَهْلِنَا، فَاَخْبَرْنَاهُ، فَقَالَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَاَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَ عَلِّمُوْهُمْ وَ مُرُوْهُمْ وَ صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا حِيْنَ كَذَا وَ صَلَاةَ كَذَا فِیْ حِيْنَ كَذَا، (وَفِیْ رِوَايَةٍ وَ صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ) فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: مالک بن حویرثؓ نے فرمایا: ''ہم چند ہم عمر نوجوان دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضورؐ کے پاس آئے۔ یہاں ہم نے بیس دن قیام کیا، نبی ﷺ نہایت رحیم اور نرم معاملہ کرنے

والے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں، تو آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تمھارے پیچھے کون لوگ ہیں؟'' ہم نے بتایا تو آپؐ نے فرمایا اپنے بیوی بچوں میں واپس جاؤ اور جو کچھ تم نے سیکھا ہے انھیں سکھاؤ اور بھلی باتیں بتاؤ۔ اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھو۔ (اور ایک روایت میں ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جیسی مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو) اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں کا کوئی اذان دے دے اور جو تم میں علم اور سیرت کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہو وہ امامت کرے۔

خدا کے احکام اُن کی نظر میں

﴿۴۲۷﴾ عَنْ اُمَیْمَةَ بِنْتِ رُقَیْقَةَ قَالَتْ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ نِسْوَةٍ فَقَالَ فِیْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَ اَطَقْتُنَّ، قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت اُمیمہؓ فرماتی ہیں میں نے کچھ عورتوں کی معیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دینی احکام پر عمل کرنے کا عہد کیا، تو آپؐ نے ہم سے عہد لیتے وقت فرمایا: جتنا تمھارے بس میں ہو، جہاں تک تم سے ہو سکے عمل کرنا، اُمیمہؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے اوپر مہربان ہو سکتے ہیں۔

تشریح: حضرت اُمیمہؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ و رسول ہم سے زیادہ ہمارے خیر خواہ اور مہربان ہیں، ان کی طرف سے آئی ہوئی ہدایات کبھی بھی ہماری استطاعت اور طاقت سے باہر نہیں ہو سکتیں، لہٰذا اس شرط و قید کی کیا ضرورت ہے۔

یہ ہے صحابہ اور صحابہؓ کے سوچنے کا انداز! حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کتنی سچی بات فرمائی تھی ''یہ گہرا علم رکھنے والے لوگ تھے۔''

نفاق کیا ہے

﴿۴۲۸﴾ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَیْدٍ اَنَّ اُنَاسًا قَالُوْا لِجَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّا نَدْخُلُ عَلٰی سُلْطَانِنَا فَنَقُوْلُ بِخِلَافِ مَا نَتَکَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهٖ، فَقَالَ کُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری)

ترجمہ: محمد بن زید کہتے ہیں، کچھ لوگ میرے دادا عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس آئے، انھوں نے کہا

بادشاہ (خلیفہ) کے سامنے ہم کچھ اور کہتے ہیں، اور وہاں سے ہٹنے کے بعد کچھ اور کہتے ہیں (یہ کیسا ہے؟) عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا ہم اِسے نبی ﷺ کے زمانہ میں منافقت سمجھتے تھے۔

تشریح: سلطان سے بنوامیہ کی حکومت کے سربراہ مراد ہیں، عبداللہ بن عمرؓ نے اموی حکومت کا زمانہ پایا تھا، اموی حکومت خلافت راشدہ نہ تھی۔

﴿۴۲۹﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، اُولٰئِكَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْبًا وَ اَعْمَقَهَا عِلْمًا وَ اَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَ اتَّبِعُوْهُمْ عَلٰى اٰثَرِهِمْ، وَ تَمَسَّكُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَ سِيَرِهِمْ، فَاِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: جو سیدھے راستہ پر چلنا چاہتا ہے تو اسے ان لوگوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں، اس لیے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنہ میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ لگا رہتا ہے، جن وفات پانے والوں کی طرف میں اشارہ کررہا ہوں، وہ نبیؐ کے ساتھی لوگ ہیں، یہ لوگ امت کے افضل ترین افراد ہیں، ان کے دلوں میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، وہ تکلف سے دور تھے، ان کو اللہ نے اپنے نبیؐ کا ساتھ دینے اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا، تو اے مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو، اور ان کے اخلاق وسیرت کو اپنے امکان بھر مضبوطی سے تھامو اس لیے کہ یہ لوگ خدا کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چلنے والے تھے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لمبی عمر پائی، ان کے سامنے زیادہ تر صحابہ وفات پا چکے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ نبوت کا زمانہ جتنا دور ہوتا جا رہا ہے اتنی ہی لوگوں کے اندر خرابیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں، اور مختلف گروہ مختلف لوگوں کو اپنا پیشوا بنا رہے ہیں، اس لیے انھوں نے لوگوں کو بتایا کہ اصحابِ نبی کو اپنا مقتدیٰ اور پیشوا بناؤ، ان کی سیرت واخلاق کو اپناؤ۔

نماز با جماعت کے لیے اٹھنے والے قدم

﴿۴۳۰﴾ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍؓ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا اَبْعَدَ مِنَ

الْمَسْجِدِ مِنْهُ، کَانَتْ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوۃٌ، فَقِیْلَ لَهٗ لَوِ اشْتَرَیْتَ حِمَارًا تَرْکَبُهٗ فِی الظَّلْمَاءِ وَ فِی الرَّمْضَاءِ، فَقَالَ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ مَنْزِلِیْ اِلٰی جَنْبِ الْمَسْجِدِ، اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ یُکْتَبَ لِیْ مَمْشَایَ اِلَی الْمَسْجِدِ وَ رُجُوْعِیْ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰی اَهْلِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَکَ ذٰلِکَ کُلَّهٗ. (ترغیب بہ حوالہ صحیح مسلم)

ترجمہ: ایک انصاریؓ تھے جن سے زیادہ دور مسجد نبویؐ سے اور کوئی نہ تھا لیکن اس کے باوجود ان سے کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی۔ ان سے عرض کیا گیا کاش آپ تاریکی اور دھوپ میں سواری کے لیے کوئی گدھا خرید لیتے انھوں نے جواب دیا مجھے یہ پسند نہیں کہ مسجد نبویؐ کے پہلو میں میرا گھر ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ مسجد تک پیدل آنے پھر گھر تک واپس ہونے کا اجر میرے حصہ میں درج کیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ سب ریکارڈ کرلیا ہے۔

فجر و عشا کی جماعت صحابہؓ کی نظر میں

〈۴۳۱〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کُنَّا اِذَا فَقَدْنَا الرَّجُلَ فِی الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ اَسَأْنَا بِهِ الظَّنَّ. (ترغیب بہ حوالہ صحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، ہمارا حال یہ تھا کہ جب کسی شخص کو فجر اور عشا کی نماز باجماعت میں نہیں دیکھتے تو اس کے بارے میں برا گمان قائم کرتے۔

تشریح: یعنی ایسے شخص کے بارے میں ہم کو منافق ہونے کا شبہ ہونے لگتا، منافقین بالعموم فجر اور عشا میں نہیں آتے تھے۔ اس زمانہ میں بجلی کی روشنی تو تھی نہیں، چھپنے کے مواقع حاصل تھے اس لیے یہ منافقین جن کے دل ایمان سے خالی تھے عشا و فجر میں نہیں پہنچتے تھے اور دن کی جن نمازوں میں پہنچتے اس کی تصویر کشی قرآن نے اِن الفاظ سے کی ہے وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَهُمْ کُسَالٰی (توبہ:۵۴) یعنی یہ نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتے مگر مارے باندھے، کسمساتے ہوئے بے دلی کے ساتھ۔

نبیؐ کے ساتھیوں کی زندگی

دن کے غازی رات کے نمازی

〈۴۳۲〉 عَنْ قَتَادَةَ قَالَ، سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَضْحَكُوْنَ؟ قَالَ نَعَمْ، وَالْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ اَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ، وَ قَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ اَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْاَغْرَاضِ وَ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ، فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: قتادہؒ (تابعی) کہتے ہیں، کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہنستے بھی تھے؟ انھوں نے کہا ہاں وہ ہنستے بھی تھے، اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ کی طرح مضبوط بھی تھا، بلکہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط، جسے کسی طرح ہلایا نہیں جا سکتا تھا۔ اور بلال بن سعدؒ (تابعی) کہتے ہیں میں نے صحابۂ کرام کو دن میں دوڑ میں مقابلہ کرتے دیکھا ہے اور انھیں ایک دوسرے سے ہنستے پایا ہے، لیکن جب رات آتی، تو وہ راہب بن جاتے۔

تشریح: عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ ''اللہ والوں'' کو نہ ہنسنا چاہیے، نہ تیر اور نیزوں کی مشق کرنی چاہیے، نہ کوئی اور اس طرح کا کام کرنا چاہیے، انھیں تو کسی گوشہ میں بیٹھ کر بس اللہ اللہ کرنا چاہیے، اسی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھنے والے نے پوچھا، انھوں نے بتایا کہ ہنسنا بولنا، دوڑ میں مقابلہ کرنا اور تیروں، نیزوں کی مشقیں دنیاداری نہیں ہے، یہ خالص دین داری ہے چناں چہ اصحابِ نبی یہ سب کام کرتے تھے، البتہ رات کی تاریکی میں اپنے رب سے دعا و مناجات کرتے، نوافل اور تلاوت میں مشغول ہوتے، دن کے یہ مجاہد رات میں عابد اور شب زندہ دار بن جاتے۔

غیرت حق

〈۴۳۳〉 عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مُتَحَزِّقِیْنَ وَلَامُتَمَاوِتِیْنَ، وَ کَانُوْا یَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ فِیْ مَجَالِسِھِمْ، وَ یَذْکُرُوْنَ اَمْرَ جَاھِلِیَّتِھِمْ، فَاِذَا اُرِیْدَ اَحَدٌ مِنْھُمْ عَلٰی شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ دَارَتْ حَمَالِیْقُ عَیْنَیْہِ کَاَنَّہٗ مَجْنُوْنٌ (الادب المفرد امام بخاری)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حضرات نہ تنگ دل تھے اور نہ تنگ ذہنیت والے، وہ لوگ تو اپنی مجلسوں میں شعر سنتے اور پڑھتے، اور اپنی جاہلیت کی زندگی اور اس کی تاریخ بیان کرتے تھے، البتہ جب ان سے خدا کے دین کے معاملہ میں کوئی نامناسب مطالبہ کیا جاتا تو غصہ کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی پتلیاں اس طرح ناچنے لگتیں ایسا معلوم ہوتا کہ وہ دیوانے ہوگئے ہیں۔

تشریح: مطلب یہ کہ صحابۂ کرامؓ، دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں کی طرح اپنے کو لیے دیے نہیں رہتے تھے کہ نہ کسی سے بولیں، نہ کسی سے ملیں، ہر وقت مراقبے میں سر جھکائے پڑے ہیں، بلکہ وہ نہایت کشادہ ذہن کے لوگ تھے، سب سے ملتے، موقع ہوتا تو شعر خوانی کرتے، اسلام سے پہلے کے دور کی خرابیوں اور طور طریق کا ذکر کرتے، البتہ ان کی سب سے اُبھری ہوئی صفت یہ تھی کہ وہ اپنے اندر دین کے لیے شدید غیرت اور محبت رکھتے تھے۔ اگر کوئی ان سے خلافِ حق کام کرانے کا مطالبہ کرتا، اس وقت ان کا پارا چڑھ جاتا، غصہ کی شدت سے پاگل ہوجاتے۔

〈۴۳۴〉 عَنْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ یَتَبَادَحُوْنَ بِالْبِطِّیْخِ، فَاِذَا کَانَتِ الْحَقَائِقُ کَانُوْا ھُمُ الرِّجَالَ (الادب المفرد امام بخاریؒ)

ترجمہ: بکر بن عبداللہؒ کہتے ہیں نبیؐ کے صحابی لوگ خربوزے کے چھلکے سے ایک دوسرے کو مارتے تھے، لیکن جب اسلام کی حفاظت ودفاع کا موقع آتا تو نہایت سنجیدہ اور بہادر ہوجاتے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ''صحابہ آپس میں مذاق کرتے یہاں تک کہ ایک دوسرے کو خربوزے کے چھلکے مارتے۔''

اتباعِ رسولؐ

〈۴۳۵〉 قَالَ اِبۡنُ الۡحَنۡظَلِیَّةِ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نِعۡمَ الرَّجُلُ خُرَیۡمُنِ الۡاُسَیۡدِیُّ لَوۡلَا طُوۡلُ جُمَّتِهٖ وَ اِسۡبَالُ اِزَارِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِکَ خُرَیۡمًا، فَاَخَذَ شَفۡرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰی اُذُنَیۡهِ وَ رَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰی اَنۡصَافِ سَاقَیۡهِ. (ریاض الصالحین)

ترجمہ: ابن الحنظلیہؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خریم اُسیدی بہت اچھے آدمی ہیں اگر ان کے سر پر بڑے بڑے بال نہ ہوتے اور ان کا تہ بند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا۔ جب خریم کو حضورؐ کے اس تبصرہ کا علم ہوا تو فوراً اُسترا اٹھایا اور اپنے بڑھے ہوئے بالوں کو کانوں تک کاٹ دیا اور اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک اونچا کرلیا۔

تشریح: کبھی اس انداز سے بھی تربیت کی جاتی ہے۔ اس سے صحابہؓ کے اتباعِ رسولؐ پر بھی روشنی پڑتی ہے!

〈۴۳۶〉 عَنۡ جَابِرٍ قَالَ، اَتٰی رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَنِیۡ عَمۡرِوبۡنِ عَوۡفٍ یَوۡمَ الۡاَرۡبِعَاءِ فَذَکَرَ الۡحَدِیۡثَ اِلٰی اَنۡ قَالَ یَا مَعۡشَرَ الۡاَنۡصَارِ، قَالُوۡا لَبَّیۡکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ، فَقَالَ کُنۡتُمۡ فِی الۡجَاهِلِیَّةِ اِذۡ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اللّٰهَ تَحۡمِلُوۡنَ الۡکَلَّ، وَ تَفۡعَلُوۡنَ فِیۡ اَمۡوَالِکُمُ الۡمَعۡرُوۡفَ، وَ تَفۡعَلُوۡنَ اِلٰی ابۡنِ السَّبِیۡلِ، حَتّٰی مَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡاِسۡلَامِ وَ نَبِیِّهٖ اِذَا اَنۡتُمۡ تُحۡصِنُوۡنَ اَمۡوَالَکُمۡ، فِیۡ مَا یَاۡکُلُ ابۡنُ آدَمَ اَجۡرٌ وَ فِیۡ مَا یَاۡکُلُ السَّبُعُ وَالطَّیۡرُ اَجۡرٌ، قَالَ فَرَجَعَ الۡقَوۡمُ فَمَا مِنۡهُمۡ اَحَدٌ اِلَّا هَدَمَ مِنۡ حَدِیۡقَتِهٖ ثَلَاثِیۡنَ بَابًا. (المنذری بہ حوالہ مستدرک حاکم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے محلّہ میں تشریف لے گئے، چہار شنبہ (بدھ) کا دن تھا، وہاں حضورؐ نے فرمایا اے گروہِ انصار! انھوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ ہم حاضر ہیں ارشاد فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: جاہلیت کے زمانہ میں جب کہ تم اللہ کی پرستش نہیں کرتے تھے، تب تو کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے، تم غریبوں کو اپنا مال دیتے اور مسافروں کی مدد کرتے تھے، لیکن جب اللہ نے اسلام اور اس کے نبیؐ پر ایمان لانے کی توفیق بخشی، تو اب تم لوگ اپنے باغوں کی حفاظت کی خاطر ان کے گرد دیواریں اُٹھاتے ہو، یاد رکھو کوئی آدمی تمھارے باغ کا پھل کھالے تو اس پر تمھیں اجر ملے گا، اگر درندے یا چڑیاں کھالیں تو اس پر

بھی تم اجر کے مستحق ہو گے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضورؐ کی یہ بات سن کر لوگوں نے اپنے باغات کے دروازے ڈھا دیے، یہ تیس دروازے تھے جو ڈھائے گئے تھے۔

اطاعتِ رسولؐ

〈۴۳۷〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُعْطِيْنِى الْعَطَاءَ، فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اِلَيْهِ اَفْقَرُ مِنِّىْ، قَالَ فَقَالَ خُذْهُ، اِذَا جَاءَ كَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَىْءٌ وَ اَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلاَ سَائِلٍ فَخذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، فَاِنْ شِئْتَ فَكُلْهُ، وَ اِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهٖ، وَمَا لاَ فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ، قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَلِاَجْلِ ذٰلِكَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لاَ يَسْئَالُ اَحَدًا شَيْئًا وَلاَ يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهٗ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بیت المال سے کچھ دیتے، تو میں عرض کرتا جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو اسے دے دیجیے، (ایک دفعہ) حضورؐ نے فرمایا: کچھ دیا جا رہا ہے لے لو، اپنے قبضہ میں کرو، جب تمھارے پاس مال کی مقدار آئے اور اس طرح آئے کہ تم نے مانگا نہ ہو اور نہ پانے کے متوقع ہو تو ایسے مال کو لے لو، اپنے قبضہ میں کرو، پھر چاہے خود کھاؤ یا صدقہ کرو، اور جو مال تمھیں نہ ملے اس کی حرص نہ کرو۔

حضرت ابن عمرؓ کے صاحبزادے سالم کہتے ہیں اسی وجہ سے والد صاحب کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگتے اور کوئی بے طلب دیتا تو اسے لے لیتے، واپس نہ کرتے۔

تشریح: اس حدیث میں جو مسئلہ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے (۱) بغیر طلب اور بغیر لالچ کے کوئی کچھ دے تو انکار نہ کرنا چاہیے (۲) اگر اس بات کی توقع اور دل میں خواہش ہو کہ فلاں مجھے مال دیں گے تو ایسی صورت میں اگر ان کی طرف سے کچھ آئے تو نہ لینا چاہیے۔

سلام بچوں کو

〈۴۳۸〉 عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَفْعَلُهٗ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کے بارے میں ان کے شاگرد نے بتایا کہ حضرت انسؓ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تو انھیں سلام کیا اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو سلام کرتے تھے۔

رسولؐ کی والہانہ پیروی

⟨۴۳۹⟩ **عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَاْتِیْ شَجَرَۃً بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَیَقِیْلُ تَحْتَھَا وَ یُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَفْعَلُ ذٰلِکَ.** (المنذری بہ حوالہ مسند بزار)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں راوی (شاگرد) بیان کرتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لیے لیٹ جاتے (یہ ان کا ہمیشہ کا معمول تھا) اور فرماتے کہ نبی ﷺ اِس درخت کے نیچے قیلولہ فرماتے تھے۔

تشریح: نبیؐ اُس درخت کے پاس دوپہر کے وقت پہنچے تھے تب قیلولہ فرمایا تھا، لیکن حضرت ابن عمرؓ رات میں، دن میں کسی وقت اس مقام پر پہنچتے تو تھوڑی دیر کے لیے درخت کے نیچے لیٹ رہتے، فرماتے کہ میرے محبوب پیغمبر اس جگہ لیٹے تھے، ایسا نہیں ہے کہ وہ بات نہیں سمجھتے اور اتباع کے معنی نہیں جانتے تھے، بلکہ وہ محبت رسول میں ایسا کرتے، اور محبت جیسا کہ سب کو معلوم ہے ــــ عقل سے اونچی شی ہے! مسند احمد کی ایک روایت کا ترجمہ سنیے: مشہور تابعی مجاہدؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں ابن عمرؓ کے ساتھ تھے، جب وہ ایک مقام پر پہنچے تو وہاں سے ہٹ کر ایک طرف کو گئے، بعد میں ہم نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا میں نے رسول اللہؐ کو ایسا کرتے دیکھا تھا ویسا ہی میں نے کیا، اسی مسند احمد میں ایک اور روایت کا ترجمہ پڑھیے: مشہور تابعی ابن سیرینؒ کہتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ عرفات میں تھا، جب وہ زوال کے بعد مسجد نمرہ چلے تو میں بھی ساتھ ہولیا، یہاں تک کہ امام آیا تو انھوں نے امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھی، پھر مزدلفہ پہنچے، وہاں ایک جگہ انھوں نے اونٹنی بٹھا دی ہم لوگوں نے بھی اپنی سواریوں کو بٹھا دیا ہمیں خیال ہوا شاید وہ یہاں نماز پڑھنا چاہتے ہیں، لیکن ان کے خادم نے جو اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھا، اس نے بتایا کہ ان کا ارادہ یہاں نماز پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ انھیں یہ بات یاد آتی ہے کہ نبیؐ اپنے سفر حج میں اس جگہ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر قضائے حاجت کو تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے ابن عمرؓ رسولؐ کی محبت میں ایسا کرنا چاہتے ہیں (گو انھیں قضائے حاجت کی ضرورت نہیں ہے)۔

رسولؐ سے والہانہ محبت

⟨۴۴۰⟩ **عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُشَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُعَاوِیَۃُ بْنُ قُرَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ**

قَالَ، اَتَیتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فِی رَهطٍ مِن مُزَینَةَ فَبَایَعنَاهُ وَ اِنَّهٗ لَمُطلَقُ الْاَزْرَارِ، فَاَدْخَلتُ یَدِی فِی جَیبِ قَمِیصِهٖ فَمَسِستُ الْخَاتَمَ، قَالَ عُروَةُ فَمَا رَأَیتُ مُعَاوِیَةَ وَلَا اِبنَهٗ قَطُّ فِی شِتَاءٍ وَلَا صَیفٍ اِلَّا مُطلَقِي الْاَزْرَارِ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: عروہ بن عبداللہؒ کہتے ہیں، مجھ سے معاویہؓ نے اپنے والد قرہؓ کے حوالہ سے بیان کیا، قرہؓ نے فرمایا: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوا اور ہم لوگ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس وقت حضورؐ کے کرتے کے بٹن کھلے ہوئے تھے، میں اپنا ہاتھ حضورؐ کے کرتے کے اندر لے گیا اور مہر نبوت کو چھوا، عروہ کہتے ہیں ''اسی وجہ سے میں نے معاویہ اور قرہ (بیٹے اور باپ) کو ہمیشہ اس حال میں پایا ہے کہ دونوں کے بٹن کھلے رہتے تھے۔ جاڑے کے موسم میں بھی اور گرمی کے موسم میں بھی!

تشریح: یہ حدیث بتاتی ہے کہ صحابۂ کرامؓ اپنے رسول سے کس درجہ محبت کرتے تھے، وہ منطق و فلسفہ نہیں جانتے تھے، انھیں صرف اس سے غرض ہے کہ ان کا محبوب کیا کرتا ہے، ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ آدمی کے بٹن کبھی کھلے رہتے ہیں کبھی بند رہتے ہیں، لیکن محبت تو محبت ہے!! ایسا ہی ''حال'' حافظ منذری نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے بیان کیا ہے، زید بن اسلمؒ نے کہا میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے پوچھنے پر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

رفقائے سفر کی خدمت

〈۴۴۱〉 عَن اَنَسِ بنِ مَالِکٍ قَالَ خَرَجتُ مَعَ جَرِیرِ بنِ عَبدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ فِی سَفَرٍ، فَکَانَ یَخدِمُنِی، فَقُلتُ لَا تَفعَلْ، فَقَالَ اِنِّی قَد رَأَیتُ الْاَنصَارَ تَصنَعُ بِرَسُولِ اللّٰهِ شَیئًا، فَاٰلَیتُ اَن لَّا اَصحَبَ اَحَدًا مِنهُم اِلَّا خَدَمتُهٗ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، میں حضرت جریر کے ساتھ ایک سفر پر نکلا، تو سفر کے دوران وہ میری خدمت کرتے، میں نے انھیں اپنی خدمت سے روکا مگر وہ نہیں مانے اور کہا میں نے انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے دیکھا ہے، تو قسم کھالی کہ جس انصار کے ساتھ سفر کروں گا اس کی خدمت کروں گا۔

قیدیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ

﴿۴۴۲﴾ عَنْ اَبِیْ عَزِیْزِ بْنِ عُمَیْرٍ اَخِیْ مُصْعَبِ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ، کُنْتُ فِی الْاَسَارٰی یَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِسْتَوْصُوْا بِالْاَسَارٰی خَیْراً، وَکُنْتُ فِیْ نَفَرٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَکَانُوْا اِذَا قَدِمُوْا غَدَائَھُمْ اَوْ عَشَائَھُمْ اَکَلُوا التَّمْرَ وَ اَطْعَمُوْنِی الْخُبْزَ بِوَصِیَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ. (معجم طبرانی)

ترجمہ: حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی ابو عزیز کہتے ہیں کہ بدر کی جنگ میں میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو قیدیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت فرمائی تھی، میں انصار کے کچھ لوگوں کے قبضہ میں تھا، تو ان کا حال یہ تھا کہ وہ دوپہر اور رات کا کھانا جب لاتے تو خود کھجور پر گزارا کرتے اور مجھے روٹی کھلاتے کیوں کہ نبیؐ نے انھیں قیدیوں کے ساتھ بہتر سلوک کی وصیت کی تھی۔

تشریح: یہ ایک غیر مسلم قیدی کی شہادت ہے جسے وہ اسلام لانے کے بعد پیش کر رہا ہے۔ یہ حدیث یہ بھی بتاتی ہے کہ یہ مسلمان اپنے غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جس کا کوئی تصور اسلام سے پہلے کے دور میں نہیں کیا جا سکتا تھا!

اطاعتِ رسولؐ کی اہمیت

﴿۴۴۳﴾ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰی مَکَّةَ فِیْ رَمَضَانَ حَتّٰی بَلَغَ کُرَاعَ الْغُمَیْمِ، فَصَامَ وَ صَامَ النَّاسُ، ثُمَّ دَعَا بِقَدْحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهٗ حَتّٰی نَظَرَ النَّاسُ اِلَیْهِ ثُمَّ شَرِبَ، فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّ بَعْضَ النَّاسِ قَدْ صَامَ، فَقَالَ اُولٰٓئِکَ الْعُصَاةُ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ کراع الغمیم نامی مقام پر پہنچے۔ نبی ﷺ اور مجاہدین روزے سے تھے۔ جب مذکورہ مقام پر پہنچے تو آپؐ نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اسے اونچا اٹھایا یہاں تک کہ سب نے دیکھا پھر آپؐ نے پانی پیا (روزہ توڑ دیا) بعد میں آپؐ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ

روزے سے ہیں (انھوں نے روزہ نہیں توڑا ہے) آپؐ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں۔

تشریح: قرآن مجید میں مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے، اور یہ سفر رمضان میں ہوا تھا، اور یہ کوئی عام تجارتی سفر نہ تھا، بلکہ مکہ کو فتح کرنے اور دین کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً بالاعلان روزہ توڑا، اگر روزہ نہ توڑتے تو جہاد وقتال پر ناخوشگوار اثر پڑ سکتا تھا، لوگوں نے نبیؐ کو روزہ توڑتے دیکھا تھا پھر روزہ رکھنے کے کیا معنی؟

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ اصل چیز رسول کی پیروی اور اطاعت ہے، سنت سے ہٹ کر کوئی شخص چاہے کتنی ہی عبادت کرے، خدا کے یہاں اس کا کوئی وزن نہیں ہے!

فداکاری اور جاں نثاری

﴿۴۴۴﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم شَاوَرَ حِیْنَ بَلَغَنَا اِقْبَالُ اَبِیْ سُفْیَانَ، فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِیْضَھَا الْبَحْرُ لَاَخَضْنَاھَا، وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَکْبَادَھَا اِلٰی بَرْکِ الْغُمَادِ لَفَعَلْنَا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، جب حضورؐ کو یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا چالیس نفری قافلہ جدید اسلحہ اور غذائی رسد لیے ہوئے ملک شام سے مکہ کے لیے چل پڑا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا، تو سعد بن عبادہ اٹھے اور کہا اگر آپ ہمیں سمندر میں اپنے گھوڑوں کو ڈالنے کا حکم دیں گے تو ہم بلا پس وپیش سمندر میں اپنے گھوڑوں کے ساتھ گھس پڑیں گے، اور اگر ہمیں حکم دیں کہ برک الغماد تک گھوڑوں پر سوار ہو کر جاؤ اور دشمن سے لڑو تو ہم اسے بھی مانیں گے (خلاصہ یہ کہ بری اور بحری ہر طرح کی جنگ میں آپ کا پورا ساتھ دیں گے)۔

﴿۴۴۵﴾ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِھَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ: شَھِدْتُّ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْھَدًا لَاَنْ اَکُوْنَ اَنَا صَاحِبَہٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عُدِلَ بِہٖ اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھُوَ یَدْعُوْا عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ لَکَ کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اِذْھَبْ اَنْتَ وَلٰکِنْ نُقَاتِلُ عَنْ یَمِیْنِکَ وَ عَنْ شِمَالِکَ وَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْکَ وَ مِنْ خَلْفِکَ فَرَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَشْرَقَ وَجْھُہٗ وَ سَرَّہٗ ذَاکَ. (مسند احمد)

ترجمہ: طارق بن شہابؒ کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سنا وہ فرمارہے تھے کہ

میں نے مقداد بن اسود کا ایک ایسا کارنامہ دیکھا ہے کاش وہ مجھ سے انجام پاتا جو اس جیسے دوسرے ہر کارنامہ سے عزیز تر ہے۔ ہوا یہ کہ جب حضور ﷺ مشرکین مکہ سے لڑنے کی دعوت دے رہے تھے، مقدادؓ بڑھے اور کہا اے اللہ کے رسول ہم آپؐ سے اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تم اور تمھارا رب دونوں جا کر دشمن سے لڑو، نہیں بلکہ ہم آپؐ کے دائیں ہوکر، بائیں ہوکر آگے ہوکر، پیچھے ہوکر دشمن سے لڑیں گے، جب مقدادؓ نے یہ بات کہی تو میں نے دیکھا نبی کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔

تشریح: مشرکین سے لڑنے کی دعوت کا جو واقعہ حدیث میں بیان ہوا ہے، وہ بدر کے موقع کا ہے، پہلے آپؐ کو اطلاع ملی کی ابوسفیان کا قافلہ جدید فوجی ساز وسامان اور رسد کے ساتھ شام سے آرہا ہے، ابھی آپؐ اس کو روکنے کے سلسلے میں مدینہ میں مشورہ کر ہی رہے تھے کہ اچانک یہ اطلاع ملی کہ مشرکینِ مکہ کی ایک ہزار فوج اسلام اور مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے چل پڑی ہے، تب مشورہ کا رخ بدل گیا ہے اور مشرکین مکہ سے بھڑنے کی بات ہونے لگی، مقدادؓ کی یہ تقریر اسی موقع کی ہے، انھوں نے کہا ہم لوگ بھگوڑی ذہنیت نہیں رکھتے، ہم آپ کے ہر حکم پر لبیک کہیں گے، ہر طرح کی قربانی کے لیے تیار، آپ کے جاں نثار۔

یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ مدینہ سے آپؐ مکی فوج سے ٹکر لینے کے لیے نکلے تھے اور قرآن سورۂ انفال آیت ۶ اور ۷ اس پر قطعی دلیل ہیں۔

اسلام کی دعوت ہمہ وقتی اور ہمہ گیر ہے

﴿۴۴۶﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ، کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ اِذَا لَقِیَ الرَّجُلَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ تَعَالَ نُؤْمِنُ سَاعَۃً، فَقَالَ ذَاتَ یَوْمٍ لِرَجُلٍ، فَغَضِبَ الرَّجُلُ، فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تَریٰ اِلَی ابْنِ رَوَاحَۃَ یَرْغَبُ عَنْ اِیْمَانِکَ اِلٰی اِیْمَانِ سَاعَۃٍ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یَرْحَمُ اللّٰہُ ابْنُ رَوَاحَۃَ اِنَّہٗ یُحِبُّ الْمَجَالِسَ الَّتِیْ تَتَبَاھٰی بِھَا الْمَلَائِکَۃُ. (مسند احمد)

ترجمہ: انسؓ فرماتے ہیں، عبداللہ بن رواحہ اصحابِ نبی میں سے کسی سے ملتے، تو کہتے آؤ تھوڑی دیر ہم اپنے رب پر ایمان لائیں، ایک دن انھوں نے ایک آدمی سے یہی بات کہی تو وہ خفا

ہو گیا، اور نبی ﷺ سے جا کر کہا اے اللہ کے رسول ذرا ابن رواحہ کو دیکھیے یہ آپ کے ایمان سے ہٹ کر تھوڑی دیر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن رواحہ پر رحمت نازل فرمائے، وہ تمھیں دینی اجتماع کی دعوت دے رہے تھے، جس پر ملائکہ فخر کرتے ہیں، ایسی مجالس کو ابن رواحہ بہت پسند کرتے ہیں۔

تشریح: ابن رواحہؓ نے جو بات کہی اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنے ایمان کو تازہ کریں، خدا کے احسانات یاد کر کے! لیکن وہ آدمی حضرت ابن رواحہؓ کا مطلب نہ سمجھ سکا، بالآخر حضورؐ نے ان کا مطلب سمجھایا، اس آدمی نے جا کر یہ شکایت کی کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ کی دعوت تو ہمہ وقتی ہے، زندگی بھر کے لیے ہے اور ابن رواحہؓ تھوڑی دیر کے ایمان کی دعوت دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ نبوت کے لوگوں کا ذہن دین کے بارے میں کتنا صاف تھا۔

دینی اجتماع کی عظمت

﴿۴۴۷﴾ عَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَ مَنَّ عَلَيْنَا، قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُم اِلَّا ذٰلِكَ؟ قَالُوْا آللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ، قَالَ اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ، وَ لٰكِنَّهٗ اَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِىْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ. (مسلم، نسائی، ترمذی)

ترجمہ: حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے پاس (مسجد میں) تشریف لائے، آپؐ نے پوچھا تم لوگ یہاں اجتماعی شکل میں کیوں بیٹھے ہو اور کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہم یہاں بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے ہیں، اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی راہ دکھائی، ایمان لانے کی توفیق بخشی اور اس طرح ہم پر احسان کیا، حضورؐ نے فرمایا کیا یہ بہ خدا تم اسی غرض سے یہاں بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں بہ خدا ہم یہاں اسی لیے بیٹھے ہیں، آپؐ نے کہا میں نے تم کو قسم اِس وجہ سے نہیں دلائی کہ تم کو جھوٹا سمجھتا ہوں، بلکہ جبریل علیہ السلام ابھی میرے پاس آئے اور بتایا کہ اللہ تم پر فرشتوں کی مجلس میں فخر کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ’ذکر‘ کا لفظ آیا ہے یہ لفظ قرآن و حدیث کی زبان میں بہت وسیع

مفہوم رکھتا ہے، اس میں ذکر و دعا، اوراد و وظائف، دین کا سیکھنا اور سکھانا، دینی اجتماع اور اس کی جملہ کارروائیاں سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔

ملائکہ کی مجلس میں فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ان سے کہتا ہے دیکھو ہمارے یہ بندے ہم کو یاد کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اپنے دوسرے مشاغل چھوڑ کر دینی کام میں لگے ہوئے ہیں۔

صحابہؓ کا علمی و تبلیغی شوق

﴿۴۴۸﴾ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ، لَيْسَ كُلُّنَا كَانَ يَسْمَعُ حَدِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ كَانَتْ لَنَا ضَيْعَةٌ وَ اَشْغَالٌ، وَ لٰكِنْ كَانَ النَّاسُ لاَ يَكْذِبُوْنَ، فَيُحَدِّثُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ. (بیہقی)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں، ہم میں سے ہر شخص ہر روز نبی ﷺ کی مجلس میں حاضری تھوڑا ہی دیتا تھا کہ براہ راست دینی معلومات حاصل کرتا، ہمارے پاس زمین و باغ تھے جس میں ہم پھنسے رہتے، البتہ جو لوگ آپؐ کی مجلس میں حاضر ہوتے اُن لوگوں کو بتاتے جو حاضر نہ ہو پاتے، یہ غلط بیانی نہیں کرتے تھے، پوری بات غیر حاضر ساتھیوں کو بتاتے تھے۔

وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے

﴿۴۴۹﴾ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَعَمْ، اَوْ حَدَّثَنِیْ مَنْ لَّمْ يَكْذِبْ، وَاللّٰهِ مَا كُنَّا نَكْذِبُ، وَلاَ نَدْرِیْ مَا الْكَذِبُ. (بیہقی)

ترجمہ: قتادہؒ نے فرمایا: حضرت انسؓ نے ایک حدیث بیان کی، تو ایک آدمی نے پوچھا کیا یہ بات آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، یا یہ کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کی جس نے غلط بیانی نہیں کی، بہ خدا ہم لوگ غلط بیانی نہیں کرتے تھے، بہ خدا ہم نہیں جانتے تھے کہ جھوٹ اور غلط بیانی کیا ہوتی ہے!!

تشریح: اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہؓ حدیثوں کے بیان کرنے میں کس درجہ احتیاط کرتے تھے۔

زبان کی حفاظت

﴿۴۵۰﴾ عَنْ اَسْلَمَ مَوْلٰی عُمَرَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَ ھُوَ یَجْبذُ لِسَانَهٗ، فَقَالَ عُمَرُ مَهْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِیْ الْمَوَارِدَ. (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضرت اسلمؒ کہتے ہیں، ایک دن حضرت عمرؓ ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے، دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو ہاتھ سے کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یہ آپ کیا کر رہے ہیں، چھوڑ یئے، اللہ تعالیٰ آپ کی غلطی معاف کرے۔ حضرت صدیقؓ نے کہا، اِس نے مجھے تباہ کر ڈالا اس لیے اسے سزا دے رہا ہوں۔

تشریح: بیشتر گناہ زبان ہی سے سرزد ہوتے ہیں۔ کسی کی غیبت ہو جاتی ہے، کبھی ناشائستہ الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں، غرض بہت زیادہ غلطیوں کا صدور اِسی زبان سے ہوتا ہے اور پھر مومن پچھتاتا ہے، کچھ ایسی ہی کیفیت حضرت ابوبکرؓ پر طاری تھی جب وہ اپنی زبان کو سزا دے رہے تھے۔

﴿۴۵۱﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَ ھُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِهٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ، فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَ صِدِّیْقِیْنَ؟ کَلَّا وَ رَبِّ الْکَعْبَةِ! فَاَعْتَقَ اَبُوْ بَکْرٍ یَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِیْقِهٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، نبی ﷺ ایک دن، ابوبکرؓ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ وہ اپنے غلاموں میں کسی پر لعن طعن کر رہے تھے، تو آپؐ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: صدیق ہو کر لعن طعن؟ (یہ حرکت تمھاری صدیقیت سے میل نہیں کھاتی) قسم ہے رب کعبہ کی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ صدیق کا لقب پانے والا مومن لعنت کرے) اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اس غلام کو آزاد کر دیا پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا میں توبہ کرتا ہوں مجھ سے یہ غلطی پھر نہ ہوگی۔

عفو و درگزر

﴿۴۵۲﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَدِمَ عُیَیْنَةُ بْنُ حِصْنٍ فَنَزَلَ عَلٰی ابْنِ اَخِیْهِ الْحُرِّ بْنِ قَیْسٍ، وَ کَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِیْنَ یُدْنِیْهِمْ عُمَرُؓ، وَکَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجْلِسِ عُمَرَ وَ مُشَاوَرَتِهٖ کُهُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُیَیْنَةُ لِابْنِ اَخِیْهِ یَا بْنَ

اَخِیْ لَکَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِیْرِ فَاسْتَاذِنْ لِیْ عَلَیْهِ، فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ قَالَ هِیَ یَابْنَ الْخَطَّابِ فَوَ اللّٰهِ مَا تُعْطِیْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْکُمُ فِیْنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰی هَمَّ اَنْ یُوْقِعَ بِهٖ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِیِّهٖ ﷺ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ، وَ اِنَّ هٰذَا مِنَ الْجٰهِلِیْنَ، فَوَ اللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِیْنَ تَلَاهَا، وَ کَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰهِ. (بخاری)

ترجمہ: عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے مہمان ہوئے، اور حر بن قیس کو حضرت عمرؓ کی مجلس میں بڑا قرب حاصل تھا، قرآن کے جاننے والے ان کے ہم نشین اور مشیر تھے، ان میں ادھیڑ عمر کے لوگ بھی تھے اور جوان بھی، عیینہ نے حر سے کہا اے بھتیجے تمھیں حضرت عمرؓ کا قرب حاصل ہے، میرے لیے ان سے ان کے پاس حاضری کی اجازت طلب کرو، چناں چہ اجازت کے بعد عیینہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو دورانِ گفتگو کہا اے ابنِ خطاب تم ہم کو بڑا عطیہ نہیں دیتے اور نہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کو غصہ آ گیا اور سزا دینے کا ارادہ کیا، تو فوراً حر نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خطاب کر کے فرمایا ہے (ترجمہ) عفو اور درگزر کی روِش اختیار کرو، نیکی اور احسان کا حکم دو اور جہالت برتنے والوں کو نظر انداز کرو (اعراف:۱۹۹) اور یہ صاحب جاہل ہیں لہٰذا ان کی جہالت کو معاف فرما دیں۔

یہ آیت سنتے ہی حضرت عمرؓ سزا سے رک گئے، اور وہ اللہ کی کتاب پر رُک جانے والے آدمی تھے (خدا کے احکام سے ذرا بھی انحراف نہیں کرتے تھے)۔

صبر و تسلی

〈۴۵۳〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ، مَاتَ اِبْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَیْمٍ، فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ، فَجَاءَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْهِ عَشَاءً، فَاَکَلَ وَ شَرِبَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا کَانَتْ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِکَ فَوَقَعَ بِهَا، فَلَمَّا اَنْ رَأَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَ اَصَابَ مِنْهَا، قَالَتْ یَا اَبَا طَلْحَةَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِیَتَهُمْ اَهْلَ بَیْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِیَتَهُمْ، اَلَهُمْ اَنْ یَمْنَعُوْهُمْ؟ قَالَ لَا، قَالَتْ فَاحْتَسِبْ اِبْنَکَ. (ریاض الصالحین، مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، ابوطلحہؓ کا ایک لڑکا جوام سلیم سے تھا، اس کا انتقال ہوگیا (ابوطلحہ سفر پر تھے) اُم سلیمؓ نے گھر کے لوگوں سے کہا تم لوگ بچے کے انتقال کی خبر ابوطلحہؓ کو نہ دینا، میں خود دونگی، جب وہ آئے تو سب سے پہلے ان کے سامنے رات کا کھانا چنا، انھوں نے کھایا پیا، اور ان کے پاس رہے، جب پر سکون حالت میں ہوئے تب اُم سلیم نے کہا اے ابوطلحہؓ ذرا بتایئے اگر کچھ لوگوں نے کسی کو کوئی چیز بہ طور منگنی دی ہو اور وہ اپنی چیز کا مطالبہ کریں تو کیا اس کو حق ہے کہ دینے سے انکار کرے؟ ابوطلحہؓ نے کہا نہیں اسے انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ تب اُم سلیمؓ نے کہا لے جایئے اپنے بچے کو دفنایئے، وہ اللہ کی امانت تھا، اللہ نے اپنی امانت لے لی، آپ کو چاہیے کہ صبر کریں تا کہ آخرت میں اجر کے مستحق ہوں۔

تشریح: ابوطلحہؓ نے آتے ہی بچے کی خیریت دریافت کی، اُم سلیمؓ نے بہت معنی خیز جواب دیا، فرمایا وہ نہایت پر سکون حالت میں ہے، دیکھیے اُس وقت کی مسلم خواتین ایسی ہوتی تھیں!

﴿۴۵۴﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ، كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ اَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ. (ابوداؤد)

ترجمہ: جابر بن سمرہ کہتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک شخص کا معمول تھا کہ جب نبی ﷺ کی مجلس میں پہنچتا تو سب کے آخر میں بیٹھتا (ہم میں سے کوئی یہ حرکت نہ کرتا کہ آتا تو دیر سے، لیکن لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آپ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتا)۔

عہد کی پابندی

﴿۴۵۵﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلاَ ثاً اَوْ اَرْبَعاً، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ يَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنُهُ وَ يَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ، قَالَ وَ كَانَ اَصْحَابُنَا يَضْرِبُوْنَا وَ نَحْنُ صِبْيَانٌ عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ. (مسند احمد)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں (صحابہؓ) پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو میرے زمانے کے لوگوں کے بعد آئیں گے (تابعین، صحابہؓ کے تربیت یافتہ) پھر وہ لوگ بہتر ہوں گے جو اُن کے بعد آئیں گے (تبع تابعین جنھوں

نے تابعین سے فیض صحبت حاصل کیا) پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم پر سبقت لے جائے گی اور قسم گواہی پر سبقت لے جائے گی (جھوٹی گواہی دیں گے، جھوٹی قسم کھائیں گے، ان کی نظر میں گواہی اور عہد کی کوئی قدر و قیمت نہ رہ جائے گی)۔

حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، ہمارے سرپرست حضرات ہم بچوں کو جھوٹی قسم کھانے اور عہد پورا نہ کرنے پر مارتے تھے۔

عمارتی سادگی

﴿۴۵۶﴾ عَنْ عَبْدِ الرُّوْمِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ طَلْقٍ، فَقُلْتُ مَا اَقْصَرَ سَقْفَ بُيْتِکِ هٰذَا، فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ اِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنْ لاَ تُطِيْلُوْا بَنَاءَ كُمْ فَاِنَّهٗ مِنْ شَرِّ اَيَّامِكُمْ (الادب المفرد امام بخاریؒ)

ترجمہ: عبدالرومی کہتے ہیں، میں ام طلق کے گھر گیا، اِن کے گھر کی چھت بہت نیچی تھی، میں نے کہا آپ کے گھر کی چھت کتنی نیچی ہے! انھوں نے کہا امیر المومنین عمر بن خطابؓ نے اپنی حکومت کے اعلیٰ افسروں، گورنروں وغیرہ کو یہ تحریری ہدایت کی تھی کہ تم لوگ اونچی عمارتیں نہ بنانا، اگر ایسا کرو گے تو وہ برا دور ہوگا۔

تشریح: یعنی جب دولت کی نمایش شاندار اونچی عمارتوں کی شکل میں کی جائے گی، تو ظاہر ہے یہ اُمت کی دنیا پرستی کی طرف بڑھنے کی دلیل ہے، اور جس رفتار سے دنیا پرستی بڑھے گی، دین پسندی اور خدا پرستی کا جذبہ کم زور ہوتا جائے گا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر خدا اپنی مدد سے اُمت کو محروم کردے گا، جس کا آخری نقطہ باطل کی محکومی اور غلامی ہوگا، کیا اُمت اس کا مزہ نہیں چکھ رہی ہے؟ حضرت عمرؓ اُمت کی اسی پستی کو روکنے کے لیے بند باندھ رہے تھے!!

جانوروں پر رحم

﴿۴۵۷﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلاً لاَ نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، جب ہم سفر میں کسی جگہ پڑاو ڈالتے، تو ذکر و تسبیح و نماز میں نہ لگتے جب تک اپنی سواریوں کے اوپر سے کجاوے وغیرہ نہ اُتار لیتے۔

تشریح: اسلام نے جانوروں پر رحم کرنے کی جو تعلیم اپنے پیرووں کو دی ہے، یہ اُسی کا ثمرہ ہے!

مہمان نوازی

〈۴۵۸〉 عَنْ شِهَابِ بْنِ عَبَّادٍ اَنَّهُ سَمِعَ بَعْضَ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ، قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاشْتَدَّ فَرَحُهُمْ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ اَوْسَعُوْا لَنَا فَقَعَدْنَا، فَرَحَّبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ دَعَا لَنَا ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْنَا، فَقَالَ مَنْ سَيِّدُكُمْ وَ زَعِيْمُكُمْ؟ فَاَشَرْنَا جَمِيْعًا اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ عَائِذٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَهٰذَا الْاَشَجُّ؟ فَكَانَ اَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ عَلَيْهِ الْاِسْمُ لِضَرْبَةٍ كَانَتْ بِوَجْهِهٖ بِحَافِرِ حِمَارٍ، قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَخَلَّفَ بَعْدَ الْقَوْمِ، فَعَقَلَ رَوَاحِلَهُمْ وَ ضَمَّ مَتَاعَهُمْ ثُمَّ اَخْرَجَ عَيْبَتَهٗ، فَاَلْقٰى عَنْهُ ثِيَابَ السَّفَرِ وَ لَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ ثُمَّ اَقْبَلَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ قَدْ بَسَطَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رِجْلَهٗ وَاتَّكَأَ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهُ الْاَشَجُّ اَوْسَعَ الْقَوْمُ لَهٗ وَ قَالُوْا هٰهُنَا يَا اَشَجُّ، فَقَعَدَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرَحَّبَ بِهٖ وَ اَلْطَفَهٗ وَ سَأَلَهٗ عَنْ بِلَادِهِمْ وَ سَمّٰى لَهُمْ قَرْيَةً قَرْيَةَ الصَّفَا وَالْمُشَقَّرِ وَ غَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ قُرٰى هَجَرَ، فَقَالَ بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَاَنْتَ اَعْلَمُ بِاَسْمَاءِ قُرَانَا مِنَّا، فَقَالَ اِنِّيْ وَطِئْتُ بِلَادَكُمْ وَ فُسِحَ لِيْ فِيْهَا، قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَكْرِمُوْا اِخْوَانَكُمْ، فَاِنَّهُمْ اَشْبَاهُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اَشْبَهُ شَيْءٍ اَشْعَارًا وَ اَبْشَارًا، اَسْلَمُوْا طَائِعِيْنَ غَيْرَ مُكْرَهِيْنَ وَلَا مَوْتُوْرِيْنَ، اِذْ اَبٰى قَوْمٌ اَنْ يُسْلِمُوْا حَتّٰى قُتِلُوْا، قَالَ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا، قَالَ كَيْفَ رَأَيْتُمْ كَرَامَةَ اِخْوَانِكُمْ لَكُمْ وَ ضِيَافَتَهُمْ اِيَّاكُمْ؟ قَالُوْا خَيْرُ اِخْوَانٍ، اَلَانُوْا فُرُشَنَا وَ اَطَابُوْا مَطْعَمًا وَ بَاتُوْا وَ اَصْبَحُوْا يُعَلِّمُوْنَا كِتَابَ رَبِّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم فَاَعْجَبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ فَرِحَ. (مسند احمد)

ترجمہ: شہاب بن عباد کہتے ہیں، قبیلۂ عبدالقیس کا جو وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس کے چند ارکان نے بتایا کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو لوگ بہت خوش ہوئے، انھوں نے اچھی جگہ دی خوب خاطر کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں خوش آمدید کہا اور ہمارے لیے دعا فرمائی، آپؐ نے ہم پر نظر ڈالی اور پوچھا تمھارا سردار اور لیڈر کون ہے؟ ہم نے منذر بن عائذ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمارے لیڈر ہیں، آپؐ نے پوچھا کیا یہ اشج تمھارے لیڈر ہیں (یہ صاحب جن کے چہرے پر زخم

کا نشان ہے؟) ہم نے عرض کیا ہاں یہ ہمارے لیڈر ہیں، منذر کے چہرے پر کبھی کسی گدھے نے لات ماری تھی اس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گئے تھے، اشج اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا، ورنہ ہم لوگ اس سے پہلے انھیں اشج نہیں کہتے تھے۔

وفد کے دوسرے لوگ نبیؐ سے ملاقات کے اشتیاق میں پہلے ہی پہنچ گئے تھے، نہ اپنا سامان قرینے سے رکھا، نہ سواریوں کو باندھا، نہ کپڑے بدلے، لیکن منذر نے پہلے سب سواریوں کو باندھا، سب سامان قرینے سے رکھا، پھر اپنے بیگ سے صاف کپڑے نکال کر پہنے، تب وہ حاضر ہوئے تھے۔ جب منذر آئے تو نبی ﷺ ٹیک لگائے ہوئے پیر پھیلائے بیٹھے تھے، تو لوگ انھیں جگہ دینے کے لیے سمٹ گئے اور کہا یہاں تشریف لائیے، چناں چہ وہ نبیؐ کے داہنی طرف بیٹھے، آپؐ نے انھیں خوش آمدید کہا، شفقت بھرے لہجے میں گفتگو کی، ان کے ملک کی ایک ایک بستی کا نام لے کر پوچھا صفا، مشقر اور دوسری بستیاں، منذر نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسولؐ! آپ تو ہمارے علاقے سے ہم سے زیادہ واقف معلوم ہوتے ہیں، آپؐ نے فرمایا ہاں میں تمھارے ملک میں (بہ سلسلۂ تجارت) گیا ہوں، وہاں کے لوگوں نے میری بڑی خاطر کی تھی، پھر انصار سے آپؐ نے فرمایا: اپنے اِن بھائیوں کی اچھی طرح خاطر تواضع کرو، یہ اسلام لانے میں بھی تمھارے مشابہ ہیں اور اپنے چہرے بشرے کے لحاظ سے بھی تم سے ملتے جلتے ہیں، یہ لوگ بھی کسی جبر اور دباؤ کے بغیر ایمان لائے ہیں جب کہ دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں مارے گئے۔ دوسرے دن صبح کو حضورؐ نے ان سے پوچھا تمھارے انصاری بھائیوں نے تمھاری کیسی خاطر تواضع کی، انھوں نے کہا یہ ہمارے بہترین بھائی ہیں، انھوں نے ہمارے لیے آرام دِہ بستر فراہم کیا، بہترین کھانا کھلایا اور رات میں اور صبح کو یہ ہمیں اللہ کی کتاب اور نبیؐ کے طریقے کی تعلیم دیتے رہے یہ سن کر حضورؐ بہت خوش ہوئے۔

اجتماعی معاملات میں

〈۴۵۹〉 عَنْ اَبِیْ قِلاَ بَةَ اَنَّ نَاساً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَدِمُوْا یُثْنُوْنَ عَلٰی صَاحِبٍ لَھُمْ خَیْرًا، قَالُوْا مَا رَاَیْنَا مِثْلَ فُلاَنٍ ھٰذَا قَطُّ، مَا کَانَ فِیْ مَسِیْرٍ اِلَّا کَانَ فِیْ قِرَاءَ ةٍ، وَلاَ نَزَلْنَا فِیْ مَنْزِلٍ اِلَّا کَانَ فِیْ صَلاَةٍ، قَالَ فَمَنْ کَانَ یَکْفِیْ

ضَيعَتَهُ حَتّٰى ذَكَرَ وَمَنْ كَانَ يَعْلِفُ جَمَلَهُ اَوْ دَابَّتَهُ؟ قَالُوْا نَحْنُ قَالَ فَكُلُّكُم خَيْرٌ مِنْهُ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوقلابہؓ کہتے ہیں، کچھ لوگ صحابہؓ میں سے، نبی ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کی تعریف کرنے لگے، کہنے لگے ہم نے اپنے فلاں ساتھی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا، سفر کے دوران یہ قرآن پڑھتا رہتا، اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو یہ نماز میں مشغول ہو جاتا، آپؐ نے پوچھا اس کے سامانوں کی حفاظت کون کرتا یہاں تک کہ آپؐ نے یہ بھی پوچھا کہ اس کے اونٹ کو چارہ کون دیتا تھا؟ ہم نے کہا ہم لوگ اس کے سامانوں کی حفاظت کرتے اور اس کے اونٹ کو کھلاتے پلاتے۔ آپؐ نے فرمایا: تب تو تم اس تلاوت کرنے والے عبادت میں لگے رہنے والے سے بہتر ہو۔

تشریح: اجتماعی معاملات میں ہر ایک کو حصہ لینا چاہیے کیوں کہ سب ذمہ دار ہیں، جو اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے گریز کرے ظاہر ہے وہ اچھا آدمی نہیں ہو سکتا۔ چاہے تسبیح گردانی اور نفل گزاری میں وہ کتنا ہی بڑھا ہوا ہو۔

اجتماعی طعام کے آداب

‹۴۶۰› عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيمٍ قَالَ، اَصَابَنَا عَامُ سَنَةٍ مَعَ ابْنِ الزُّبَيرِ فَرُزِقْنَا تَمْرًا، فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ تَمُرُّ بِنَا وَ نَحْنُ نَاكُلُ، فَيَقُوْلُ لَا تُقَارِنُوْا، فَاِنَّ النَّبِيَّ نَهٰى عَنِ الْقِرَانِ، ثُمَّ يَقُوْلُ اِلَّا اَنْ يَسْتَاذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: جبلہ بن سحیم کہتے ہیں، عبداللہ بن زبیرؓ کے ہم لوگ حامی تھے، اسی دوران قحط سے ہم دوچار ہوئے، ہمیں تھوڑے سے کھجور ملے، ہم کھا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے انھوں نے فرمایا تم میں سے کوئی دو کھجور اٹھا کر نہ کھائے اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس طرح کھانے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب قحط کا زمانہ ہو اور کھانا تھوڑا ہو تو ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے والوں کی یہ ذہنیت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے پیٹ میں اتارنے کی کوشش کریں، یہ خود غرضی کی بات ہوگی جو اسلامی اخوت اور ایثار سے میل نہیں کھاتی، ہاں اگر ساتھی بہ خوشی اجازت دیں تو اس طرح کھایا جا سکتا ہے۔

﴿۴۶۱﴾ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِیَالِھِمْ بِالْمَدِیْنَۃِ جَمَعُوْا مَاکَانَ عِنْدَھُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْہُ بَیْنَھُمْ فِیْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِیَّۃِ، فَھُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ.

(بخاری و مسلم)

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبیلۂ اشعر کے لوگ جب جہاد میں جاتے ہیں اور کھانا تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے یا مدینہ میں ان کے یہاں غذائی قلت ہو جاتی ہے تو جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے لاکر ایک جگہ جمع کرتے ہیں پھر برابر بانٹ کر کھاتے ہیں۔ حضورؐ ان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

تشریح: ظاہر ہے کہ کسی کے پاس زیادہ کھانا ہوگا اور کسی کے پاس کم، کسی کے پاس بہت کم اور کسی کے پاس کچھ نہیں، ایسی صورت میں برابر برابر بانٹنا بڑے ایثار کی بات ہے!

جماعتی نظم وضبط

﴿۴۶۲﴾ قَالَ کَعْبُ بْنُ مَالِکٍ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ کَلَامِنَا اَیُّھَا الثَّلَاثَۃُ مِنْ بَیْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ، قَالَ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ اَوْ قَالَ تَغَیَّرُوْا لَنَا، حَتّٰی تَنَکَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِی الْاَرْضُ، فَمَا ھِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ اَعْرِفُ، فَلَبِثْنَا عَلٰی ذٰلِکَ خَمْسِیْنَ لَیْلَۃً، فَاَمَّا صَاحِبَایَ فَاسْتَکَانَا وَقَعَدَا فِیْ بُیُوْتِھِمَا یَبْکِیَانِ وَ اَمَّا اَنَا، فَکُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَ اَجْلَدَھُمْ فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْھَدُ الصَّلٰوۃَ مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ اَطُوْفُ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یُکَلِّمُنِیْ اَحَدٌ، وَ آتِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاُسَلِّمَ عَلَیْہِ وَھُوَ فِیْ مَجْلِسِہٖ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ، فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ ھَلْ حَرَّکَ شَفَتَیْہِ اَمْ لَا؟ ثُمَّ اُصَلِّیْ قَرِیْبًا مِنْہُ وَ اُسَارِقُہُ النَّظَرَ، فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰی صَلَاتِیْ نَظَرَ اِلَیَّ، وَ اِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَہٗ اَعْرَضَ عَنِّیْ، حَتّٰی اِذَا طَالَ ذٰلِکَ عَلَیَّ مِنْ جَفْوَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ، مَشَیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَۃَ وَھُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ، فَوَ اللّٰہِ مَارَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ لَہٗ یَا اَبَا قَتَادَۃَ اَنْشُدُکَ

بِاللّٰہِ ھَلْ تَعْلَمُنِیْ اَحِبَّ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ؟ فَسَکَتَ، فَعُدْتُّ فَنَاشَدْتُّہٗ فَقَالَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ، فَفَاضَتْ عَیْنَایَ، وَ تَوَلَّیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے تمام صحابہؓ کو ہم تینوں یعنی مجھ سے، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع سے گفتگو اور بات چیت کرنے سے روک دیا تھا، کیوں کہ ہم تبوک کی مہم پر اپنی سستی کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے۔ چناں چہ لوگوں نے ہم سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور ایسے بدل گئے گویا ہم کو پہچانتے نہیں، یہاں تک کہ مدینہ کی سرزمین ہمارے لیے اجنبی بن گئی، اب مدینہ وہ مدینہ نہیں رہا تھا جس سے ہم آشنا تھے۔ اسی حالت میں پچاس دن ہم پر گزر رہے ہیں!

میرے دونوں ساتھی ہلال اور مرارہ پر اس بائیکاٹ کا بڑا اثر ہوا، یہ دونوں اپنے گھر میں پڑے روتے رہتے، اور میں چوں کہ جوان تھا اور دل کا مضبوط، اس لیے میں گھر سے نکلتا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا، لیکن کوئی بھی مجھ سے نہیں بولتا تھا۔ نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھتے تو آپؐ کے پاس جاتا، سلام کرتا پھر اپنے جی میں یہ سوچتا کہ آپؐ نے میرے سلام کا جواب دیا یا نہیں، میں آپؐ کے قریب نماز پڑھتا تو آپؐ میری طرف دیکھتے اور جب نماز کے بعد آپؐ کی طرف دیکھتا تو نظر پھیر لیتے، یہاں تک کہ جب مسلمانوں کی لمبی بے رخی مجھ پر بہت شاق گزری تو ابوقتادہؓ کے باغ کی دیوار پھاند کر ان کے پاس پہنچا (دروازہ بند تھا اس لیے پھاندنے کی ضرورت پیش آئی تھی) وہ میرے چچا زاد بھائی اور عزیز ترین دوستوں میں سے تھے، میں نے انھیں سلام کیا پر انھوں نے جواب نہ دیا، پھر دوبارہ قسم دے کر سلام کیا مگر وہ چپ رہے، جب تیسری بار ان سے کہا اے ابوقتادہ میں تمھیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمھیں علم نہیں ہے کہ مجھے اللہ و رسول سے محبت ہے؟ تب انھوں نے کہا اللہ و رسول ہی واقف ہیں (کہ تمھیں اللہ و رسول سے محبت ہے کہ نہیں، انھی سے جا کر سند لو) اِس پر میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور دیوار پھاند کر نکل آیا۔

تشریح: یہ جماعتی نظم کی پابندی کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ جب خدا کے حکم (توبہ:۱۱۸) کے مطابق کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں کے بائیکاٹ کا اعلان کیا گیا، تو پورا مدینہ ان کے لیے اجنبی شہر بن گیا، یہاں تک کہ ان کے عزیز ترین دوست ابوقتادہ تنہائی میں اللہ کا واسطہ دینے کے باوجود سلام کا جواب دینے تک کے روادار نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے تفہیم جلد دوم، سورۂ توبہ کا حاشیہ نمبر ۱۱۹ پڑھیے۔

رسولؐ کی اطاعت اور خوش نودی

﴿۴۶۳﴾ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ، كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلاَمٌ، فَاغْلَظْتُ لَهُ فِي الْقَوْلِ، فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَجَاءَ خَالِدٌ وَهُوَ يَشْكُوْنِيْ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ فَجَعَلَ يُغْلِظُ لَهُ وَلاَ يَزِيْدُهُ اِلَّا غِلْظَةً، وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم سَاكِتٌ لاَ يَتَكَلَّمُ، فَبَكٰى عَمَّارٌ وَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلاَ تَرَاهُ؟ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رَأْسَهُ وَ قَالَ مَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ، وَ مَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید کہتے ہیں میرے اور عمار کے درمیان میں جھگڑا ہوا، میں نے سخت گفتگو کی تو عمار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کرنے چلے، میں بھی عمار کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کے لیے حاضر ہوا، حضورؐ کے سامنے بھی میں عمار کو سخت وسست کہتا رہا۔ میری سخت کلامی میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور آپؐ خاموش تھے کچھ نہیں بول رہے تھے تو عمار رو پڑے اور حضورؐ سے کہا اے اللہ کے رسول کیا آپؐ ان کو نہیں دیکھتے کیسی سخت کلامی کررہے ہیں یہ! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا جو عمار سے دشمنی کرے گا، اللہ اس کا دشمن ہوگا، اور جو عمار سے بغض رکھے گا، خدا اس سے بغض رکھے گا، خالد کہتے ہیں آپؐ کا یہ ارشاد سن کر باہر نکلا تو سب سے زیادہ محبوب یہ بات تھی کہ کسی طرح عمار مجھ سے خوش ہو جائیں، میری غلطی کو معاف کردیں، چناں چہ میں نے انھیں منایا، معافی مانگی تو انھوں نے معاف کردیا اور خوش ہو گئے۔

انفاق

﴿۴۶۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ مَا رَأَيْتُ اِمْرَأَتَيْنِ اَجْوَدَيْنِ مِنْ عَائِشَةَ وَ اَسْمَاءَ، وَجُوْدُهُمَا مُخْتَلِفٌ، اَمَّا عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَجْمَعُ الشَّيْءَ اِلَى الشَّيْءِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ اجْتَمَعَ عِنْدَهَا قَسَّمَتْ، وَ اَمَّا اَسْمَاءُ فَكَانَتْ لاَ تُمْسِكُ شَيْئًا لِغَدٍ. (الادب المفرد امام بخاریؒ)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیر کہتے ہیں، میں نے اپنی خالہ عائشہ اور اپنی والدہ اسماء سے زیادہ سخی کسی عورت کو نہیں دیکھا، البتہ ان کی سخاوت کی نوعیت مختلف تھی، عائشہ کا حال یہ تھا کہ وہ روزانہ کچھ نہ کچھ

جمع کرتی جاتیں، اور جب قابل لحاظ مقدار میں جمع ہوجاتا تو اسے غریبوں میں تقسیم کردیتیں، اور میری والدہ اسماء کا حال یہ تھا کہ جو کچھ ان کے ہاتھ آتا، روزانہ اُسے غریبوں تک پہنچاتیں، رکھتی نہیں تھیں۔

﴿۴۶۵﴾ اِنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ حَائِطٍ لَهٗ بِالْقُفِّ. وَادٍ مِنْ اَوْدِیَةِ الْمَدِیْنَةِ وَالنَّخْلُ قَدْ ظُلِّلَتْ وَهِیَ مُطَوَّقَةٌ بِثَمَرِهَا، فَنَظَرَ اِلَیْهَا فَاَعْجَبَتْهُ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی صَلَاتِهٖ، فَاِذَا هُوَ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی، فَقَالَ لَقَدْ اَصَابَنِیْ فِیْ مَالِیْ هٰذَا فِتْنَةٌ، فَجَاءَ عُثْمَانُؓ وَهُوَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَةٌ، فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَهٗ وَ قَالَ هُوَ صَدَقَةٌ فَاجْعَلْهُ فِیْ سَبِیْلِ الْخَیْرِ، فَبَاعَهٗ بِخَمْسِیْنَ اَلْفًا فَسَمّٰی ذٰلِکَ الْخَمْسِیْنَ. (موطا امام مالکؒ)

ترجمہ: ایک انصاری آدمی اپنے ایک باغ میں نماز پڑھ رہے تھے، یہ باغ مدینہ کی مشہور وادی ''قف'' میں تھا، نہایت سایہ دار، پھلوں سے لدا ہوا، نماز پڑھتے میں اِن کی نظر پھلوں کی طرف گئی اور وہ خوش ہوئے، پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے اور اِنھیں یاد نہیں کہ کتنی رکعتیں پڑھیں، انھوں نے دل میں سوچا کہ یہ جائداد تو میرے لیے فتنہ بن گئی لہٰذا اسے اپنے پاس رکھنا نہیں ہے، وہ خلیفۂ وقت حضرت عثمانؓ کے پاس گئے، ان سے پورا ماجرا بیان کیا اور کہا میں نے یہ باغ وقف کر دیا، آپ اسے نیکی کے کاموں میں صرف کیجیے، چناں چہ اُسے خلیفۂ وقت نے پچاس ہزار درہم میں بیچا اور اِس کا نام ''الخمسون'' رکھا۔

﴿۴۶۶﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، کَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَکْثَرَ الْاَنْصَارِ مَالاً مِنْ نَخْلٍ وَ کَانَ اَحَبَّ اَمْوَالِهٖ اِلَیْهِ بَیْرُحَاءُ، وَ کَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَدْخُلُهَا یَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِیْهَا طَیِّبٍ، قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ، وَ اِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِیْ اِلَیَّ بَیْرُحَاءُ، وَ اِنَّهَا صَدَقَةٌ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَ ذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَیْثُ اَرَاکَ اللّٰهُ، قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَخٍ، ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِکَ مَالٌ رَابِحٌ. (بخاری، مسلم)

---

(۱) آیت کا ترجمہ یہ ہے ''تم خدا کے وفادار ہرگز نہیں بن سکتے، جب تک اپنا محبوب مال خدا کی راہ میں نہ دو (آل عمران آیت ۹۲)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، ابوطلحہؓ کے پاس کھجوروں کے باغات سب سے زیادہ تھے، اور سب سے عمدہ اور محبوب باغ بیرحاء کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے تھا، اور نبیؐ اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس باغ کے کنویں کا عمدہ پانی پیتے، حضرت انسؓ کہتے ہیں جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الخ (۱) اتری تو ابوطلحہؓ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ الخ اور بیرحاء میرا محبوب ترین باغ ہے۔ میں نے اِسے راہِ خدا میں دے دیا، تاکہ یہ اللہ کے یہاں میرے کام آئے، جہاں آپ کو آپ کے رب نے بتایا ہے وہاں صرف کیجیے۔ نبیؐ نے فرمایا شاباش یہ تم نے اچھا کام کیا یہ نفع بخش تجارت ہے۔ یہ بڑے نفع کا سودا ہے۔

〈۴۶۷〉 **عَنْ قَيْسِ بْنِ سِلَعٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اِخْوَتَهٗ شَكَوْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا اَنَّهٗ يُبَذِّرُ مَالَهٗ وَ يَنْبَسِطُ فِيْهِ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰخُذُ نَصِيْبِيْ مِنَ التَّمْرَةِ فَاُنْفِقُهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مَنْ صَحِبَنِيْ، فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدْرَهٗ وَ قَالَ اَنْفِقْ يُنْفِقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ خَرَجْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَعِيْ رَاحِلَةٌ وَ اَنَا اَكْثَرُ اَهْلِ بَيْتِيَ الْيَوْمَ وَ اَيْسَرُهٗ.** (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ میرے بھائیوں نے جا کر (مبالغہ آمیز انداز میں) رسول اللہؐ سے شکایت کی کہ قیس اپنا مال بے دریغ خرچ کرتا ہے (پھر کیا کھائے گا، غریب ہو جائے گا) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنے حصہ کے کھجور لے کر راہِ خدا میں دیتا ہوں، اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے بہ طور شاباشی اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر پھیرا اور فرمایا: تم خرچ کرو اللہ تمھیں دے گا، چناں چہ اس کے بعد اپنی ذاتی اونٹنی پر جہاد کے لیے جاتا ہوں، اور آج میں اپنے اہلِ خاندان میں سب سے زیادہ مال دار اور خوش حال ہوں (خدا کی راہ میں دینے سے نہ صرف یہ کہ تنگ دست نہیں ہوا، بلکہ راہِ خدا میں خرچ کرنے کی برکت اور حضورؐ کی دعا کی بدولت آج خوش حال زندگی بسر کر رہا ہوں۔

〈۴۶۸〉 **عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ذَهَبَ الْاَنْصَارُ بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ، مَارَأَيْنَا قَوْمًا اَحْسَنَ بَذْلاً لِكَثِيْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً فِيْ قَلِيْلٍ مِنْهُمْ، وَلَقَدْ كَفَوْنَا الْمَئُوْنَةَ، قَالَ اَلَيْسَ تُثْنُوْنَ عَلَيْهِمْ بِهٖ وَ تَدْعُوْنَ لَهُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ بِذٰلِكَ.** (ابوداؤد، نسائی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، مہاجرین نے نبی ﷺ سے کہا ہمارے انصاری بھائی سارا اجرو ثواب سمیٹ لے گئے، ہم نے اِن کی طرح کے لوگ نہیں دیکھے، اِن کے پاس زیادہ ہوتا ہے تو راہِ خدا میں خوب دیتے ہیں اور کم ہوتا ہے تو اس میں بھی غریبوں کی مالی ہمدردی سے نہیں چوکتے، انھیں بھی اپنے تھوڑے میں شریک کر لیتے ہیں، اور انھوں نے ہمارا خرچ اپنے ذمے لے لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم لوگ اس احسان پر انصار کا شکر نہیں کرتے اور کیا تم ان کے لیے دعا نہیں کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا ہاں ہم ان کے شکر گزار ہیں ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم بھی اجر کے مستحق اور وہ بھی۔ انھوں نے تم پر احسان کیا، تم نے ان کے لیے دعا کی۔

معاشرت ومعاملات

〈۴۶۹〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ حَمَلَهُ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَ اَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاسِهِ، قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَهُ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ، وَهُمْ يَرْضَوْنَ بِالسَّيْرِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ. (مسلم)

ترجمہ: عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ مکہ کے راستے میں جب کہ وہ حج کو جارہے تھے، ایک دیہاتی عرب ان سے ملا تو عبداللہ بن عمرؓ نے اسے سلام کیا اور ایک خچر جس پر وہ سواری کرتے تھے دیا اور اپنے سر سے عمامہ اُتار کر اسے پہنا دیا، میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے یہ تو بدو لوگ ہیں۔ تھوڑی چیز پر بھی مطمئن ہو جاتے ہیں، (اتنی بھاری بخشش کرنے کی ضرورت نہ تھی) انھوں نے فرمایا اِس کا باپ میرے باپ عمرؓ کا دوست تھا، اور میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ بہت بڑی نیکی ہے کہ بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

یتیموں کا خیال

〈۴۷۰〉 قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ لَقَدْ عَهِدْتُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يُصْبِحُ فَيَقُوْلُ يَا اَهْلِيَهِ يَا اَهْلِيَهِ يَتِيْمَكُمْ يَتِيْمَكُمْ. (صحیفۃ الحق)

ترجمہ: حسن بصریؒ کہتے ہیں میں نے مسلمانوں (اصحابِ نبی علیہ وسلم) کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ صبح اپنے گھر والوں اور والیوں سے فرماتے اے میرے گھر والو، اے میرے گھر والو اپنے یتیم کو سب سے پہلے کھلاؤ، یتیم کا سب سے زیادہ خیال کرو۔

غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ

﴿۴۷۱﴾ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍؓ الْبَدْرِیِّ قَالَ، کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِیْ بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِیْ "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ فَلَمْ اَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ اِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَاِذَا هُوَ یَقُوْلُ "اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلٰی هٰذَا الْغُلَامِ" فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْکًا بَعْدَهٗ اَبَدًا، (وَفِیْ رِوَایَةٍ) فَقُلْتُ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰی. (مسلم، ابوداؤد، ترمذیؒ)

ترجمہ: حضرت ابومسعود بدریؓ کہتے ہیں، میں اپنے ایک غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میرے پیچھے دور سے کسی نے آواز دی "جان لو اے ابومسعودؓ" میں غصہ کی وجہ سے سمجھ نہیں سکا کہ یہ کس کی آواز ہے، جب کہنے والا قریب آیا تو دیکھا کہ وہ نبیؐ ہیں، اور فرما رہے ہیں "جان لو اے ابومسعود کہ جتنی قدرت تمھیں اس غلام پر ہے اس سے زیادہ قدرت اللہ کو تم پر حاصل ہے (کاہے کو اسے اتنی بے دردی سے پیٹ رہے ہو، کیا تمھیں خدا کا ڈر نہیں ہے؟) میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اب سے میں کسی غلام کو کبھی نہ ماروں گا، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابومسعودؓ نے کہا یہ غلام آزاد ہے اللہ کی خوشنودی کی خاطر۔

تشریح: غلام کو آزاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے 'انسانیت' کی سطح پر لایا جائے، اسے اپنے برابر کرلیا جائے، اسلام سے پہلے غلاموں کو انسان کہاں سمجھا جاتا تھا!!

ایثار

﴿۴۷۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، اُهْدِیَ لِرَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأْسُ شَاةٍ، فَقَالَ فُلَانٌ اَحْوَجُ اِلَیْهِ مِنِّیْ، فَبَعَثَ بِهٖ اِلَیْهِ، فَبَعَثَ ذٰلِکَ الْاِنْسَانُ اِلٰی آخَرَ، فَلَمْ یَزَلْ یَبْعَثُ بِهٖ وَاحِدٌ اِلٰی آخَرَ حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْاَوَّلِ بَعْدَ اَنْ تَدَاوَلَتْهُ سَبْعَةٌ. (صحیفۃ الحق)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، اصحابِ نبی ﷺ میں سے ایک صاحب کو بکری کا سر بہ طور ہدیہ پیش کیا گیا، انھوں نے کہا میرا فلاں ساتھی مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے چناں چہ انھوں نے اِن کے پاس بھیج دیا۔ اُن صاحب نے ایک دوسرے ساتھی کے بارے میں بتایا کہ انھیں دے آؤ وہ زیادہ ضرورت مند ہیں، اس طرح وہ بکری کا سر سات آدمیوں تک پہنچنے کے بعد بالآخر پہلے صاحب کے یہاں لوٹ کر آ گیا۔

حلال روزی

〈۴۷۳〉 **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، كَانَ لِاَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخِرَاجَ، وَ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْهُ، فَجَاءَ يَوْمًا بِشَیْءٍ، فَاَكَلَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِیْ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَمَا هُوَ؟ فَقَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا اُحْسِنُ الْكِهَانَةَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُهٗ، فَلَقِيَنِیْ فَاَعْطَانِیْ لِذٰلِكَ هٰذَا الَّذِیْ اَكَلْتَ مِنْهُ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَقَاءَ كُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِهٖ.** (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میرے والد ابوبکر صدیق کا ایک غلام تھا جو کما کر ایک مقررہ رقم انھیں دیتا اور وہ اپنے کام میں لاتے۔ ایک دن اس نے انھیں کوئی کھانے کی چیز لا کر دی اور انھوں نے کھایا، کھانے کے بعد غلام نے کہا آپ کو علم ہے یہ کیا چیز ہے جو آپ نے کھائی ہے؟ انھوں نے کہا بتاؤ یہ کیا ہے، تمھیں کہاں سے ملی ہے؟ اُس نے کہا اسلام لانے سے پہلے میں نے جوتشی بن کر ایک آدمی کی تقدیر بتائی تھی (کہ آگے تمھارے مقدر میں کیا ہے) میں علم جوتش سے بالکل ناواقف تھا، میں نے اسے دھوکا دیا تھا، اب وہ مجھ سے ملا اور اس کی اُجرت دی جسے آپ نے کھایا، یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر پیٹ میں جو کچھ تھا باہر نکال دیا۔

حسن معاملہ

〈۴۷۴〉 **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ، لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ، فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ، فَقَالَ يَا بُنَیَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَ اِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا، وَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّیْ لَدَيْنِیْ، اَفْتَرٰی دَيْنَنَا يُبْقِیْ مِنْ مَالِنَا شَيْئًا؟ ثُمَّ قَالَ يَا بُنَیَّ بِعْ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِیْ ... قَالَ وَ اِنَّمَا كَانَ دَيْنُهٗ**

الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ اَنَّ الرَّجُلَ کَانَ یَاْتِیْہِ بِالْمَالِ فَیَسْتَوْدِعُہٗ اِیَّاہُ فَیَقُوْلُ الزُّبَیْرُ لَا، وَلٰکِنْ ھُوَ سَلَفٌ، اَخْشٰی عَلَیْہِ الضَّیْعَۃَ. (بخاری)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں، میرے والد حضرت زبیرؓ نے جنگ جمل کے موقع پر مجھے بلایا، میں ان کے قریب گیا تو انھوں نے کہا اے عزیز بیٹے آج یا تو آدمی ظالم کی حیثیت میں قتل کیا جائے گا یا مظلوم کی حیثیت میں مارا جائے گا، اور میں اپنے بارے میں سمجھتا ہوں کہ مظلوم کی حیثیت میں قتل کیا جاؤں گا اور آج مجھے لوگوں کے قرض ادا کیے جانے کی فکر بہت زیادہ ہے، تمھارا کیا خیال ہے قرض چکانے کے بعد کچھ مال بچ رہے گا؟ پھر فرمایا عزیز بیٹے ہماری جائداد بیچ کر قرض ادا کر دینا.............

عبداللہ کہتے ہیں کہ والد کے ذمہ جو بھی قرض تھا اس کی نوعیت یہ نہیں تھی کہ اپنے اور گھر والوں پر خرچ کے لیے لیا ہو بلکہ شکل یہ تھی کہ لوگ ان پر اعتماد کر کے اپنی رقم بہ طور امانت رکھنے آتے تو والد صاحب ان سے کہتے کہ امانت کے طور پر یہ رقم نہ رکھو بلکہ یہ رقم میرے پاس بہ طور قرض رہے گی تاکہ تمھاری رقم ماری نہ جائے، امانت کے طور پر رکھو گے اور ضائع ہوگئی تو تم قانوناً نہ لے سکو گے، اس لیے اسے قرض جانو تاکہ اگر تلف ہو جائے تو تمھارا نقصان نہ ہو۔

تنگ دست قرض دار کے ساتھ نرمی

﴿۲۷۵﴾ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ طَلَبَ غَرِیْمًا لَہٗ فَتَوَارٰی عَنْہُ ثُمَّ وَجَدَہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ مُعْسِرٌ، قَالَ آللّٰہِ؟ قَالَ آللّٰہِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُنَجِّیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ. (مسلم)

ترجمہ: ابوقتادہؓ نے اپنے ایک قرض دار کو طلب کیا تو وہ کہیں چھپ گیا، پھر انھوں نے پالیا اور قرض کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا ہاتھ بالکل خالی ہے قرض ادا نہیں کر سکتا، انھوں نے کہا کیا بہ خدا تم نہیں دے سکتے؟ اس نے کہا بہ خدا نہیں دے سکتا، تب ابوقتادہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے ”جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کے غموں سے اسے نجات ملے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست قرض دار کو مہلت دے یا قرض معاف کر دے۔“

تشریح: اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ ابوقتادہ نے اپنے قرض دار کو مزید

مہلت دی یا معاف کردیا، لیکن حدیث جس ڈھنگ سے بیان ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنا قرض معاف کردیا۔

اقامتِ دین کی راہ میں

〈۴۷۶〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ، اَقَمْتُ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةً، فَقَالَ لِىْ ذَاتَ يَوْمٍ وَ نَحْنُ عِنْدَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ، لَقَدْ رَاَيْتَنَا وَمَا لَنَا ثِيَابٌ اِلَّا الْاَبْرَادُ الْخَشِنَةُ وَ اِنَّهُ لَيَاْتِىْ عَلٰى اَحَدِنَا الْاَيَّامُ مَا يَجِدُ طَعَامًا يُقِيْمُ بِهٖ صُلْبَهٗ، حَتّٰى اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَاْخُذُ الْحَجَرَ فَيَشُدُّ بِهٖ عَلٰى اَخْمَصِ بَطْنِهٖ ثُمَّ يَشُدُّهٗ بِثَوْبِهٖ لِيُقِيْمَ صُلْبَهٗ. (مسند احمد)

ترجمہ: عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں، میں مدینہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں ایک سال تک رہا، ایک دن جب ہم حجرۂ عائشہ کے قریب بیٹھے تھے انھوں نے بیان کیا ہم نے اپنے کو اس حال میں دیکھا ہے جب ہمارے جسم پر کھردری موٹی چادروں کے سوا نرم کپڑے نہیں تھے۔ اور ایسا بھی ہوتا رہا کہ کئی کئی دن گزر جاتے اتنا کھانا میسر نہ ہوتا جس سے آدمی اپنی پیٹھ سیدھی کر سکے، ہم لوگوں کا حال یہ تھا کہ پتھر اٹھاتے، اپنے پیٹ پر رکھتے، اسے کپڑے سے باندھ دیتے تا کہ جسم سیدھا رہے۔

تشریح: صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ ابوعبیدہؓ کی قیادت میں ہم جہاد کو گئے تو وہ ہم کو ہر دن ایک کھجور دیتے، ہم دیر تک وہ کھجور بچوں کی طرح چوستے پھر پانی پی لیتے، اور درختوں کے پتے جھاڑتے، انھیں پانی میں بھگوتے اور کھاتے۔

بخاری و مسلم کی متفقہ روایت میں سعید بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ سفر جہاد میں ہمارے پاس خاردار جھاڑیوں اور ببول کے پتوں کے سوا کچھ نہ ہوتا، انھی پر گزارا کرتے۔ (دین کی راہ میں یہ وقت بھی آتا ہے!!)

〈۴۷۷〉 عَنْ عُمَرَ قَالَ، نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ مُقْبِلاً عَلَيْهِ اِهَابُ كَبْشٍ قَدْ تَنَطَّقَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ اُنْظُرُوْا اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ، لَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَيْنَ اَبَوَيْنِ يَغْذُوَانِهٖ بِاَطْيَبِ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ وَ لَقَدْ رَأَيْتُ عَلَيْهِ حُلَّةً شَرَاُهَا اَوْ شُرِيَتْ بِمِاَتَىْ دِرْهَمٍ فَدَعَاهُ حُبُّ اللّٰهِ وَ حُبُّ رَسُوْلِهٖ اِلٰى مَا تَرَوْنَ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کہتے ہیں، رسول اللہؐ نے مصعب بن عمیرؓ کو اپنی طرف آتے دیکھا اور حال یہ تھا کہ مینڈھے کی کھال تہبند کی جگہ لپٹے ہوئے ہیں، یہ دیکھ کر حضورؐ کا دل بھر آیا، فرمایا اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو اللہ نے اسلام کی روشنی سے منور کیا، میں نے اِن کو مکہ میں اسلام لانے سے پہلے اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے والدین اسے بہترین کھانا کھلاتے، میں نے انھیں دوسو درہم کا قیمتی لباس پہنے دیکھا ہے، لیکن آج اللہ ورسول کی محبت میں تم انھیں اس حال میں دیکھ رہے ہو۔

تشریح: حضرت مصعبؓ اسلام کی دولت پا کر خوش ہیں، گزشتہ دور کی عیش وعشرت کی زندگی بھولے سے انھیں یاد نہیں آتی، اگرچہ حضورؐ اور ان کے ساتھی انھیں اس حال میں دیکھ کر رو پڑتے ہیں۔

اقامتِ دین کی راہ میں قربانیوں کا پہلا انعام

﴿۴۷۸﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ، اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم خَرَجَ یَوْمَ بَدْرٍ فِیْ ثَلٰثِ مِأَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ، فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهُمْ، فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسُوْا وَ شَبِعُوْا. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں، نبیؐ جنگ بدر کے موقع پر تین سو پندرہ صحابہؓ کو ساتھ لے کر نکلے، اس موقع پر آپؐ نے یہ دعا کی اے اللہ یہ پیدل چل رہے ہیں ان کو سواری دے، اے اللہ ان کے جسم پر کپڑے نہیں ہیں انھیں کپڑے پہنا، اے اللہ یہ لوگ بھوکے ہیں انھیں پیٹ بھر کھانا کھلا، تو (نبیؐ کی دعا کی برکت سے) اللہ نے اہل ایمان کو فتح سے نوازا اور وہ اس حال میں مدینہ لوٹے کہ ہر ایک کے پاس ایک دو اونٹ تھے اور ہر ایک کو لباس اور غذائی سامان ملا۔

تشریح: یہ انعام کی پہلی قسط تھی جو بدر میں ملی اور پھر ملتی رہی، اور آخرت میں جو انعام ملنے والا ہے اس کا اندازہ اس دنیا میں رہتے ہوئے کیوں کر کیا جاسکتا ہے، ان کے رب نے تبوک کے آخری سخت امتحان میں پاس ہونے کے بعد سورۂ توبہ آیت ۱۱۱ میں فرمایا جس کا توضیحی ترجمہ یہ ہے:

> ''یقیناً اللہ نے مومنین سے ان کی جان اور ان کے مال (اب) جنت کے بدلے خرید لیے (کیوں کہ یہ اپنی بیع میں سچے ثابت ہوئے، ہر امتحان میں کامیاب ہوئے دیکھو جان سے پیاری کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہ لوگ برسوں سے اپنی جان ہتھیلیوں پر لیے) دین کے دشمنوں سے لڑتے رہے ہیں مارتے بھی رہے اور مرتے بھی رہے (لیکن

پیچھے نہیں ہٹے) ان سے جنت کا وعدہ پکا وعدہ ہے جسے پورا کرنا اللہ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے، اس وعدہ کا ذکر تورات میں بھی ہے، انجیل میں بھی ہے اور قرآن میں بھی ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے، پس اے اہل ایمان خوش ہو جاؤ اپنی جان اور مال کی بیع پر کہ خریدار نے جنت کے عوض خرید لیا اب بیع مکمل ہوئی۔"

صرف خدا کی خوش نودی ان کے سامنے تھی

﴿۴۷۹﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ، اَرْسَلَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنِ اجْمَعْ عَلَیْکَ سِلَاحَکَ وَ ثِیَابَکَ ثُمَّ اْتِنِیْ، قَالَ فَاَتَیْتُہٗ وَھُوَ یَتَوَضَّأُ، فَقَالَ یَا عَمْرُو اِنِّیْ اَرْسَلْتُ اِلَیْکَ لِاَبْعَثَکَ فِیْ وَجْہٍ یُسَلِّمُکَ اللّٰہُ وَ یُغَنِّمُکَ وَ اَزْعَبُ لَکَ زَعْبَۃً مِنَ الْمَالِ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کَانَتْ ھِجْرَتِیْ لِلْمَالِ، وَمَا کَانَتْ اِلَّا لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرِّجَالِ الصَّالِحِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے مجھے کہلا بھیجا کہ اپنے اسلحہ اور زرہ پہن کر میرے پاس آؤ، چناں چہ میں مسلح ہوکر آپؐ کے پاس حاضر ہوا اس وقت آپؐ وضو فرما رہے تھے، آپؐ نے فرمایا میں تمھیں ایک فوجی مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں، اس مہم سے اللہ تمھیں بہ خیریت واپس لائے گا، مالِ غنیمت کے ساتھ تم واپس آؤ گے اور میں تمھیں مال کی ایک مقدار بھی بہ طورِ انعام دوں گا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے مال حاصل کرنے کے لیے ہجرت تھوڑا ہی کی ہے میں نے تو ہجرت صرف اللہ ورسول کے لیے کی ہے، آپؐ نے فرمایا اچھا مال نیک آدمی کے لیے بہترین مال ہے۔

تشریح: یعنی یہ مال لینے سے تمھارا اُخروی اجر مارا نہیں جائے گا یہ بالکل حلال وطیب مال ہے، اس کے لینے میں تمھیں کسی طرح کا تردد نہ ہونا چاہیے۔

صرف حضرت عمرو بن العاصؓ ہی کا یہ حال نہ تھا، اس پاکیزہ گروہ — صحابہ — کے ہر فرد کا یہی حال وقال تھا، انھوں نے جو بھی کام کیا خدا کی خوش نودی کے لیے کیا، انھوں نے جو بھی قربانی دی، اللہ کے لیے دی، کوئی اور مقصد ان کے سامنے سرے سے رہا ہی نہیں، ہر عمل کا محرک اُخروی انعام ہی رہا، اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا کی مدد — شاندار نتائج کی حامل مدد — حاصل نہ ہوتی،

اور یہی چیز ہے جس نے سیاسی اقتدار حاصل ہونے کے بعد بھٹکنے نہ دیا اور امیری میں بھی غریبی کی زندگی بسر کی۔ امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں حضرت انسؓ کا بیان نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کو زمانۂ خلافت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ اُن کے کرتے میں دونوں مونڈھوں پر تین پیوند لگے ہوئے ہیں ایک پر ایک سلے ہوئے (ایک پیوند پھٹا تو دوسرا پیوند لگایا، دوسرا پھٹا تو تیسرا لگایا)۔

مسلمان کی سربلندی کا راز اور عمرؓ کا نمونہ

﴿۲۸۰﴾ عَنْ طَارِقٍ قَالَ خَرَجَ عُمَرُؓ اِلَى الشَّامِ وَ مَعَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ، فَاَتَوْا عَلٰى مَخَاضَةٍ وَ عُمَرُ عَلٰى نَاقَةٍ لَهٗ، فَنَزَلَ وَ خَلَعَ خُفَّيْهِ وَ وَضَعَهَا عَلٰى عَاتِقِهٖ وَ اَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَتِهٖ فَخَاضَ، فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ اِنَّكَ تَفْعَلُ هٰذَا؟ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ اَهْلَ الْبَلَدِ اِسْتَشْرَفُوْكَ، فَقَالَ اَوَّهْ، وَلَوْ يَقُلْ ذَا غَيْرُكَ اَبَا عُبَيْدَةَ جَعَلْتُهٗ نَكَالاً لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ، اِنَّا كُنَّا اَذَلَّ قَوْمٍ فَاَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ، فَمَهْمَا نَطْلُبُ الْعِزَّ بِغَيْرِ مَا اَعَزَّنَا اللّٰهُ اَذَلَّنَا اللّٰهُ. (المنذری بحوالہ مستدرک حاکم)

ترجمہ: طارق کہتے ہیں، حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کی حیثیت میں، اونٹنی پر سوار، ملک شام کے سرکاری دورے پر نکلے، راستے میں کسی مقام پر ندی پار کرنی تھی (پانی کم تھا) حضرت عمرؓ اونٹنی سے اترے اپنے چمڑے کے موزے اتار کر کندھے پر رکھ لیے، اونٹنی کی نکیل ہاتھ سے پکڑے پانی میں گھسے، حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا آپ امیر المومنین اور خلیفہ ہو کر ایسا کرتے ہیں؟ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ شہر کے عیسائی باشندے آپ کو اس حال میں دیکھیں (مطلب یہ کہ اونٹنی چھوڑ کر کسی زرق برق گھوڑے پر ہوں تاکہ فلسطین کے عیسائی باشندے آپ کو حقیر نہ جانیں) حضرت عمرؓ نے کہا آہ اے ابوعبیدہؓ تم یہ کہتے ہو؟ تم اس طرح سوچتے ہو؟! کوئی دوسرا یہ بات کہتا تو میں عبرت ناک سزا دیتا، (لیکن میں تمھارے بلند مقام سے واقف ہوں، ایسی بات شاید تمھارے منہ سے بے سوچے سمجھے نکل گئی!) دیکھو ابوعبیدہ! ہم ذلیل ترین لوگ تھے، لیکن اللہ نے اسلام کی بدولت ہمیں عزت و سربلندی بخشی، تو جب بھی ہم اسلام کے سوا کسی دوسری چیز کے ذریعے عزت و سربلندی چاہیں گے، اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا (عزت و سربلندی ہم سے چھین لے گا، کفر و شرک کی غلامی اور محکومی ہمارا مقدر بن جائے گی)۔

فکرِ آخرت اور رب کی ملاقات کا اشتیاق

اسوۂ صحابہؓ کے باب کی بہت سی حدیثیں آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں، جنھیں پڑھ کر آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اُنھیں کتنے سخت امتحانوں سے گزرنا پڑا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ کیا چیز تھی، جس کی وجہ سے مصائب کے طوفان انھیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکے؟ کیا چیز تھی جس نے ان کو اتنے سخت حالات میں اپنی جگہ پر جمائے رکھا؟ آپ جانتے ہیں سب سے بڑی مار معاشی تنگی کی مار ہوتی ہے اس میں بھی ان کے قدم نہیں لڑکھڑائے، اسی کے ساتھ دوسرا سوال یہ ہے کہ سیاسی اقتدار حاصل ہونے کے بعد دنیا کی طرف لپکنے سے کس چیز نے انھیں باز رکھا؟ یہ اور اسی طرح کے سوالوں کا جواب وہ حدیثیں دیں گی جو اب آپ کے سامنے آرہی ہیں۔

﴿۴۸۱﴾ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ، قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم خَطِیْباً فَذَکَرَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ فِیْھَا الْمَرْءُ، فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِکَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّۃً. (بخاری)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ کہتی ہیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی جس میں قبر کے امتحان کا مضمون بیان کیا، تو مسلمان پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

تشریح: وہ اس لیے روئے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، معلوم نہیں قبر کے تینوں امتحانی سوالوں کا صحیح جواب دے سکیں گے یا نہیں۔

﴿۴۸۲﴾ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا ذَکَرَتِ النَّارَ فَبَکَتْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا یُبْکِیْکِ؟ قَالَتْ ذَکَرْتُ النَّارَ فَبَکَیْتُ، فَھَلْ تَذْکُرُوْنَ اَھْلِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ؟ قَالَ اَمَّا فِیْ ثَلاَثَۃِ مَوَاطِنَ فَلاَ یَذْکُرُ اَحَدٌ اَحَدًا، عِنْدَ الْمِیْزَانِ حَتّٰی یَعْلَمَ اَیَخِفُّ مِیْزَانُہٗ اَمْ یَثْقُلُ، وَ عِنْدَ الْکِتَابِ حِیْنَ یُقَالُ ھَاؤُمُ اقْرَءُ وْا کِتَابَکُمْ حَتّٰی یَعْلَمَ اَیْنَ یَقَعُ کِتَابُہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ اَمْ فِیْ شِمَالِہٖ مِنْ وَرَاءِ ظَھْرِہٖ، وَ عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَیْنَ ظَھْرَیْ جَھَنَّمَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کو جہنم یاد آئی تو رو پڑیں، آں حضورؐ نے پوچھا تم روئی کیوں؟ انھوں نے کہا جہنم کی یاد آئی تو رُلائی آ گئی، اے اللہ کے رسولؐ آپ قیامت کے دن اپنی بیویوں کو یاد کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ ایک وہ موقع

جب اعمال تولے جارہے ہوں گے،اس دن ہر شخص کواپنی پڑی ہوگی کہ اس کی ترازو ہلکی ہوتی ہے یا بھاری، دوسرا وہ موقع جب اعمال کے نتائج کا کاغذ ہاتھ میں دیا جائے گا، دائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں اور تیسرا موقع وہ ہے جب جہنم پر پل صراط رکھا جائے گا اور آدمی اُس پر سے گزرے گا۔

﴿۴۸۳﴾ عَنْ عَدِیٍّ قَالَ کَانَ الرَّجُلُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا زُکِّیَ قَالَ، اَللّٰھُمَّ لاَ تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَ اغْفِرْلِیْ مَا لاَ یَعْلَمُوْنَ. (الادب المفرد امام بخاریؒ)

ترجمہ: حضرت عدیؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے ساتھیوں کا یہ حال تھا کہ جب ان کی تعریف کی جاتی تو فرماتے اے خدا یہ لوگ مجھے جن صفات کا حامل بتاتے ہیں (اور وہ مجھ میں ہیں نہیں) ان کی بنیاد پر مجھے نہ پکڑیئے، اور میرے جن عیوب کو یہ لوگ نہیں جانتے انھیں معاف فرمادیجیے۔

﴿۴۸۴﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، لَمَّا نَزَلَتْ "اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُھْتَدُوْنَ" شَقَّ ذٰلِکَ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ قَالُوْا اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ کَمَا تَظُنُّوْنَ، اِنَّمَا ھُوَ کَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِاِبْنِہٖ یَا بُنَیَّ لاَ تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب آیت اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا الخ (انعام،۸۲) اُتری تو اصحابِ نبیؐ بہت پریشان ہوئے اور کہا ہم میں کون ہے جس نے اپنے اوپر ظلم نہیں کیا؟ (کون ہے جس سے گناہ سرزد نہیں ہوئے ہیں پس ہم نجات کیسے پاسکتے ہیں)۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس آیت کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو، اس آیت میں ظلم سے مراد گناہ نہیں ہے بلکہ ظلم سے شرک مراد ہے جیسا کہ سورۂ لقمان آیت ۱۳ میں لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (شرک عظیم ظلم ہے)۔

تشریح: آیت کا ترجمہ یہ ہے وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے گڈمڈ نہیں کیا تو ایسے ہی لوگ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں۔ حدیث بتاتی ہے کہ صحابہؓ کا خوفِ آخرت کے لحاظ سے کیا حال تھا۔

〈۴۸۵〉 عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَتْ، قُلْتُ لَهٗ مَالَکَ لَا تَطْلُبُ کَمَا یَطْلُبُ فُلَانٌ وَ فُلَانٌ؟ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ وَرَاءَ کُمْ عَقَبَةً کَئُوْداً لَا یَجُوْزُهَا الْمُثْقَلُوْنَ، فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْکَ الْعَقَبَةِ.

(المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ام درداء کہتی ہیں، میں نے اپنے شوہر ابوالدرداء سے کہا جس طرح فلاں اور فلاں صاحب مال حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپؐ فرما رہے تھے اے مسافرانِ راہِ آخرت! تمھارے آگے ایک بہت دشوار گزار اونچی پہاڑی ہے، جس پر بوجھ سے لدے ہوئے مسافر نہیں چڑھ سکتے، تو میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے ہلکا پھلکا جاؤں تا کہ آسانی سے اس اونچی پہاڑی کے پار اتروں۔

〈۴۸۶〉 عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ، کُنْتُ اَخْدُمُ النَّبِیَّ ﷺ نَهَارِیْ، فَاِذَا کَانَ اللَّیْلُ اَوَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبِتُّ فَلَا اَزَالُ اَسْمَعُهٗ یَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ رَبِّیْ، حَتّٰی اَمَلَّ اَوْ تَغْلِبَنِیْ عَیْنِیْ فَاَنَامَ، فَقَالَ یَوْمًا یَا رَبِیْعَةُ سَلْنِیْ فَاُعْطِیَکَ، فَقُلْتُ اَنْظِرْنِیْ حَتّٰی اَنْظُرَ، وَ تَذَکَّرْتُ اَنَّ الدُّنْیَا فَانِیَةٌ مُنْقَطِعَةٌ، فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْأَلُکَ اَنْ تَدْعُوَ اللّٰهَ اَنْ یُنَجِّیَنِیْ مِنَ النَّارِ وَ یُدْخِلَنِی الْجَنَّةَ، فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَنْ اَمَرَکَ بِهٰذَا؟ فَقُلْتُ مَا اَمَرَنِیْ بِهٖ اَحَدٌ، وَ لٰکِنِّیْ عَلِمْتُ اَنَّ الدُّنْیَا مُنْقَطِعَةٌ فَانِیَةٌ وَ اَنْتَ مِنَ اللّٰهِ بِالْمَکَانِ الَّذِیْ اَنْتَ مِنْهُ، فَاَحْبَبْتُ اَنْ تَدْعُوَ اللّٰهَ لِیْ، قَالَ اِنِّیْ فَاعِلٌ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ.

(المنذری)

ترجمہ: ربیعہ بن کعبؓ کہتے ہیں، میں دن بھر نبی ﷺ کی خدمت کرتا اور رات میں بھی آپؐ کے پاس آجاتا اور یہیں سوتا۔ میں برابر آپؐ کی زبان سے سُبْحَانَ اللّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ ، سُبْحَانَ رَبِّیْ کے الفاظ سنتا۔ یہاں تک کہ اکتا جاتا یا آنکھ لگ جاتی اور سو جاتا، ایک دن آپؐ نے فرمایا اے ربیعہ! تم مجھ سے مانگو میں تمھیں دوں گا، میں نے عرض کیا مجھے مہلت دیجیے تا کہ میں غور کرلوں، مجھے کیا مانگنا چاہیے۔ چناں چہ مجھے خیال آیا کہ یہ دنیا تو فانی ہے ختم ہو جانے والی ہے تو یہ

مانگنے کی چیز ہے نہیں اسے کیا مانگوں، اس لیے میں نے کہا اے اللہ کے رسول میری درخواست آپ سے یہ ہے کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں اللہ مجھے جہنم سے بچائے اور جنت میں بسائے، آپؐ یہ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا تمھیں یہ بات کس نے بتائی؟ میں نے کہا مجھے یہ بات کسی نے نہیں سجھائی، بلکہ مجھے خود ہی یہ بات یاد آئی کہ یہ دنیا تو فانی ہے ختم ہو جانے والی، لہٰذا اسے کیا مانگوں، اور مجھے معلوم تھا کہ آپ اللہ کے سب سے زیادہ مقرب بندے ہیں اس لیے میں نے پسند کیا کہ آخرت کی نجات کا مسئلہ آپ کے سامنے رکھوں اور آپ دعا فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: میں ضرور تمھارے لیے دعا کروں گا پس تم بہ کثرت سجدوں (نفل نمازوں) سے اس میں میری مدد کرو۔

﴿۴۸۷﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوْا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ، وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَادُوْنَهٗ، فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ، قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَّامِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ بَخٍ بَخٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ فَقَالَ لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا، قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا، فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهٖ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ، ثُمَّ قَالَ اَنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى آكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيْلَةٌ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمَرَاتِ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی مدینہ سے نکلے اور مشرکینِ مکہ سے پہلے بدر میں پہنچ گئے، تو آپؐ نے اپنے مجاہد ساتھیوں سے فرمایا: خبردار تم میں کوئی آگے نہ بڑھے میں سب سے آگے ہوں گا اور تم میرے پیچھے رہو، مشرکینِ مکہ کی فوج جب قریب آئی تو آپؐ نے فرمایا اس جنت کو حاصل کرنے کے لیے بڑھو جس کی لمبائی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، عمیرؓ نے کہا کیا جنت کی لمبائی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں، عمیر بولے واہ واہ! آپؐ نے پوچھا تم نے واہ واہ کیوں کہا؟ عمیرؓ نے کہا میں نے صرف اس

وجہ سے واہ واہ کہا کہ مجھے جنت میں پہنچنے کی آرزو ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم جنت میں پہنچو گے، پھر عمیر نے اپنے ترکش سے کھجوریں نکال کر کھانا شروع کیا مگر پھر سوچا کہ کھانے میں تو دیر لگے گی اتنی دیر کھانے میں کیوں لگائیے جب کہ لڑائی شروع ہو چکی ہے، یہ کہہ کر تمام کھجوریں پھینک دیں اور مشرکین سے لڑنا شروع کیا، بہتوں کو مار کر شہادت پالی، اللہ ان سے راضی ہو!

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ بدر کی لڑائی میں اپنی فوج کی قیادت فرمار ہے تھے ایسا نہیں تھا کہ آپؐ آرام سے چھپر کے سائے میں فتح و نصرت کی دعا کر رہے تھے اور صحابہؓ بلا کمانڈر لڑ رہے تھے، بلکہ بہ نفس نفیس آپؐ اپنے فوجیوں کی کمان کر رہے تھے۔

﴿۴۸۸﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، غَابَ عَمِّیْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِکِیْنَ، لَئِنْ اَشْھَدَنِیَ اللّٰہُ قِتَالَ الْمُشْرِکِیْنَ لَیَرَیَنَّ اللّٰہَ مَا اَصْنَعُ، فَلَمَّا کَانَ یَوْمَ اُحُدٍ وَ انْکَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَاءِ وَ اَبْرَءُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ ھٰؤُلَاءِ یَعْنِی الْمُشْرِکِیْنَ، ثُمَّ تَقَدَّمَ وَ اسْتَقْبَلَہٗ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ یَا سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ اَلْجَنَّۃَ وَ رَبِّ النَّضْرِ، اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَھَا دُوْنَ اُحُدٍ، قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصْنَعُ مَا صَنَعَ، قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِہٖ بِضْعاً وَ ثَمَانِیْنَ ضَرْبَۃً بِسَیْفٍ اَوْ طَعْنَۃً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْیَۃً بِسَھْمٍ، وَوَجَدْنَاہُ قَدْ قُتِلَ وَ قَدْ مَثَّلَ بِہِ الْمُشْرِکُوْنَ فَمَا عَرَفَہٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُہٗ بِبَنَانِہٖ، فَقَالَ کُنَّا نَرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْہِ وَ فِیْ اَشْبَاھِہٖ "مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ الخ. (بخاری، مسلم، نسائی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، میرے چچا انس بن نضر، مدینہ میں موجود نہ رہنے کی وجہ سے، بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے (جس کا انھیں قلق تھا)۔ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ میں شریک نہ ہو سکا تھا، اگر پھر مشرکین سے لڑائی ہوئی اور اللہ نے اس میں شرکت کی سعادت بخشی تو خدا دیکھ لے گا میں کیا کرتا ہوں، چناں چہ جب احد کی لڑائی برپا ہوئی اور مسلمان سراسیمہ ہو کر بھاگے تو انس بن نضر نے کہا اے اللہ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں

اس نازیبا حرکت سے جو مسلمانوں نے کی اور میں اظہارِ براءت کرتا ہوں اُس سے جو مشرکین نے کیا، پھر انس آگے بڑھے اور سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی تو کہا اے سعد قسم ہے مدد کرنے والے رب کی میں جنت کی طرف جارہا ہوں، میں اُحد کے اس طرف سے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔

حدیث کے راوی انس بن مالکؓ کہتے ہیں، ہم نے انسؓ چچا کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ زخم تلواروں، نیزوں اور تیروں کے پائے، وہ مشرکین کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور اس بے دردی سے مارے گئے تھے کہ پہچانے نہیں جاسکتے تھے، ان کی بہن نے ہاتھ کی انگلیاں دیکھ کر پہچانا تھا، انسؓ (راوی) کہتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ من المومنین والی آیت (احزاب:۲۳) اِن کے اور اِن جیسے دوسرے شہداء پر صادق آتی ہے۔''

تشریح: آیت کا واضح ترجمہ یہ ہے ''یہ ایسے مومنین ہیں جنھوں نے اللہ سے سچا عہد بندگی کیا تھا، تو ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (راہِ خدا میں جان قربان کردی) اور کچھ وہ ہیں جو نذرِ جان پوری کرنے کا بے تابانہ انتظار کررہے ہیں، اِن لوگوں نے اپنے عہد میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔

﴿۴۸۹﴾ عَنْ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاٰمَنَ بِهٖ وَاتَّبَعَهٗ، ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ اُهَاجِرُ مَعَكَ، فَاَوْصٰى بِهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعْضَ اَصْحَابِهٖ، فَلَمَّا كَانَتْ غَزَاتُهٗ غَنِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَسَمَ وَ قَسَمَ لَهٗ، فَاَعْطٰى اَصْحَابَهٗ مَا قَسَمَ لَهٗ وَ كَانَ يَرْعٰى ظَهْرَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوْهُ اِلَيْهِ، فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالُوْا قَسْمٌ قَسَمَهٗ لَكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخَذَهٗ، فَجَاءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالَ قَسَمْتُهٗ لَكَ، فَقَالَ مَا عَلٰى هٰذَا اِتَّبَعْتُكَ، وَلٰكِنِ اتَّبَعْتُكَ عَلٰى اَنْ اُرْمٰى اِلٰى هٰهُنَا اَشَارَ اِلٰى حَلْقِهٖ بِسَهْمٍ، فَاَمُوْتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰهَ يَصْدُقْكَ، فَلَبِثُوْا قَلِيْلاً ثُمَّ نَهَضُوْا اِلٰى قِتَالِ الْعَدُوِّ، فَاُتِيَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يُحْمَلُ قَدْ اَصَابَهٗ سَهْمٌ حَيْثُ اَشَارَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَهُوَ هُوَ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ صَدَقَ اللّٰهَ فَصَدَقَهٗ، ثُمَّ كَفَنَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ جُبَّتِهِ الَّتِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَدَّمَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ كَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا، اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِكَ. (نسائی)

ترجمہ: شداد بن ھادؓ کہتے ہیں، ایک دیہاتی عرب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ پر ایمان لایا، آپؐ کے ساتھ رہنے کی درخواست کی، کہا میں ہجرت کر کے یہیں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، تو نبی ﷺ نے بعض صحابہؓ کو اس کے بارے میں وصیت فرمائی (کہ اس کا خیال رکھو، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو) پھر وہ جہاد میں شریک ہوا، تو مالِ غنیمت میں اس کا حصہ لگا اور حضورؐ نے اس کا حصہ لوگوں کے حوالے کیا کہ اسے دے دینا (تقسیم کے وقت وہ موجود نہ تھا) وہ اونٹ چرانے چلا گیا تھا، جب وہ آیا تو لوگوں نے اس کا حصہ غنیمت دیا، اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ تمھارا حصہ ہے، حضورؐ نے دیا ہے، چناں چہ وہ اسے لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے اللہ کے رسولؐ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ تمھارا حصہ ہے جو میں نے دیا ہے اس نے کہا میں نے اس کے لیے آپ کا ساتھ تھوڑا ہی دیا ہے، میں نے تو اس لیے جہاد میں آپ کا ساتھ دیا ہے کہ میرے حلق میں دشمن کا تیر لگے اور میں مر جاؤں تاکہ جنت میں داخل ہوں، آپؐ نے فرمایا! اگر تیری نیت سچی ہے تو اللہ تیری آرزو پوری کرے گا، اس کے تھوڑے دنوں بعد جہاد ہوا، لوگ گئے یہ بھی گیا، اس کی نعش اٹھا کر لوگ حضورؐ کے پاس لائے اس کے حلق میں دشمن کا تیر لگا تھا، آپؐ نے پوچھا کیا وہی ہے جس نے اس طرح شہادت پانے کی آرزو کی تھی؟ لوگوں نے کہا ہاں یہ وہی شخص ہے، آپ نے فرمایا، ''اس نے اللہ سے سچی آرزو کی تھی تو اللہ نے اسے پورا کر دیا'' پھر آپؐ نے اپنے جبہ میں اُسے کفنایا، اس کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؐ نے اِن الفاظ میں دعا کی:

> ''اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے، اس نے تیری راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا، اور تیری راہ میں شہادت پائی، میں اس پر گواہ ہوں۔''

نماز اور تقریر و خطبہ میں اعتدال

﴿۴۹۰﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَ خُطْبَتُهٗ قَصْداً. (مسلم)

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، آپؐ کی نماز بھی معتدل ہوتی اور خطاب بھی معتدل ہوتا (نہ بہت لمبی نہ بہت مختصر، اور یہی حال خطبہ و تقریر کا بھی تھا، لمبی تقریر نہیں کرتے تھے)۔

نماز میں مقتدیوں کا لحاظ فرماتے

﴿۴۹۱﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنِّیْ لَاَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَ اُرِیْدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیْھَا فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلٰوتِیْ کَرَاھِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّہٖ. (بخاری، ابوقتادہ)

ترجمہ: رسول اللہؐ نے فرمایا: میں نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں، اور جی چاہتا ہے لمبی نماز پڑھاؤں، لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑ جاتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ نماز لمبی کر کے بچے کی ماں کو زحمت اور پریشانی میں مبتلا کروں۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں بھی مسجد میں آتیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتیں، ان میں بچے والی عورتیں بھی ہوتیں، وہ بچوں کو بہ درجۂ مجبوری ساتھ لاتیں، گھر پر تنہا انھیں کیسے چھوڑتیں۔

اس حدیث میں ان اماموں کے لیے سبق ہے جو نمازیوں کے حالات سے بے پروا ہو کر لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔

فرض نماز کا اہتمام

﴿۴۹۲﴾ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَیْلٍ اِضْطَجَعَ عَلٰی یَمِیْنِہٖ وَ اِذَا عَرَّسَ قُبَیْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَہٗ وَ وَضَعَ رَأْسَہٗ عَلٰی کَفِّہٖ. (مسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کہیں پڑاؤ ڈالتے اور رات زیادہ ہوتی تو دائیں ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹتے، اور اگر طلوعِ فجر سے ذرا پہلے پڑاؤ ڈالتے تو ہاتھ کھڑا کر کے ہتھیلی پر سر رکھ لیتے۔

تشریح: ہاتھ کھڑا کر کے سر اس پر رکھ لیتے، ایسا اس لیے کرتے کہ رات بھر کے جاگے ہیں اور صبح ہونے میں دیر نہیں ہے، اگر کسی کروٹ لیٹتے تو فجر کی نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے اس ڈھنگ سے لیٹتے جس میں آنکھ لگنے کا کوئی ڈر نہیں ہے۔

نبیؐ کس طرح قرآن نماز میں پڑھتے تھے

﴿۴۹۳﴾ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَطِّعُ قِرَاءَ تَہٗ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ثُمَّ یَقِفُ، ثُمَّ یَقُوْلُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. (ترمذی بروایت لیث)

ترجمہ: ام سلمہؓ آپؐ کی بیوی کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے اور رک جاتے پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتے۔

〈۴۹۴〉 عَنْ یَعْلٰی اَنَّہٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَۃَ عَنْ قِرَاءَ ۃِ النَّبِیِّ ﷺ فَاِذَا ھِیَ تَنْعَتُ قِرَاءَ ۃً مُفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا (ترمذی)

ترجمہ: یعلیٰ کہتے ہیں میں نے ام سلمہؓ سے پوچھا نبی ﷺ کس طرح قرآن پڑھتے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ آپؐ کی قرأت صاف اور واضح ہوتی ہر حرف الگ سنائی دیتا۔

نبیؐ کی نماز

〈۴۹۵〉 قَالَ النَّبِیُّ ﷺ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا نِسَائِیْ وَالطِّیْبُ وَ جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ. (نسائی ـــــ انسؓ)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا کی دو چیزیں بہت محبوب ہیں، اپنی بیویاں اور خوشبو، اور نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور بن گئی ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نماز میری روحانی غذا ہے کیوں کہ نماز نام ہے اللہ کی یاد کا، اس سے مناجات و ہم کلامی کا، یہی حقیقت ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا ارحنا یا بلال (اے بلالؓ اذان دو اور ہم کو راحت پہنچاؤ)۔

خشوع اور گداز قلب

〈۴۹۶〉 عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الشِّخِّیْرِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت مطرفؓ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا تو دیکھا آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپؐ کے سینے سے اس طرح کی آواز نکل رہی ہے جیسی پکتی ہانڈی سے آواز نکلتی ہے۔

تہجد اور دوسری نفل نمازیں لمبی پڑھتے

〈۴۹۷〉 عَنْ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِیْرَۃَؓ یَقُوْلُ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیَقُوْمُ لِیُصَلِّیْ حَتّٰی تَرِمَ قَدَمَاہُ اَوْ سَاقَاہُ فَیُقَالُ لَہٗ، فَیَقُوْلُ اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا. (بخاری)

ترجمہ: زیادہؒ کہتے ہیں، حضرت مغیرہؓ فرماتے تھے کہ نبی ﷺ تہجد کی نماز اتنی لمبی پڑھتے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے اس پر لوگ آپؐ سے کہتے کہ آپؐ اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں تو آپؐ ان کو جواب دیتے کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

تشریح: مطلب یہ کہ خدا نے مجھے انسانیت کے سب سے اونچے شرف۔ نبوت سے نوازا تو مجھے اس کا زیادہ سے زیادہ شکر کرنا ہی چاہیے۔

تہجد پابندی سے پڑھتے تھے

﴿۴۹۸﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُهُ، وَ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَوْ كَسِلَ صَلّٰى قَاعِدًا. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے عبد بن ابی قیس کو نصیحت کی کہ دیکھنا تہجد نہ چھوڑنا کیوں کہ نبی ﷺ تہجد چھوڑتے نہیں تھے، اگر بیمار ہو جاتے یا سستی محسوس کرتے تو بیٹھ کر پڑھ لیتے۔

نبیؐ قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے

﴿۴۹۹﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ الْقُرْآنَ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔

تشریح: یعنی قرآن مجید میں جن اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے وہ سب آپؐ کے اندر پائے جاتے تھے آپؐ ان کا بہترین نمونہ تھے۔

﴿۵۰۰﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے مزاج وطبیعت میں بے حیائی نہ تھی، نہ زبان سے بے حیائی کی بات فرماتے۔

نبیؐ کا معاملہ اپنے خادموں کے ساتھ

﴿۵۰۱﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَشَرَ سِنِيْنَ، فَمَا قَالَ لِيْ قَطُّ اُفٍّ، وَلَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ اَفْعَلْهُ اَلَا فَعَلْتَ كَذَا. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس برس خدمت کی لیکن اس

عرصے میں آپؐ نے کبھی اُف نہ کہا (جو بیزاری اور نفرت کا کلمہ ہے) اور اگر کبھی مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی تو آپؐ نے کبھی نہیں کہا تم نے یہ غلطی کیوں کی؟ اور جو کام کرنا چاہیے تھا میں نے نہیں کیا تو کبھی نہیں کہا تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

نبیؐ کی خوش طبعی

﴿۵۰۲﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَجُلاً مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اِسْمُهٗ زَاهِرَ بْنَ حَرَامٍ، وَ كَانَ يُهْدِى لِلنَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيُجَهِّزُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّهٗ، وَكَانَ دَمِيْمًا، فَاَتَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ، فَقَالَ اَرْسِلْنِىْ مَنْ هٰذَا؟ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ ﷺ فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْا مَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ لِصَدْرِ النَّبِيِّ ﷺ حِيْنَ عَرَفَهٗ، وَ جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ يَشْتَرِى الْعَبْدَ؟ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِىْ كَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لٰكِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، ایک دیہاتی عرب تھے، نام زاہر بن حرامؓ، وہ دیہات کی چیزیں نبی ﷺ کے لیے بہ طور ہدیہ لاتے، اور جب وہ اپنی بستی کو واپس ہونے لگتے تو نبی ﷺ بھی مدینہ کی کچھ چیزیں بہ طور ہدیہ ان کے ساتھ کر دیتے، نبی ﷺ فرماتے زاہر ہمارے دیہاتی دوست ہیں اور ہم ان کے شہری دوست ہیں، آپؐ ان سے بڑی محبت فرماتے، وہ بدصورت آدمی تھے، ایک دن جب کہ وہ مدینہ میں اپنا دیہاتی سامان بیچ رہے تھے، حضورؐ پیچھے سے آئے اور انھیں اپنی گود میں لے لیا، وہ حضورؐ کو نہیں دیکھ رہے تھے، کہا یہ کون ہے مجھے چھوڑو، جب مڑ کے دیکھا کہ نبی ﷺ ہیں، تب وہ پوری کوشش کرنے لگے کہ اپنی پیٹھ کو حضورؐ کے سینے سے چمٹائے رہیں، اس موقع پر نبی ﷺ نے فرمایا کون خریدتا ہے اس غلام کو (وہ غلام نہ تھے البتہ رنگ سیاہ تھا حبشی غلاموں کی طرح) زاہرؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ آپ بہت گھاٹے میں رہیں گے، بھلا مجھے کون خریدے گا، اور جو خریدے گا وہ بہت تھوڑی قیمت دے گا، آپؐ نے فرمایا، تم دنیا کی نظر میں اگر کم قیمت والے ہو تو کیا ہوا، اللہ کے یہاں تمھاری بڑی قیمت ہے!

دیہاتی عرب

〈۵۰۳〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ عَلَیْہِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَۃِ، فَاَدْرَکَہٗ اَعْرَابِیٌّ، فَجَذَبَہٗ بِرِدَائِہٖ جَذْبَۃً شَدِیْدَۃً، فَنَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَۃِ عُنُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَ قَدْ اَثَّرَ بِھَا حَاشِیَۃُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّۃِ جَذْبَتِہٖ، ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ مُرْلِیْ مِنْ مَالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ، فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَ لَہٗ بِعَطَاءٍ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں میں رسول اللہؐ کے ساتھ پیدل جا رہا تھا، آپؐ موٹے کنارے کی نجران کی بنی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے تھے، راستہ میں ایک دیہاتی عرب ملا، اس نے آپؐ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی جس کی وجہ سے آپؐ کی گردن پر نشان پڑ گیا، اس نے کہا اے محمدؐ مجھے بیت المال سے کچھ دلوایئے، آپ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو (بجائے خفا ہونے کے) مسکرائے اور اس کو بیت المال سے دیئے جانے کا حکم دیا۔

بچوں سے پیار

〈۵۰۴〉 عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اِنَّکُمْ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْیَانَ وَمَا نُقَبِّلُھُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوَ اَمْلِکُ اِنْ نَزَعَ اللّٰہُ الرَّحْمَۃَ مِنْ قَلْبِکَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ایک دیہاتی عرب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا (آپؐ اس وقت کسی بچے غالباً حسنؓ کو پیار کر رہے تھے)۔ اس نے کہا آپ لوگ بچوں کا پیار لیتے ہیں، ہم لوگ نہیں لیتے! آپؐ نے فرمایا: میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے بچوں کے ساتھ رحم وکرم کے جذبہ سے تیرے دل کو محروم کر دیا ہے۔

〈۵۰۵〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیُخَالِطُنَا حَتّٰی یَقُوْلَ لِاَخٍ لِیْ صَغِیْرٍ یَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ، وَ کَانَ لَہٗ نُغَیْرٌ یَلْعَبُ بِہٖ فَمَاتَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ ہم لوگوں سے گھل مل کر رہتے تھے (اپنے آپ کو

لیے دیے نہیں رہتے تھے) یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی عمیر سے ازراہِ خوش طبعی فرماتے اے عمیر تمہاری چڑیا کا کیا حال ہے؟ اس کے پاس ایک چھوٹی چڑیا تھی جس سے کھیلتا تھا وہ مر گئی۔

بچوں کا بوسہ لینا

﴿۵۰۶﴾ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اُتِیَ بَصَبِیٍّ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ وَ اِنَّهُمْ لَمِنْ رَیْحَانِ اللّٰهِ. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا، آپؐ نے اس کا پیار لیا، پھر فرمایا: یہ بچے آدمی کی بزدلی اور بخیلی کا سبب بنتے ہیں اور یہ اللہ کی بخشش ہیں۔

تشریح: مطلب یہ کہ اولاد سے محبت ایک فطری بات ہے، اگر مومن تربیت یافتہ نہ ہو تو اولاد کی محبت خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانیاں دینے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اولاد خدا کی بخشش اور عطیہ ہیں، مومن کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کا شکر اس طرح ادا ہو سکتا ہے کہ ان کو دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے۔

خوش مذاقی

﴿۵۰۷﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا. (ترمذی)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں لوگوں نے تعجب اور حیرت کے ساتھ کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ ہم سے ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں لیکن کوئی غلط اور خلاف واقعہ بات نہیں کہتا۔

تشریح: عام طور پر مذہبی پیشوا اپنے معتقدین کی مجلسوں میں خاموش بیٹھتے ہیں، ہنسی اور دل لگی کی باتیں نہیں کرتے۔ یہ حدیث کہتی ہے خوش طبعی کی باتیں کرنا تقدس اور مشیخت کے منافی نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کے دو نمونے بہت مشہور ہیں، ایک بڑھیا سے آپؐ نے فرمایا کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی، یہ سن کر وہ بہت پریشان ہوئی تو آپؐ نے فرمایا جنت میں سب جوان ہو کر داخل ہوں گے۔ کسی نے آپؐ سے اونٹ مانگا آپؐ نے فرمایا میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا، اس نے کہا میں بچہ لے کر کیا کروں گا، آپؐ نے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

نبیؐ اپنے گھر میں

﴿۵۰۸﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَ اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ. (ابن ماجہ)

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتا ہو، اور میں تم میں کا بہترین آدمی ہوں بیویوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کے لحاظ سے۔

﴿۵۰۹﴾ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَؓ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهٖ؟ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهٖ، تَعْنِيْ خِدْمَةَ اَهْلِهٖ، فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ. (بخاری)

ترجمہ: اسود بن یزید کہتے ہیں، میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا نبی ﷺ جب گھر میں ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا آپؐ اپنے گھر والوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، اور جب نماز کا وقت آتا نماز کے لیے جاتے۔

﴿۵۱۰﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَ يَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَ يَعْمَلُ فِيْ بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِيْ بَيْتِهٖ، وَ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَ يَحْلِبُ شَاتَهٗ وَ يَخْدِمُ نَفْسَهٗ. (ترمذی)

ترجمہ: عائشہؓ کا بیان ہے، نبی ﷺ اپنے جوتے ٹانک لیتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اور اپنے گھر میں وہ سب کام کرتے جو تم میں کا کوئی شخص اپنے گھر میں کرتا ہے، نیز انھوں نے کہا نبی ﷺ انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں سے جوں نکالتے، اپنی بکری دوہ لیتے اور اپنے دوسرے کام خود کرتے۔

تشریح: عرب کی آب و ہوا اور موسمی اثرات کی وجہ سے وہاں جوں بہت پیدا ہوتی ہیں، ورنہ نبی ﷺ تو اپنی طہارت اور صفائی میں ضرب المثل تھے۔

نبیؐ کا اپنی بیویوں کے جذبات کا لحاظ

﴿۵۱۱﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَى

الْحَبَشَةِ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِىْ اَسْأَمُهُ، فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپؐ اپنی چادر سے آڑ کرلیا کرتے اور میں حبشی لوگوں کو مسجد میں جنگی مشق کرتے دیکھتی تھی، آپؐ اس وقت تک اپنی چادر کی آڑ کیے رہتے جب تک خود میں اُکتا نہ جاتی، تو اے لوگو اگر تم کم سن لڑکی سے شادی کرو تو اس کے جذبات وحسیات کا خیال رکھو، کم سن عورت کھیل اور تفریح کی شوقین ہوتی ہے۔

تشریح: حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اور اُمت کے لوگوں کو اس سے جو سبق ملتا ہے اسے بھی حضرت عائشہؓ نے واضح کردیا ہے۔

یہاں یہ بات نوٹ کیجیے کہ عورت کے دیکھنے پر اس طرح کی پابندی نہیں ہے جس طرح کی پابندی مردوں کو عورتوں کو دیکھنے پر ہے۔

نبیؐ اپنی وفادار بیوی کی یاد میں

﴿۵۱۲﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰى اَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ، وَ مَا رَأَيْتُهَا قَطُّ، وَ لٰكِنْ كَانَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَ رُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يَقْطَعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَائِقِ خَدِيْجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ كَانَ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا اِمْرَأَةٌ اِلَّا خَدِيْجَةُ، فَيَقُوْلُ اِنَّهَا كَانَتْ وَ كَانَتْ، وَكَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ.

(بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی پر اتنی غیرت اور رشک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا، میں نے انھیں دیکھا نہیں تھا۔ البتہ حضورؐ ان کا ذکر بہت زیادہ فرماتے تھے، اور ایسا بہت ہوتا کہ آپؐ بکری ذبح کرتے پھر اس کی بوٹیاں بناتے اور حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کے یہاں بھیجتے، میں بسا اوقات آپؐ سے کہتی گویا دنیا میں کوئی عورت خدیجہؓ کے سوا ہے ہی نہیں! آپؐ اس پر فرماتے بلاشبہ وہ بہت اچھی عورت تھی، وہ ایسی اور ایسی تھی، اور اس سے میرے اولاد ہوئی تھی۔

تشریح: حضرت خدیجہؓ آپؐ کی پہلی بیوی ہیں، اور دعوت ورسالت کے آغاز سے انھوں نے ہر

طرح کے حالات میں آپؐ کا ساتھ دیا ہے اور دعوت کی راہ میں ہر طرح کی تکلیفیں ہنسی خوشی برداشت کی ہیں، بعض مورخین کا بیان ہے کہ رسالت کے ابتدائی ایام میں حضرت خدیجہؓ کے پاس پچیس ہزار درہم تھے۔ اُس زمانہ کے پچیس ہزار درہم یہ ذہن میں رکھیے۔ لیکن ۸، ۹ سال میں سارا سرمایہ دعوت کی راہ میں لٹا دیا، وہ نوجوان جو اسلام لانے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکال دیے جاتے ان سب کی کفالت فرماتیں، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی وفا شعار بیوی کو زندگی بھر بھلا نہ سکے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

بیویوں کے حقوق میں کامل مساوات

〈۵۱۳〉 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْسِمُ فَيَعْدِلُ وَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْ مَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ. (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، رسول اللہؐ اپنی بیویوں کے درمیان باری اور دوسرے تمام حقوق میں پورا عدل وانصاف برتتے اور اپنے رب سے یہ کہتے: اے اللہ یہ منصفانہ مساویانہ تقسیم تو میرے بس کی بات ہے جسے میں انجام دے رہا ہوں لیکن دل کی محبت اور میلان میرے اختیار سے باہر کی چیز ہیں اس لیے اگر کسی بیوی سے زیادہ تعلق خاطر ہے تو مجھ سے اس پر مواخذہ نہ ہو!

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو روٹی، کپڑا اور دوسرے معاملات میں پورے انصاف سے کام لینا چاہیے، البتہ اگر کسی بیوی کی طرف قلبی میلان زیادہ رکھتا ہے، اور اس میلان کا کوئی اثر منصفانہ تقسیم پر نہیں پڑتا تو قیامت کے دن اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اس قلبی جھکاؤ پر!

بیوی کی غلطی پر احتساب

〈۵۱۴〉 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَلَّ بَعِيْرُ صَفِيَّةَ، وَ عِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا، فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ؟ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَهَجَرَهَا ذِي الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمَ وَ بَعْضَ صَفَرَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا اور حضرت زینبؓ کے پاس ایک فاضل سواری تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ سے کہا صفیہ کو فاضل سواری دے دو، تو انھوں نے کہا

بھلا میں اس یہودن کو اپنا اونٹ دوں گی؟ اس پر نبیؐ غضب ناک ہوئے اور زینبؓ سے ذی الحجہ، محرم اور صفر میں کچھ دنوں تک قطع تعلق کیے رکھا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیا جاسکتا ہے بہ شرطے کہ کوئی دینی مصلحت ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ یہ آپؐ کا غصہ اپنی ذات کے لیے نہ تھا، بلکہ اس بات پر تھا کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو یہودیت کا طعنہ کیوں دیا، نبیؐ کی ایک بیوی نے دوسری بیوی سے متعلق اتنا گندا لفظ زبان سے نکالا کیسے!

نبیؐ کی سخاوت

〈۵۱۵〉 عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لاَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے کسی سائل کے سوال پر "نہیں"، کبھی نہیں کہا۔

تشریح: اگر وقت پر دینے کے لیے کچھ نہ ہوا تو آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیا، کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔

سفارش کرنے کی ترغیب

〈۵۱۶〉 عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا اَتَاہُ السَّائِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَۃِ قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا، وَ یَقْضِی اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِہٖ مَاشَاءَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نبی ﷺ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب آپؐ کے پاس کوئی سائل ضرورت مند آتا تو لوگوں سے فرماتے اس کی مدد کے لیے سفارش کرو اس پر اجر پاؤ گے۔ اور اللہ جو چاہتا نبیؐ کی زبان سے فیصلہ فرماتا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آپؐ کے پاس کوئی ضرورت مند آتا تو آپؐ لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اس کے بارے میں کلمۂ خیر کہو، ایک دوسرے کو اس کی مدد کے لیے ابھارو، یہ اجر وثواب کا کام ہے، اور پھر آپؐ جو کچھ دینے کا فیصلہ فرماتے، دیتے۔

نبیؐ کا تبسم

〈۵۱۷〉 عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِکًا

حَتّٰی تَرَیٰ مِنهُ لَهَوَاتَهُ، اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے نبی ﷺ کو کبھی بھی اس طرح ہنستے نہیں دیکھا کہ آپؐ کے تالو نظر آجائے آپؐ تو صرف تبسم فرماتے تھے (ٹھٹھا مار کر نہیں ہنستے تھے)۔

نبیؐ کا اندازِ تربیت

〈۵۱۸〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا یُوَاجِهُ الرَّجُلَ بِشَیْءٍ یَکْرَهُهُ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ یَوْمًا رَجُلٌ وَ عَلَیْهِ اَثَرُ صُفْرَةٍ، فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِاَصْحَابِهٖ لَوْ غَیَّرَ اَوْ نَزَعَ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ. (الادب المفرد، امام بخاریؒ)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ (اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے) کسی کو براہِ راست کم ہی کسی ناپسندیدہ بات پر ٹوکتے تھے، ایک دن ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا اس کے جسم کے کسی حصہ پر زردی کے اثرات تھے (غالباً کسی زرد رنگ کی کوئی چیز استعمال کی ہوگی جس کے اثرات آپؐ نے دیکھے)۔ جب وہ چلا گیا تو حاضرینِ مجلس سے کہا اگر یہ صاحب اس پیلے پن کو دور کر لیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔

تشریح: آپؐ نے حاضرین مجلس سے اس توقع پر فرمایا کہ اِن میں کوئی صاحب اسے بتا دیں گے اور وہ اصلاح کرلے گا، اگرچہ حدیث میں ذکر نہیں ہے لیکن یقیناً لوگوں نے اُس آدمی کو حضورؐ کی بات بتائی ہوگی۔

〈۵۱۹〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی فَاطِمَةَ فَوَجَدَ عَلٰی بَابِهَا سِتْرًا، فَلَمْ یَدْخُلْ عَلَیْهَا، وَ قَلَّمَا کَانَ یَدْخُلُ اِلَّا بَدَءَ بِهَا، قَالَ فَجَاءَ عَلِیٌّ فَرَاٰهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ مَالَکِ؟ فَقَالَتْ جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ یَدْخُلْ عَلَیَّ، فَاَتَاهُ عَلِیٌّ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ فَاطِمَةَ اِشْتَدَّ عَلَیْهَا اِنَّکَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَیْهَا، فَقَالَ وَمَا اَنَا وَالدُّنْیَا وَمَا اَنَا وَالرَّقْمَةُ؟ قَالَ فَذَهَبَ اِلٰی فَاطِمَةَ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَتْ فَقُلْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَمَاذَا تَاْمُرُنِیْ بِهٖ؟ فَقَالَ قُلْ لَهَا تُرْسِلُ بِهٖ اِلٰی بَنِیْ فُلَانٍ. (مسند احمد بن حنبلؒ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی فاطمہ کے گھر

گئے اور ان سے ملاقات نہیں فرمائی، دروازے سے ہی لوٹ گئے، کیوں کہ آپؐ نے دروازے پر منقش رنگین پردہ پڑا ہوا دیکھا، حالاں کہ آپؐ کا معمول تھا، جب بھی سفر سے واپس آتے، سب سے پہلے فاطمہؓ سے ملاقات کرتے۔ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب علیؓ گھر میں آئے اور فاطمہؓ کو غمگین اور پریشان دیکھا تو پریشانی کا سبب پوچھا، فاطمہؓ نے بتایا کہ رسول اللہؐ ہمارے یہاں آئے، دروازے ہی سے لوٹ گئے، مجھ سے نہیں ملے، یہ سن کر حضرت علیؓ حضورؐ کے پاس پہنچے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ فاطمہؓ کو بڑا غم ہے کہ آپ ہمارے گھر گئے اور دروازے سے لوٹ گئے، فاطمہؓ سے نہیں ملے! آپؐ نے فرمایا مجھے دنیا کی زیبائش اور آرائش سے کیا دلچسپی، مجھے رنگین منقش پردوں سے کیا مطلب؟ یہ سن کر علیؓ فاطمہؓ کے پاس پہنچے اور حضورؐ نے جو کچھ فرمایا تھا، انھیں بتایا، فاطمہؓ نے علیؓ سے کہا جایئے اللہ کے رسولؐ سے پوچھیے کہ اس پردے کا کیا کروں؟ چناں چہ علیؓ آپؐ کے پاس پہنچے تو آپؐ نے بتایا جاؤ فاطمہؓ سے کہو وہ پردہ فلاں کے گھر بھیج دے (تاکہ عورتیں کرتا بنا ڈالیں، غالباً اس گھر کے لوگ ضرورت مند تھے)۔

تشریح: دروازے پر منقش پردے لٹکانا شرعاً گناہ نہیں ہے البتہ دنیاوی زیب و زینت کی طرف بڑھنے کی علامت ضرور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو قیامت تک آنے والے مومنین اور مومنات کے لیے اسوہ اور نمونہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

نبیؐ کا نمونہ طعام کے بارے میں

〈۵۲۰〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم طَعَامًا قَطُّ، اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَ اِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے ہیں، نبیؐ نے کبھی کسی کھانے پر اعتراض نہیں کیا (عیب نہیں نکالے) اگر پسند خاطر ہوا تو کھایا، ورنہ چھوڑ دیا۔

〈۵۲۱〉 عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ غَیْرَ مَكْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا. (بخاری)

ترجمہ: ابوامامہؓ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے اور دسترخوان اٹھالیا جاتا تو

فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الخ جس کا ترجمہ یہ ہے ''شکر ہے اللہ کا، بہت زیادہ بہترین بابرکت شکر، ایسا شکر جو ہم خود کریں، ایسا شکر جو کبھی ہم سے ترک نہ ہو اور جس سے ہم کبھی بے نیاز اور بے پروانہ ہوں اے ہمارے رب!''

تواضع اور خاکساری

﴿۵۲۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَارُءِ یَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَأکُلُ مُتَّکِئًا وَلاَ یَطَأُ عَقِبَہٗ رَجُلاَنِ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے ٹیک لگا کر کھانا کھاتے نہیں دیکھا (جیسا کہ بادشاہوں اور امیروں کا دستور ہے بلکہ عام طور پر دوزانو بیٹھ کر کھاتے تھے) اور کبھی کسی شخص نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ دو آدمی بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوں (جیسا کہ بادشاہوں کا دستور ہے وہ باڈی گارڈ رکھتے ہیں جو ہٹو بچو کی صدائیں لگاتے ہیں)۔

﴿۵۲۳﴾ عَنْ قُدَامَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَرْمِی الْجَمْرَۃَ یَوْمَ النَّحْرِ عَلٰی نَاقَۃٍ صَھْبَاءَ لاَ ضَرْبَ وَلاَ طَرْدَ وَلاَ اِلَیْکَ اِلَیْکَ.

(المنذری بہ حوالہ صحیح ابن خزیمہ)

ترجمہ: حضرت قدامہ کہتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کے دن، بھورے رنگ کی اونٹنی پر سوار، جمرہ کو کنکری مارتے دیکھا، نہ وہاں سپاہیوں کی مار پیٹ تھی، نہ کسی کو بھگایا جا رہا تھا، نہ ہٹو بچو کی صدائیں ہو رہی تھیں۔

تشریح: یہ آپؐ کے آخری حج ۱۰ھ کا حال بیان ہو رہا ہے جب پورا ملک عرب آپؐ کے قبضہ میں آچکا تھا لیکن شاہانہ کروفر سے کوسوں دور!

مریض کی عیادت

﴿۵۲۴﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ، ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا اَخَا الْاَنْصَارِ کَیْفَ اَخِیْ سَعْدُ بْنُ عَبَادَۃَ؟ فَقَالَ صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ یَعُوْدُہٗ مِنْکُمْ؟ فَقَامَ وَ قُمْنَا مَعَہٗ، وَنَحْنُ بِضْعَۃَ عَشَرَ، مَا عَلَیْنَا نِعَالٌ وَلاَ خِفَافٌ وَلاَ

قَلانِسُ وَلاَ قُمُصٌ، نَمْشِیْ فِیْ تِلْکَ السِّبَاخِ حَتّٰی جِئْنَاہُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهٗ مِنْ حَوْلِهٖ حَتّٰی دَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَصْحَابُهُ الَّذِیْنَ مَعَهٗ......... (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں انصار کا ایک آدمی آیا، اس نے حضورؐ کو سلام کیا پھر جانے کے لیے مڑا، تو آپؐ نے انصاری سے پوچھا، سعد بن عبادہ کیسے ہیں (وہ بیمار تھے) انصاری نے کہا وہ کچھ ٹھیک ہیں، تو آپؐ نے حاضرین مجلس سے فرمایا آپ لوگوں میں سے کون لوگ ان کی بیمار پرسی کو چلتے ہیں؟ تو آپؐ کے ساتھ ہم بھی اُٹھ کھڑے ہوئے، ہماری تعداد دس سے کچھ اوپر تھی، نہ ہمارے پیروں میں جوتے، نہ موزے، نہ سروں پر ٹوپی اور نہ قمیص، اسی حالت میں بنجر زمین میں پیدل چل کر سعد کے گھر پہنچے، ان کے پاس سے بیمار پرسی کرنے والے ہٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی سعد کے قریب گئے اور بیمار پرسی کی۔

حضورؐ کا تعزیت نامہ

﴿۵۲۵﴾ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ مَاتَ لَهٗ اِبْنٌ فَکَتَبَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ التَّعْزِیَةَ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، سَلاَمٌ عَلَیْکَ

فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰهَ الَّذِیْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَکَ وَاَلْهَمَکَ الصَّبْرُ، وَرَزَقَنَا وَ اِیَّاکَ الشُّکْرَ، فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَ اَمْوَالَنَا وَ اَهْلَنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللّٰهِ الْهَنِیْئَةِ وَ عَوَارِیْهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ، مَتَّعَکَ اللّٰهُ بِهٖ فِیْ غِبْطَةٍ وَ سُرُوْرٍ وَ قَبَضَهٗ مِنْکَ بِاَجْرٍ کَبِیْرٍ، اَلصَّلٰوةُ وَالرَّحْمَةُ وَالْهُدٰی اِنِ احْتَسَبْتَهٗ، فَاصْبِرْ وَلاَ یُحْبِطْ جَزَعُکَ اَجْرَکَ فَتَنْدَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ الْجَزَعَ لاَ یَرُدُّ مَیِّتًا وَلاَ یَدْفَعُ حُزْنًا، وَمَا هُوَ نَازِلٌ فَکَانَ قَدْ، وَالسَّلاَمُ. (معارف الحدیث بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت معاذؓ کا ایک لڑکا وفات پا گیا، تو نبی ﷺ نے ان کو درج ذیل تعزیتی خط لکھا (غالباً وہ اس زمانے میں یمن میں تھے) خط کا ترجمہ یہ ہے۔

''یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے معاذ بن جبلؓ کے نام ہے، تم پر اللہ کی سلامتی ہو!

میں تمھارے ساتھ مل کر اللہ کا شکر اور اس کی تعریف کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اما بعد، اللہ تعالیٰ تمھیں اجرِ عظیم سے نوازے اور صبر دے، اور ہمیں اور تمھیں شکر کی توفیق دے، ہماری اپنی جان، مال اور بیوی بچے یہ سب اللہ کی خوش گوار نعمتیں ہیں اور یہ ہمارے پاس اللہ کی رکھی ہوئی امانتیں ہیں، اللہ نے وفات پانے والے لڑکے سے تمھیں خوشی اور مسرت کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا موقع دیا، پھر اس نے اپنے پاس بلا لیا جس پر صبر کر کے عظیم اجر کے مستحق ہو سکتے ہو، تمھیں خدا کا قرب حاصل ہوگا اور رحمت و ہدایت ملے گی اگر اجرِ آخرت کی نیت سے اس حادثہ پر صبر کیا پس تم صبر کرو، اور دیکھو تمھاری بے قراری اور بے صبری تمھیں اجر سے محروم نہ کرے کہ بعد میں افسوس کرو، اور یقین کرو کہ بے قراری اور بے صبری سے کوئی مرنے والا لوٹ کر نہیں آتا اور نہ غم دور ہوتا ہے، اور جو حادثہ پیش آنے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اسے کون ٹال سکتا ہے۔'' والسلام

اندازِ تعزیت کا دوسرا نمونہ

﴿۵۲۶﴾ عَنْ قُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ قَالَ، كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا جَلَسَ، جَلَسَ اِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فِيْهِمْ رَجُلٌ لَهٗ ابْنٌ صَغِيْرٌ يَأْتِيْهِ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهٖ فَيُقْعِدُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَهَلَکَ، فَامْتَنَعَ الرَّجُلُ اَنْ يَحْضُرَ الْحَلْقَةَ لِذِكْرِ ابْنِهٖ، فَفَقَدَهُ النَّبِیُّ فَقَالَ مَا لِیْ لَا اَرٰی فُلَانًا، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بُنَيَّهُ الَّذِیْ رَأَيْتَهٗ هَلَکَ، فَلَقِيَهُ النَّبِیُّ ﷺ فَسَأَلَهٗ عَنْ بُنَيِّهٖ، فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ هَلَکَ، فَعَزَّاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا فُلَانُ اَيُّمَا كَانَ اَحَبَّ اِلَيْکَ؟ اَنْ تَتَمَتَّعَ بِهٖ عُمُرَکَ، اَوْ لَا تَاْتِیْ اِلٰی بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهٗ قَدْ سَبَقَکَ اِلَيْهِ يَفْتَحُهٗ لَکَ، قَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ بَلْ يَسْبِقُنِیْ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُهَا لَهُوَ اَحَبُّ اِلَیَّ، قَالَ فَذَاکَ لَکَ. (نسائی)

ترجمہ: حضرت قرۃؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ جب مسجد نبویؐ میں نشست فرماتے تو صحابہؓ میں سے کچھ لوگ آپؐ کے پاس آ کر بیٹھ جاتے، ان بیٹھنے والوں میں ایک صاحب تھے جن کے ایک چھوٹا بچہ تھا، وہ حضورؐ کی پشت کی جانب سے آتا، آپؐ اسے اپنے آگے بٹھا لیتے، پھر ایسا ہوا کہ وہ بچہ مر گیا تو بچے کے باپ اس کے غم میں کچھ دنوں مجلسِ نبویؐ میں نہیں آئے۔ نبی ﷺ نے پوچھا وہ

فلاں شخص اب نہیں آتا کیا بات ہے؟ لوگوں نے آپؐ کو بتایا کہ ان کا چھوٹا بچہ جسے آپ نے دیکھا تھا، اس کا انتقال ہو گیا (شاید اسی وجہ سے وہ نہیں آ رہے ہیں)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی اور بچے کے بارے میں دریافت فرمایا، انھوں نے اس کے انتقال کی خبر دی، تو آپؐ نے انھیں تسلی دی اور فرمایا: بتاؤ تمھیں کیا پسند ہے؟ کیا یہ بات پسند ہے کہ وہ تمھاری زندگی بھر جیتا رہتا، یا یہ بات پسند ہے کہ وہ پہلے جائے اور جب تم جنت کے دروازے پر پہنچو تو وہ تمھارا استقبال کرے اور جنت کا دروازہ کھولے۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبیؐ مجھے یہی بات پسند ہے کہ وہ پہلے جائے اور جنت کا دروازہ کھولے، آپؐ نے فرمایا تمھارے لیے ایسا ہی ہوگا۔

نبیؐ اپنے رفقاء سفر میں

〈۵۲۷〉 عَنْ جَابِرٍ قَالَ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيْرِ فَيُزْجِي الضَّعِيْفَ وَ يُرْدِفُ وَ يَدْعُوْ لَهُمْ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنے قافلہ کے پیچھے چلتے، کمزوروں کو اپنی سواری پر بٹھالیتے اور ان کے حق میں دعا کرتے۔

نبیؐ اپنے فوجیوں میں

〈۵۲۸〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلاَثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ، فَكَانَ اَبُوْ لُبَابَةَ وَ عَلِيُّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَاءَ تْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالاَ نَمْشِيْ عَنْكَ، قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّيْ، وَمَا اَنَا اَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں، بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک اونٹ پر تین آدمی ہوتے، باری باری سوار ہوتے، ابولبابہ اور علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ میں شریک تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کی آتی تو یہ دونوں حضرات کہتے، آپ سوار ہو کر چلیں، ہم دونوں پیدل چلیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: تم دونوں مجھ سے طاقت ور نہیں ہو، اور راہِ خدا میں پیدل چلنے کے اجر کا میں تم سے بڑھ کر حریص ہوں۔

صبر و حلم

﴿۵۲۹﴾ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، تَکَلَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ کَلِمَۃً فِیْھَا مَوْجِدَۃٌ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَلَمْ تُقِرَّنِیْ نَفْسِیْ اَنْ اَخْبَرْتُ بِھَا النَّبِیَّ ﷺ فَلَوَدِدْتُّ اَنِّیْ افْتَدَیْتُ مِنْھَا بِکُلِّ اَھْلٍ وَ مَالٍ، فَقَالَ قَدْ آذَوْ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَصَبَرَ، ثُمَّ اَخْبَرَ اَنَّ نَبِیًّا کَذَّبَہٗ قَوْمُہٗ وَ شَجُّوْہُ حِیْنَ جَاءَ ھُمْ بِاَمْرِ اللّٰہِ، فَقَالَ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. (مسند احمد)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں، انصار میں سے ایک آدمی نے ایک بات کہی جس سے حضورؐ پر غصہ اور خفگی ٹپک رہی تھی، مجھ سے برداشت نہ ہوسکا میں نے جا کر آپؐ کو بتا دیا، جس پر حضورؐ کو بہت صدمہ ہوا، میرے اندر یہ تمنا ابھری کہ کاش میں نے آپؐ کو نہ بتایا ہوتا، کاش میں آپؐ کے دلی صدمہ کا باعث نہ بنا ہوتا! نبی ﷺ نے سن کر فرمایا موسیٰ علیہ السلام کو اس سے کہیں زیادہ اذیت دی گئی لیکن انھوں نے صبر کیا (میں بھی پیغمبر ہوں، مجھے بھی صبر کرنا چاہیے) اس کے بعد آپؐ نے بتایا کہ ایک نبی کو ان کی قوم نے جھٹلایا اور مار ازخمی کر دیا، تو اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے انھوں نے کہا اے اللہ میری قوم کی غلطی کو معاف کر دیجئے (ان پر عذاب نہ بھیجئے، مزید مہلت دیجیے شاید کل ایمان لائیں، شاید آئندہ یہ بگڑے لوگ سنبھل جائیں) اس لیے کہ میری حیثیت ابھی سمجھ نہیں پائے ہیں!

نبیؐ خطرات میں پیش پیش رہتے

﴿۵۳۰﴾ قَالَ الْبَرَاءُ بْنِ عَازِبٍ، کُنَّا وَاللّٰہِ اِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِیْ بِہٖ، وَ اِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِیْ یُحَاذِیْ بِہٖ یَعْنِی النَّبِیَّ ﷺ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت براء کہتے ہیں، بہ خدا جب لڑائی میں گھمسان کا رن پڑتا تو ہم لوگ نبیؐ کے ذریعہ اپنا بچاؤ کرتے (آپؐ آگے ہوتے ہم آپؐ کو اپنی اوٹ بناتے) اور ہم میں سب سے زیادہ بہادر اور ہمتی وہ شخص سمجھا جاتا جو آپؐ کے ساتھ دشمن کے مقابل ہوتا۔

تربیت کے لیے اظہارِ عیب

〈۵۳۱〉 **عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَ فُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا.** (بخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا گمان یہ ہے کہ فلاں اور فلاں شخص ہمارے دین میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔

تشریح: یعنی یہ دونوں نہ تو دین سیکھتے ہیں اور نہ یہ جانتے ہیں کہ دین کے مطالبات کیا ہیں۔ اِن کے نام کی تصریح حضرت عائشہؓ نے نہیں کی، بس اتنی بات یہ حدیث بتاتی ہے کہ یہ دین سے بے پروا لوگ ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ، اجتماعی معاملات کے ذمہ دار لوگ اپنے وابستگانِ دعوت وتنظیم میں سے کسی کے خلاف اظہار رائے کریں، تو یہ غیبت میں شمار نہ ہوگا۔

رفقاء کار کے ساتھ صحیح تعلق

〈۵۳۲〉 **عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُبْلِغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَ اَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ.** (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے کسی ساتھی کے بارے میں مجھے کچھ نہ بتائے، مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں تعلیم وتربیت کے لیے تمھارے پاس اس حال میں آؤں کہ میرا دل نامناسب جذبات سے پاک وصاف ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بلاتحقیق کوئی کسی کے بارے میں آ کر مجھ سے کچھ نہ کہے، اس لیے کہ سب میرے ساتھی ہیں، کسی کے بارے میں اگر کچھ مجھے بتایا جائے گا تو میرے دل پر اس کا اثر پڑے گا، اور ہوسکتا ہے اس کے خلاف میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو، پس بلاتحقیق کوئی بات نہ پھیلائی جائے نہ مجھ تک پہنچائی جائے، اجتماعی نظام میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ معاملہ کی تحقیق کرو، اگر تحقیق کے بعد کسی ساتھی کے اندر کمزوری پاؤ تو تنہائی میں دل سوزی کے ساتھ کمزوری دور

کرنے کی طرف توجہ دلاؤ، بار بار تذکیر وتنبیہ کے باوجود اصلاحِ حال پر توجہ نہ دے، تب معاملے کو آگے بڑھاؤ، ذمہ داروں کے علم میں لاؤ۔

نبیؐ رحمت کا رحیمانہ سلوک

﴿۵۳۳﴾ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلاَ امْرَأَۃً وَلاَ خَادِماً اِلَّا اَنْ یُجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَمَانِیْلَ مِنْهُ شَیْءٌ فَیَنْتَقِمُ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یَنْتَھِکَ شَیْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ تَعَالٰی. (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہؐ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی بیوی کو، نہ کسی خادم کو، نہ کسی اور کو، البتہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے دین کے دشمنوں کو ضرور مارا ہے۔ اور آپؐ کو کبھی کوئی ذاتی تکلیف پہنچائی گئی ہو اور آپؐ نے بدلہ لیا ہو ایسا کبھی نہیں ہوا البتہ جب کوئی شخص خدا کے احکام کو توڑتا تو اس سے آپؐ خدا کی خاطر، ضرور بدلہ لیتے (سزا دیتے)۔

معاملات میں صفائی

﴿۵۳۴﴾ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدِ بْنِ ھَوْذَۃَ قَالَ، کَتَبَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کِتَاباً: ھٰذَا مَا اشْتَرَی الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ ھَوْذَۃَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ، اِشْتَرٰی مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَۃً لاَ دَاءَ وَلاَ غَائِلَۃَ وَلاَ خِبْثَۃَ، بَیْعُ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ. (ترمذی)

ترجمہ: عدا بن خالدؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایک دستاویز لکھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) عدا بن خالدؓ نے اللہ کے رسول محمدؐ سے ایک غلام خریدا، جس میں نہ کوئی جسمانی خرابی ہے، نہ اخلاقی خرابی اور خباثت ہے، اور نہ ہی اس معاملہ میں کوئی دھوکا کیا گیا، یہ بیع ہے ایک مسلم کی مسلم کے ہاتھ!

معاملات کی صفائی نبوّت سے پہلے

﴿۵۳۵﴾ عَنِ السَّائِبِ بْنِ اَبِی السَّائِبِ اَنَّهٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کُنْتَ شَرِیْکِیْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ، فَکُنْتَ خَیْرَ شَرِیْکٍ لاَ تُدَارِیْنِیْ وَلاَ تُمَارِیْنِیْ. (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سائب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم آپ زمانۂ جاہلیت میں شرکت میں کاروبار

کرتے تھے، تو آپ بہترین شریکِ کار ثابت ہوئے، آپ نے نہ تو کبھی دھوکا بازی سے کام لیا، نہ آپ نے مجھ سے کبھی جھگڑا کیا (جیسا کہ کاروبار میں شریک لوگ آپس میں کرتے ہیں)۔

تشریح: یہ پیغمبری سے پہلے کے زمانے میں آپؐ کے اعلیٰ اخلاقیات کے بارے میں ایک غیر مسلم کی شہادت ہے جسے وہ اسلام لانے کے بعد پیش کر رہا ہے!

قیامت کے دن بدلہ لینے کا اندیشہ

﴿۵۳۶﴾ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ فِيْ بَيْتِهَا، فَدَعَا وَ صِيفَةً لَهُ اَوْ لَهَا، فَاَبْطَأَتْ، فَاسْتَبَانَ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَامَتْ اُمُّ سَلْمَةَ اِلَى الْحِجَابِ، فَوَجَدَتِ الْوَصِيفَةَ تَلْعَبُ، وَ مَعَهُ سِوَاكٌ فَقَالَ لَوْلَا خَشْيَةُ الْقَوَدِ لَاَوْجَعْتُكَ بِهٰذَا السِّوَاكِ. (الادب المفرد للامام البخاری)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں، نبیؐ اُن کے یہاں تشریف رکھتے تھے، آپؐ نے خادمہ کو بلایا، اُس نے آنے میں تاخیر کی، تو آپؐ کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے، ام سلمہؓ نے پردے کے باہر جھانک کر دیکھا، وہ کھیل رہی تھی، تو اسے بلایا، آپؐ نے فرمایا: اگر قیامت کے دن تیرے بدلہ لینے کا مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے اِس مسواک سے مارتا اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں مسواک تھی۔

تشریح: یہ غصہ آپؐ کی اپنی ذات کے لیے ابھرا تھا کہ خادمہ آخر بلانے پر آئی کیوں نہیں، اس حالت میں سزا دینے میں باز پرس کا اندیشہ تھا، اس لیے آپؐ نے اسے سزا نہیں دی، اس سے پہلے وہ حدیث آچکی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو ناحق ایک کوڑا بھی مارے گا قیامت کے دن اس سے بدلہ لیا جائے گا، اور ابھی اسی اسوۂ رسول کے تحت وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔

حقوق العباد کی اہمیت

﴿۵۳۷﴾ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ، فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، فَاَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ آذَيْتُهُ، شَتَمْتُهُ لَعَنْتُهُ، جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلٰوةً وَ زَكٰوةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے یہ کہا اَللّٰھُمَّ اِنِّی آخرہ (ترجمہ) ''اے اللہ میں نے تجھ سے ایک وعدہ لے لیا ہے (قبولیتِ دعا کا وعدہ) جس کی تو ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا، میں انسان ہی ہوں، تو جس کسی مسلم کو میں نے ناحق تکلیف دہ بات کہی ہو، برا بھلا کہا ہو، اس پر لعنت کی ہو، اسے کوڑے مارے ہوں، تو میرے اس فعل کو اس مظلوم کے لیے قیامت کے دن اپنی رحمت، مغفرت اور قربت کا ذریعہ بنا دے۔''

تشریح: یہ ہے حقوق العباد کی اہمیت کہ نبی معصوم بھی اپنے رب سے دعا کرتا ہے اگر بالفرض میں نے کسی کو ایذا دی ہو، مار دیا ہو اور متعین طور پر وہ مظلوم معلوم نہیں کہ اس سے معافی مانگی جائے تو اس کے حق میں نبی معصوم دعا فرماتے ہیں، اللہ اس مظلومی کو مظلوم کے لیے مغفرت و رحمت کا ذریعہ بنا دے!

یہاں پر مرض الموت کا واقعہ سننے کے لائق ہے! نبی ﷺ شدید بخار میں مبتلا ہیں، سر میں بے پناہ درد ہے، درد کی شدت کی وجہ سے سر پر پٹی باندھ رکھی ہے، ایسی حالت میں آپؐ اپنے چچازاد بھائی فضل بن عباس سے کہتے ہیں مجھے لے چل کر مسجد کے منبر پر بٹھاؤ اور اعلان کرو کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، لوگ یوں ہی آپؐ کی بیماری سے پریشان ہیں، مدینہ میں کون آنے سے رہ گیا ہوگا اعلان سن کر! جب سب لوگ جمع ہو گئے تو اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

> ''میں تمھارے درمیان سے جلد چلا جانے والا ہوں، پس جس کسی کی پیٹھ پر میں نے کوڑا مارا ہو، تو یہ محمد کی پیٹھ حاضر ہے اپنا بدلہ لے لے، اور جس کسی کو میں نے ناحق برا بھلا کہا ہو تو میں یہاں موجود ہوں اپنا بدلہ لے لے، اور جس کسی کا میرے ذمہ کوئی مال ہو تو وہ مجھ سے وصول کرلے اور میری طرف سے دشمنی کا اندیشہ نہ کرے (کہ میں بعد میں اس سے کسر نکالوں گا) اس لیے کہ یہ میری شانِ نبوت کے منافی ہے، تم میں سب سے زیادہ میرا محبوب وہ ہے، جو مجھ سے یہیں دنیا میں اپنا حق وصول کرلے یا دل سے معاف کردے تاکہ میں اپنے رب کے پاس خوش خوش جاؤں۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اے لوگو! جس نے کسی کا حق دبا لیا ہو، وہ صاحبِ حق کو لوٹا دے اور اسے دنیا میں رسوائی سے جھجک نہ ہو، ورنہ پھر آخرت کی رسوائی کے لیے تیار رہے، جہاں کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے سخت تر اور شدید تر ہوگی۔''

داعیانہ معاشی زندگی

﴿۵۳۸﴾ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلنَّقِيَّ مِنْ حِيْنَ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَ قَالَ مَا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْخَلاً مِنْ حِيْنِ ابْتَعَثَهُ اللّٰهُ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ، قِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَاكُلُوْنَ الشَّعِيْرَ غَيْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ نَطْحَنُهُ وَ نَنْفُخُهُ فَيَطِيْرُ مَا طَارَ وَ مَا بَقِيَ ثَرَّيْنَاهُ وَ اَكَلْنَاهُ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت سہلؓ کہتے ہیں، نبوت کے بعد سے زندگی بھر رسول اللہ ﷺ نے میدہ آٹا نہیں دیکھا، نیز سہل کہتے ہیں، جب سے اللہ نے آپؐ کو نبی بنایا اس وقت سے لے کر وفات تک چھنا ہوا آٹا نہیں دیکھا، اُن سے پوچھا گیا کہ بغیر چھانے ہوئے جو کا آٹا آپ لوگ کیسے کھاتے تھے۔ سہلؓ نے جواب دیا ہم جو پیستے تھے اور آٹے کو منہ سے پھونک مارتے۔ کچھ بھوسی اڑ جاتی پھر گوندھ کر روٹی پکا لیتے۔

تشریح: سوال یہ ہے کہ میدے کا آٹا حضورؐ نے کیوں نہیں دیکھا؟ چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کیوں نہیں کھائی؟ کیا آپؐ کو گیہوں نہیں ملتا تھا؟ ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ملنے کو سب کچھ ملتا تھا لیکن آپ نے یہ پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ اُمت کو سادگی کی تعلیم دینا مقصود تھا، عیش و تنعّم سے بچانا مدنظر تھا، اس لیے آپؐ نے ایسا کیا، یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ جو لوگ دین کا کام کرنے اٹھے ہیں ان پر فقر اور تنگ دستی کا مرحلہ بھی آتا ہے، انھیں اپنی سابقہ زندگی کے معیار کو گرانا پڑتا ہے اور بھوک پیاس اور دوسرے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے، جب نبی اور اصحابِ نبیؐ کے لیے اللہ کی یہ سنت نہیں بدلی تو پھر قیامت تک کسی داعی گروہ کے لیے ہرگز نہیں بدلے گی۔

﴿۵۳۹﴾ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ، ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا اَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا، فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِىْ مَا يَجِدُ دَقَلاً يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ. (مسلم)

ترجمہ: حضرت نعمانؓ کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے لوگوں کی معاشی خوش حالی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: آج دولت کی فراوانی کا یہ عالم ہے اور کل یہ حال تھا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ پورا دن گزر جاتا، بھوک سے بے تاب، مگر ردی کھجور بھی اتنی میسر نہ ہوتی جس سے پیٹ بھر سکتے۔

نوٹ: یہ حالت ہر زمانے میں دعوت الی اللہ کا کام کرنے والوں کو پیش آ سکتی ہے۔

〈۵۴۰〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، اِنْ کَانَ لَیَمُرُّ بِآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْاَهِلَّةُ مَا یُسْرَجُ فِیْ بَیْتِ اَحَدٍ مِنْهُمْ سِرَاجٌ وَلَا یُوْقَدُ فِیْهِ نَارٌ، اِنْ وَجَدُوْا زَیْتًا اِدَّهَنُوْا بِهٖ.

(المنذری جلد۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ کے گھر والوں پر مہینوں گزر جاتے، چراغ نہ جلتا، نہ آگ جلانے کی نوبت آتی، اگر کچھ تھوڑا تیل کہیں سے مل جاتا تو سر میں لگا لیتے۔

تشریح: یہ اس دور کا حال بیان ہو رہا ہے جب کفر و اسلام کے درمیان کش مکش برپا تھی، صرف پانی اور کھجور پر گزارا کرنا پڑتا! یہ تو کھانے پینے کی بات تھی، لباس کا حال درج ذیل حدیث میں پڑھیے:

〈۵۴۱〉 عَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ، اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْأَلُهٗ، فَجَعَلَ یَعْتَذِرُ اِلَیَّ، وَاَنَا اَلُوْمُهٗ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَخَرَجْتُ، فَدَخَلْتُ عَلٰی ابْنَتِیْ وَهِیَ تَحْتَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ حَسَنَةَ، فَوَجَدْتُ شُرَحْبِیْلَ فِی الْبَیْتِ، فَقُلْتُ قَدْ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَ اَنْتَ فِی الْبَیْتِ؟ وَ جَعَلْتُ اَلُوْمُهٗ، فَقَالَ یَا خَالَةُ لَا تَلُوْمِیْنِیْ، فَاِنَّهٗ کَانَ لِیْ ثَوْبٌ فَاسْتَعَارَهُ النَّبِیُّ ﷺ، فَقُلْتُ بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ کُنْتُ اَلُوْمُهٗ مُنْذُ الْیَوْمِ وَ هٰذِهٖ مَالُهٗ وَلَا اَشْعُرُ، فَقَالَ شُرَحْبِیْلُ مَا کَانَ اِلَّا دِرْعٌ رَقَّعْنَاهُ.

(المنذری بہ حوالہ طبرانی و بیہقی)

ترجمہ: حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ کہتی ہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تاکہ کچھ مل جائے، لیکن آپؐ نے معذرت کی تو میں نے آپؐ پر خفگی کا اظہار کیا، اتنے میں نماز باجماعت کا وقت ہو گیا، آپؐ مسجد گئے اور میں اپنی لڑکی کے یہاں گئی جو شرحبیل کی زوجیت میں تھی، تو دیکھا شرحبیل گھر میں موجود ہیں، میں نے اس سے کہا تم گھر میں پڑے ہوئے ہو اور نماز کھڑی ہو گئی ہے؟ انھوں نے کہا اے خالہ (ساس) مجھے ملامت نہ کریں، ہمارے پاس ایک ہی کپڑا تھا، جسے رسول اللہ ﷺ منگنی مانگ کر لے گئے (حضورؐ کے پاس کپڑے نہ تھے کس طرح نماز کو نکلتے اس لیے میں نے دے دیا) شفاءؓ کہتی ہیں، میں نے دل میں کہا میرے ماں باپ نبیؐ پر قربان! میں آج ان پر خفا ہو رہی تھی، اُن کی اس حالت کا مجھے علم نہ تھا!! شرحبیل کہتے ہیں ہمارے پاس ایک ہی کپڑا تھا جس میں ہم نے پیوند لگا رکھا تھا۔

سادگی کا نمونہ

〈۵۴۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، نَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلٰی حَصِیْرٍ، فَقَامَ وَ قَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِہٖ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَوِ اتَّخَذْ نَا لَکَ وِطَاءً، فَقَالَ مَالِیْ وَ لِلدُّنْیَا؟ مَا اَنَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سوئے، جب آپؐ اٹھے تو چٹائی کے نشانات آپؐ کے پہلو میں تھے، ہم نے عرض کیا اگر ہم آپؐ کے لیے گدا بنا دیں تو اچھا ہوگا۔ آپؐ نے جواب دیا مجھے دنیا سے کیا مطلب؟ میں تو اس دنیا میں اس مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر آرام کرتا ہے، پھر درخت اور اس کے سائے کو چھوڑ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: یہ اس دور کا حال بیان ہو رہا ہے جب کفر و اسلام کی کش مکش کا خاتمہ ہو چکا تھا، جاہلیت اور جاہلی نظام کا چراغ بجھ چکا تھا، اور اسلام اور مسلمانوں کے ہاتھ میں مکمل سیاسی اقتدار آچکا تھا، اور معاشی خوش حالی کا سیلاب رواں تھا!!

〈۵۴۳〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی رَحْلٍ رَثٍّ وَ قَطِیْفَۃٍ خَلَقَۃٍ تُسَاوِیْ اَرْبَعَۃَ دَرَاھِمَ اَوْ لَا تُسَاوِیْ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، نبی ﷺ نے ایک پرانے کجاوہ پر بوسیدہ چادر میں حج کیا جس کی قیمت چار درہم رہی ہوگی یا چار درہم کے برابر بھی نہ رہی ہوگی۔

تشریح: یہ آپؐ کے آخری حج حجۃ الوداع ۱۰ ہجری کے موقعے پر آپؐ کی سادگی کا حال بیان ہو رہا ہے جب پورا ملک اسلام کے قبضہ میں آچکا تھا۔

〈۵۴۴〉 عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ، مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِہٖ دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَۃً وَلَا شَیْئًا اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ یَرْکَبُھَا، وَ سِلَاحَہٗ وَ اَرْضاً جَعَلَھَا لِاِبْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً. (بخاری)

ترجمہ: حضرت عمر بن حارثؓ کہتے ہیں، رسول اللہؐ نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار، نہ غلام نہ باندی نہ کوئی اور چیز، سوائے سفید رنگ کی مادہ خچر کے جس پر آپؐ سوار ہوتے اور سوائے ہتھیاروں کے اور سوائے تھوڑی سی زمین کے اور اسے بھی آپؐ نے خدا کی راہ میں صدقہ کر دیا تھا۔

اقامتِ دین کی راہ میں

﴿۵۴۵﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ، وَلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا یُؤْذٰی اَحَدٌ، وَلَقَدْ اَتَتْ عَلٰی ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ وَمَالِیْ وَ لِبِلَالٍ طَعَامٌ یَاْکُلُهٗ ذُوْ کَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُوَارِیْهِ اِبِطُ بِلَالٍ. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دعوت الی اللہ کی راہ میں جتنا خوف زدہ کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا اور اس راہ میں جتنی اذیتیں مجھے دی گئیں کسی اور کو نہیں دی گئیں، تیس دن اور تیس راتیں ایسی گزری ہیں کہ میرے اور رفیق سفر بلالؓ کے پاس کوئی بھی کھانے کی چیز نہ تھی سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جس کو بلالؓ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

تشریح: غالباً یہ طائف کا دعوتی سفر ہے جس میں طرح طرح کی مصیبتیں پیش آئی تھیں، اس سفر میں سوائے تھوڑی سی کھجوروں کے کوئی دوسرا غذائی سامان نہ تھا۔

﴿۵۴۶﴾ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ، اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَرَأَیْتُهٗ مُتَغَیِّرًا، فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ مَالِیْ اَرَاکَ مُتَغَیِّرًا؟ قَالَ مَا دَخَلَ جَوْفِیْ مَا یَدْخُلُ جَوْفَ ذَاتِ کَبِدٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ قَالَ فَذَهَبْتُ، فَاِذَا یَهُوْدِیٌّ یَسْقِیْ اِبِلاً لَهٗ فَسَقَیْتُ لَهٗ عَلٰی کُلِّ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ، فَجَمَعْتُ تَمْرًا، فَاَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ مِنْ اَیْنَ لَکَ یَا کَعْبُ؟ فَاَخْبَرْتُهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَتُحِبُّنِیْ یَا کَعْبُ؟ فَقُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ نَعَمْ، قَالَ اِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰی مَنْ یُحِبُّنِیْ مِنَ السَّیْلِ اِلٰی مَعَادِنِهٖ، وَ اِنَّهٗ سَیُصِیْبُکَ بَلَاءٌ، فَاَعِدَّ لَهٗ تَجْفَافًا. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ اترا ہوا ہے، میں نے عرض کیا میرا باپ آپ پر قربان، آپ کا چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟ آپؐ نے بتایا تین دن ہو گئے پیٹ میں ایک دانہ نہیں گیا ہے، (کعب یہ سن کر پریشان ہوئے، اپنے پاس

کچھ نہ تھا کہ حاضر کرتے) کعبؓ کہتے ہیں میں آپؐ کے پاس سے نکلا کہ کچھ انتظام کروں، دیکھا ایک یہودی اپنے اونٹوں کو پلانے کے لیے پانی بھر رہا ہے، میں اسے ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور پر معاملہ طے کرکے ڈول بھرنے لگا، اس طرح بہت سی کھجوریں ملیں، میں انھیں لیے آپؐ کے پاس آیا اور پیش کردیں۔ آپؐ نے پوچھا کعب! یہ کہاں سے مل گئیں؟ میں نے آپؐ کو پورا قصہ سنایا، آپؐ نے فرمایا اے کعبؓ تمھیں مجھ سے محبت ہے، میں نے عرض کیا میرا باپ آپ پر قربان، ہاں اے رسول اللہؐ مجھے آپؐ سے محبت ہے، آپؐ نے فرمایا: جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں، ان کی طرف فقر و فاقہ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے، جتنا تیز سیلابی پانی ڈھلوان کی طرف بڑھتا ہے، اے کعب تمھیں بھی ابتلا و آزمایش سے گزرنا پڑے گا، تو فقر و فاقہ کا مقابلہ کرنے اور امتحان میں حق پر جمے رہنے کے لیے ہتھیار فراہم کرلو۔

تشریح: جس ہتھیار کی فراہمی کا حضورؐ نے مشورہ دیا ہے وہ ہے خدا سے محبت، آخرت کی فکر، محاسبہ کا ڈر، جہنم کا خوف، جنت کا شوق اور رب رحیم سے ملاقات کی تمنا ہمہ وقت بے چین رکھنے والی تمنا!!

نبیؐ نئے اسلام لانے والوں کو جو دعا بتاتے

〈۵۴۷〉 عَنْ اَبِیْ مَالِكِ نِ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ اِذَا اَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الصَّلٰوةَ ثُمَّ اَمَرَهٗ اَنْ یَّدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَ عَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ. (مسلم)

ترجمہ: ابو مالک اشجعی اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نئے اسلام لانے والوں کو نماز کا طریقہ سکھاتے پھر اسے یہ دعا بتاتے (اَللّٰهُمَّ سے آخر تک، اس کا ترجمہ یہ ہے)"اے اللہ! میرے گناہ معاف کردے، مجھ پر رحم فرما، مجھے سیدھی راہ پر چلا، مجھے دینی، اخلاقی، جسمانی صحت دے اور مجھے روزی دے۔"

نبیؐ کی دعا سونے کے وقت

〈۵۴۸〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ... ثُمَّ یَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَ بِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَارْحَمْهَا، وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں (جب نبی ﷺ رات میں بستر پر سونے کے لیے جاتے تو دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے) پھر فرماتے: اے میرے رب تیرے نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو بستر پر رکھا، اور تیرے نام ہی کے ساتھ اپنے پہلو کو بستر سے اٹھاؤں گا، اگر تو سوتے میں میری جان قبض کرلے تو اس پر رحم کیجیو، اور اگر جینے کی مزید مہلت دے تو میری نگرانی اور حفاظت کیجیو جس طریقہ سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے (اگر میں صبح کو زندگی لیے جاگ جاؤں تو مجھے اپنی حفاظت سے محروم نہ کرنا مجھ سے کوئی ایسا کام نہ سرزد ہو جس کے نتیجے میں انسان تیری حفاظت ورحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور مجھے ان کاموں کی توفیق دے جن کی تیرے نیک بندوں کو ملتی ہے۔

نبیؐ کن چیزوں سے پناہ مانگتے تھے

﴿۵۴۹﴾ عَنْ اَنَسٍ قَالَ، کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَ ضَلَعِ الدَّیْنِ وَ غَلَبَةِ الرِّجَالِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبیؐ یہ دعا کرتے تھے (اَللّٰھُمَّ سے آخر تک، جس کا ترجمہ یہ ہے)۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں پریشانی سے، رنج سے، درماندگی سے، سستی و کاہلی سے، قرضہ کے بوجھ سے اور برے لوگوں کے غلبہ وتسلط سے۔"

تشریح: اللہ کی پناہ چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو اپنی کمزوری وبے بسی کا احساس ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے میں کمزور ہوں اس لیے اپنے طاقت ور آقا اور عزیز وقوی خدا سے درخواست کرتا ہے کہ آنے والی پریشانیوں سے بچائیے، اور مصائب آنے پر جو رنج وغم ہوتا ہے اس سے بھی بچائیے، اسی طرح عجز ودرماندگی سے کاہلی وسستی سے محفوظ رکھئے، قرضہ کے بار سے نجات دیجئے اور برے لوگوں کے قہر وتسلط سے بچائیے۔

﴿۵۵۰﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْحَبْشَةِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فُضِّلْتُمْ عَلَیْنَا بِالْاَلْوَانِ وَالنُّبُوَّةِ، اَفَرَأَیْتَ اِنْ اٰمَنْتُ بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتَ بِهٖ وَ عَمِلْتُ بِمِثْلِ مَا عَمِلْتَ بِهٖ اِنِّیْ لَکَائِنٌ مَعَکَ فِی الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کَانَ لَهٗ بِهَا عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰہِ ... فَقَالَ الْحَبْشِیُّ یَا

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَھَلْ تریٰ عَیْنِیْ فِی الْجَنَّۃِ مِثْلَ مَا تریٰ عَیْنَکَ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ نَعَمْ، فَبَکَی الْحَبْشِیُّ حَتّٰی فَاضَتْ رُوْحُہٗ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَاِنَّا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُدْلِیْہِ فِیْ حُفْرَتِـــہٖ. (المنذری بہ حوالہ طبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حبشہ کا ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول آپؐ کو ہم پر رنگ اور نبوت میں فضیلت دی گئی ہے، ذرا بتائیے کیا اگر میں ایمان لے آؤں بعینہٖ انھیں چیزوں پر جن پر آپؐ کا ایمان ہے اور میں وہی عمل کروں جو آپؐ کا ہے تو میں آپؐ کے ساتھ جنت میں رہوں گا؟ اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا اس کے لیے اللہ کے یہاں جنت کا وعدہ ہے۔ حبشی نے پھر عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ کیا میری آنکھ جنت میں وہی نظارہ کرے گی جو آپؐ کی آنکھ کرے گی۔ نبی ﷺ نے کہا ''ہاں'' اس پر حبشی رو پڑا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے اس کی قبر میں رکھتے ہوئے دیکھا۔